سندھی زبان کا مطالعہ

ڈاکٹر منظور علی ویسریو

سندھی لنگویج اتھارٹی

سندھی زبان کا مطالعہ

ڈاکٹر منظور علی ویسریو

سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدرآباد، سندھ

2018ء

سندھی لنگویج اتھارٹی حیدرآباد کی مطبوعہ کتاب نمبر (318)
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سندھی زبان کا مطالعہ

مصنف:	ڈاکٹر منظور علی ویسریو
طبع اول:	مارچ ۲۰۱۸ء
تعداد:	1000
کمپوزنگ:	علی گل سوہو
ٹائیٹل:	اسد اللہ بھٹو
قیمت:	400 روپے
ناشر:	سندھی لنگویج اتھارٹی، حیدرآباد، سندھ، پاکستان

Catalogue Reference
Wesrio, Manzoor Ali Dr.
Sindhi Zaban ka Mutali'a
Urdu Language
Sindhi Language Authority.
ISBN: 978-969-625-149-1

Sindhi Zaban ka Mutali'a

By:	Dr. Manzoor Ali Wesrio
First edition:	March 2018
Quantity:	1000
Price:	Rs. 400 /=
Composing:	Ali Gul Soho
Title:	Asadullah Bhutto
Published by:	Sindhi Language Authority, National Highway, Hyderabad Sindh71000, Pakistan.
Tel:	022-9240050-53
Fax:	022-9240051
E-mail:	contact@sindhila.edu.pk
Website:	www.sindhila.org
Printed by:	M/S Ali Hussnain Process & Printers, Hyderabad, Sindh
Digitized by	M. H. Panhwar Institute of Sindh Studies, Jamshoro.

پاران ايم ايچ پنهور انسٽيٽيوٽ آف سنڌ اسٽڊيز، ڄامشورو.

اِنتساب!

اپنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کے ساتھ

سندھی زبان بولنے اور اُس سے محبت کرنے والوں کے نام

منسوب کرتا ہوں

فہرستِ مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
○ ناشر نوٹ	۱۱
○ پیش لفظ	۱۳
باب-1	
سندھی زبان	۱۷
○ سرزمین سندھ	۱۷
○ سندھ کا جغرافیہ	۱۸
○ موجودہ سندھ	۲۰
○ سندھی زبان کا نام	۲۰
○ سندھی زبان کا لسانی گروہ	۲۲
○ ذخیرۂ الفاظ	۴۱
○ مقامی زبانوں کا ذخیرۂ الفاظ	۴۲
○ سندھی ذخیرۂ الفاظ	۴۵
○ سندھی زبان کی قدامت	۴۶
○ سندھی زبان کی چند خصوصیات	۵۲
○ حوالہ جات	۵۴

باب-2

سندھی رسم الخط ۵۷

- رسم الخط ۵۷
- رسم الخط کا آغاز ۵۹
- رسم الخط کا موجد ۵۹
- زبان اور رسم الخط ۵۹
- سندھی زبان کا رسم الخط ۶۱
- موئن جودڑو ۶۲
- عرب سیاح اور موّرخ ۶۳
- بھنبھور ۶۵
- خواجکی سندھی ۶۵
- عربی۔سندھی رسم الخط ۶۶
- مخدوم ابوالحسن جی سندھی ۶۶
- سندھی رسم الخط کے مختلف نمونے ۶۸
- موجودہ سندھی رسم الخط ۷۳
- اہم نکات ۷۸
- سندھی زبان کے مخصوص حروف ۷۹
- حرکات و علل ۸۲
- رومن۔سندھی حروف ۸۵
- دیوناگری۔سندھی حروفِ تہجی ۸۸
- عربی۔سندھی حروفِ تہجی ۸۸
- حوالہ جات ۸۹

باب-3

سندھی زبان کے لہجے ۹۲

○ لہجہ ۹۲
○ لہجہ کے لغوی معنی ۹۳
○ لہجہ کے متعلق کہاوتیں ۹۴
○ لہجہ کی تعریف ۹۵
○ معیاری یا ٹکسالی لہجہ ۹۷
○ زبان اور لہجہ ۹۸
○ سندھی زبان کے لہجے ۹۹
○ بیرونی لہجے ۱۰۱
☆ کاٹھیاواڑی ۱۰۲
☆ راجستھانی ۱۰۳
☆ گنداوی ۱۰۴
☆ ذکری ۱۰۵
☆ لاسی ۱۰۵
☆ جدگالی ۱۰۶
☆ کچھی ۱۰۷
☆ لوری چھنّی ۱۰۷
☆ کھیترانی ۱۰۷
☆ فراکی ۱۰۸
○ اندرونی لہجے ۱۰۹
☆ سریلہ ۱۰۹
☆ وچولی ۱۱۱

☆ لاڑی ۱۱۳
☆ تھری ۱۱۴
☆ کچھی ۱۱۵
☆ کوہستانی ۱۱۸
○ حوالہ جات ۱۲۱

باب-4

سندھی زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات وروابط ۱۲۴

○ ایک زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کی وجوہات ۱۲۴
○ منڈاری اثرات ۱۲۶
○ دراوڑی اثرات ۱۳۶
○ آریائی اثرات ۱۴۲
○ سندھی اور چینی زبان ۱۴۸
○ سامی زبانوں (عربی) کے اثرات ۱۵۰
○ فارسی زبان کے اثرات ۱۶۲
○ ترکی زبان کے اثرات ۱۷۲
○ یونانی زبان کے اثرات ۱۷۷
○ یورپی زبانوں کے اثرات ۱۸۶
○ انگریزی زبان کے اثرات ۱۸۸
○ اردو زبان اثرات وروابط ۱۹۰
○ گجراتی زبان اثرات وروابط ۱۹۵
○ سرائیکی زبان اثرات وروابط ۱۹۹
○ بلوچی زبان اثرات وروابط ۲۰۷

○ براہوی زبان اثرات ور وابط ۲۱۰
○ پشتو زبان اثرات ور وابط ۲۱۱
○ پنجابی زبان اثرات ور وابط ۲۱۵
○ حوالہ جات ۲۱۸

باب-5

سندھی زبان پر تحقیق ۲۲۳

○ سندھی زبان اور مستشرقین ۲۲۹
☆ کیپٹن جارج اسٹیک ۲۳۰
☆ ایتھر نگٹن ۲۳۲
☆ ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرمپ ۲۳۲
☆ سر جان جیمس ۲۳۴
☆ سر جارج ابراہم گریئرسن ۲۳۵
☆ سر رچرڈ فرنسز برٹن ۲۴۱
☆ ای۔ بی۔ ایسٹ وک ۲۴۲
☆ جان بیمز ۲۴۴
☆ ریونڈر جارج شرٹ ۲۴۶
☆ میجر ایف۔ جے گولڈ سمتھ ۲۴۷
☆ سر ہنری میئرس ایلیٹ ۲۴۸
☆ سر رالف للی ٹرنر ۲۴۹
☆ سیمور ۲۵۰
☆ اے۔ ڈبلیو۔ ہیکل ۲۵۰

○ دیگر محققین ۲۵۱
☆ رایا ییگوروووا ۲۵۱
☆ کن ساکوماميا ۲۵۱
☆ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ۲۵۲
☆ پروفیسر ڈاکٹر خالد خان خٹک ۲۵۳

○ سندھی محققین ۲۵۵

☆ جھیٹ مل نارومل وسنانی ۲۵۵
☆ مرزا قلیچ بیگ ۲۵۵
☆ بھیرومل مہرچند آڈوانی ۲۵۶
☆ محمد سومار شیخ ۲۵۶
☆ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ ۲۵۷
☆ سراج الحق ۲۵۷
☆ پروفیسر علی نواز جتوئی ۲۵۸
☆ ڈاکٹر غلام علی الانا ۲۵۹
☆ ڈاکٹر لچھمن مولچند خوبچندانی ۲۵۹
☆ ڈاکٹر الہداد بوہیو ۲۶۰
☆ محمد عمر چنڈ ۲۶۱
☆ ڈاکٹر محبت برڑو ۲۶۱
☆ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو ۲۶۲
☆ پوپٹی ہیر نندانی ۲۶۳
☆ میمن عبدالمجید سندھی ۲۶۳
☆ حکیم فتح محمد سیوہانی ۲۶۳
☆ ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی ۲۶۴

☆ ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو ۲۶۴
☆ ڈاکٹر حیدر سندھی ۲۶۵
☆ ڈاکٹر فہمیدہ حسین ۲۶۶
○ سندھی زبان کے ادارے ۲۶۷
☆ سندھی ادبی بورڈ، جام شورو ۲۶۷
☆ انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، جام شورو ۲۷۰
☆ بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، بھٹ شاہ، ٹیاری ۲۷۳
☆ سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدر آباد ۲۷۴
☆ سندھی ادبی سنگت سندھ ۲۷۶
☆ مہران آرٹس کونسل، حیدر آباد ۲۷۶
☆ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۲۷۷
○ حوالہ جات ۲۸۰

باب-6

سندھی گرامر ۲۸۴
○ صوتیات ۲۸۴
○ سندھی زبان کی اصوات ۲۸۴
○ مصمتے ۲۸۵
○ مصوتے ۲۸۵
○ صوتی تبدیلی ۲۸۹
○ معنوی تبدیلی ۲۹۳
○ تشکیلیات ۲۹۶
○ سندھی صرف ونحو ۳۰۰
○ اسم کی حالت ۳۰۰

○ سندھی ضمائر ۳۰۳
○ مصدر ۳۰۳
○ فعل لازم اور فعل متعدی ۳۰۴
○ زمانوں کا مطالعہ ۳۰۵
○ اسم فاعل ۳۰۸
○ اسم مفعول ۳۰۸
○ اسم استقبال ۳۰۹
○ اسم فاعل ۳۰۹
○ تذکیر وتانیث ۳۱۰
○ واحد جمع ۳۱۱
○ سابقے اور لاحقے ۳۱۲
○ حرف ۳۱۳
○ نحو ۳۱۵
○ مرکب جملے ۳۱۸
○ مرتب جملے ۳۱۹
○ جملہ شرطیہ ۳۲۰
○ ضرب الامثال ۳۲۰
○ اصطلاحات ۳۲۲
○ تشبیہات ۳۲۳
○ سندھی لغت نویسی ۳۲۴
○ سندھی بول چال ۳۲۸
○ حوالہ جات ۳۳۱

باب-7

سندھی زبان کی موجودہ صورتحال اور مستقبل ۳۳۳

○ سندھی زبان کی موجودہ صورتحال ۳۳۳
○ ادبی کتابوں کی اشاعت ۳۳۸
○ اخبارات و میگزین ۳۳۸
○ ادبی جماعتیں / مشاعرے ۳۳۹
○ الیکٹرانک میڈیا ۳۳۹
○ کمپیوٹر کی جانب پیش رفت، کمپیوٹر سے آشنائی ۳۴۰
○ سندھی زبان پر جدید تحقیق ۳۴۰
○ حوالہ جات ۳۴۳
○ ضمیمہ ۳۴۴
○ سندھی زبان پر پی ایچ ڈی کرنے والے اسکالر ۳۴۴
○ سندھی سیکھنے کے لئے کتب ۳۴۵
○ کتابیات ۳۴۶

❖......❖......❖

ناشر نوٹ

موجودہ دور کا تقاضا ہے کہ پاکستان کی سب زبانوں خصوصًا ان زبانوں کا ادب اور تحقیقی مواد اردو میں شایع ہو، جو علمی و ادبی لحاظ سے مالامال ہیں، تاکہ ہم وطن اپنی زبانوں کی ماہیت اور اہمیت جان سکیں۔ ہمیشہ سے اس بات کی ضرورت رہی ہے کہ سندھی ادب اور زباں کی تاریخ اور تحقیق پاکستان کی دیگر زبان بولنے والوں تک کیسے پہنچائی جائے۔ خاص طور پر جب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پاکستانی زبانوں کا ادارہ قائم ہوا تو طلبہ اور طالبات کے لیے یہ اہم مسئلہ تھا کہ سندھی زبان کا مطالعہ کرنے اور ادب کو پڑھنے کے لیے کتب اردو میں ترجمہ ہوں، تاکہ طلبہ بآسانی استفادہ کر سکیں۔

آزادی کے بعد گویا کہ دفتری زبان انگریزی رہی، لیکن سرکاری طور پر اردو کو قومی زبان و رابطے کی زبان تسلیم کیا گیا، تاہم گزشتہ ستر سال کے دوران اپنے وطن کی مقامی زبانوں اور ان کے علم و ادب کو قومی زبان کے ذریعے جو ان کا حق تھا، اس طرح متعارف نہ کروایا گیا، نتیجتًا ہم وطنی کا عنصر جس طرح پروان چڑھنا چاہیے تھا، اس طرح پروان نہ چڑھ سکا۔ یہ امر پہلے سے رواج پانا چاہیے تھا، افسوس کہ وہ نہ ہو سکا۔ ''دیر آید درست آید'' سندھی لینگویج اتھارٹی (Sindhi Language Authority) نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اس بات کا بیڑا اٹھایا ہے کہ سندھی زبان کے علم و ادب اور ثقافت و روایات کو اپنی قومی زبان اردو کے ذریعے بھی متعارف کروایا جائے، تاکہ چمن کے اس پھول کی خوشبو اور رنگ سب ہم وطنوں کو محسوس ہو۔ سندھی زبان جو برصغیر کی ایک قدیم زبان ہے، وہ اپنے خطے کی قدامت

کی طرح ایک ترقی یافتہ زبان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک وسیع تاریخی ورثہ بھی رکھتی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کو ڈاکٹر منظور علی ویسریو نے خوش اسلوبی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ "سندھی زبان کا مطالعہ" دراصل سندھی زبان کے مختلف نظریات پر ایک تحقیقی بحث کو یکجا کر کے لکھی گئی ہے۔ جس میں سندھی ادب کی مختلف تحاریر، مصنفین کے تعارف اور سندھی ادب کے مختلف ادوار کو متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ فاضل مصنف کی یہ کاوش اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب رہے گی۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور میمن
چیئرمین

09مارچ2018ء
حیدرآباد، سندھ

پیش لفظ

زبان ایک دوسرے کو قریب لانے، تعلق قائم رکھنے اور آپس میں محبت بڑھانے کا ایک وسیلہ ہے۔ زبان کے ذریعے ہی انسان اپنے احساسات جذبات، خیالات ایک دوسرے تک پہنچاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں تقریباً ۶۰۰۰ سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان کو جہاں اللہ تعالیٰ نے دیگر نعمتوں سے نوازا ہے وہاں زبانوں کی دولت سے بھی نوازا ہے۔ لسانی ماہرین کے مطابق پاکستان میں ۵۰ سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔

ان زبانوں میں سے سندھی بھی ایک قدیم اور شاہوکار زبان ہے جو اپنے ذخیرہ الفاظ، لوک ادب اور معیاری ادب کے خزانے سے مالامال ہے۔ جس کو شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، سامی، مرزا قلیچ بیگ، علامہ آئی۔ آئی قاضی، شیخ ایاز، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ جیسے شعرائ، ادباء اور علماء نے اپنی تخلیقات سے مالامال کیا ہے۔

۱۸۴۳ء میں جب انگریزوں نے سندھ کو فتح کیا تو انہوں نے سندھی زبان کو سرکاری اور تعلیمی زبان کا درجہ دیا، تب سے سندھی زبان پر جدید سائنٹفک تحقیق شروع ہوئی جو اب تک جاری ہے۔ سندھی زبان پر لسانیات کے حوالے سے کافی تحقیق ہو چکی ہے۔ جس میں بیرونی اور مقامی اسکالرز شامل ہیں۔ جنہوں نے سندھی زبان کے مختلف پہلوؤں کو انگریزی، اردو سندھی اور دیگر زبانوں میں تحریر کیا ہے۔ مذکورہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

راقم سندھی زبان کا طالب علم ہے۔ اور سندھی زبان کے مختلف پہلوؤں پر کچھ عرصے سے مطالعہ کرتا آرہا ہے۔ لہٰذا ذہن میں یہ تصور ابھرا کہ سندھی زبان کے متعلق اردو میں کوئی ایسی کتاب تحریر کی جائے جس میں تمام پہلوؤں پر مختصر مگر جامع معلومات فراہم کی جائیں، کیونکہ سندھی زبان کے متعلق اردو زبان میں بہت کم کتب لکھی گئیں ہیں لہٰذا اس کی کو پورا کرنے کے لیے راقم نے ۲۰۰۷ء سے مذکورہ کتاب پر کام کا آغاز کیا اور اس کو تکمیل تک پہنچایا۔

مذکورہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سندھی زبان کا تعارف اور سندھی زبان کے اصل نسل کے متعلق بیرونی خواہ مقامی ماہرینِ لسانیات کے نظریات، سندھی زبان کی قدامت، ذخیرۂ الفاظ اور سندھی زبان کی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا باب ''سندھی رسم الخط'' سے متعلق ہے۔ جس کے آغاز میں رسم الخط، اس کی ابتدا، زبان اور رسم الخط اور پھر سندھی زبان کی رسم الخط کی مختصر تاریخ بیان کر کے موجودہ رسم الخط کا جائزہ لیا گیا ہے۔

تیسرا باب سندھی زبان کے مختلف لہجوں کے بارے میں ہے۔ جس میں لہجے کے لغوی معنیٰ، لہجہ کی تعریف، زبان اور لہجہ کے درمیان فرق کو بیان کر کے سندھی زبان کے مختلف لہجوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کن کن علاقوں میں بولے جاتے ہیں اور ہر لہجہ کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

چوتھا باب سندھی زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات اور روابط سے متعلق ہے۔ جس میں پہلے تو زبانوں کے ایک دوسرے پر اثرات کے اسباب کو مختصر طور بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سندھی زبان پر جن جن زبانوں نے اثرات مرتب کئے ہیں اور جن زبانوں کے ساتھ سندھی زبان کے لسانی روابط ہیں ان کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان زبانوں میں منڈاری، دراوڑی، سنسکرت، عربی، فارسی، ترکی، جپسی، یونانی، پرتگیزی، انگریزی، اردو، گجراتی، سرائیکی، پنجابی، پشتو، بلوچی اور براہوئی زبانیں شامل ہیں۔

پانچواں باب ''سندھی زبان پر تحقیق'' سے متعلق ہے جس میں ابتدا سے لیکر اب تک جتنی بھی سندھی زبان پر تحقیق ہوئی ہے اس کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ جن لسانی ماہرین نے سندھی زبان کے حوالے سے جو جو تحقیق کی ہے اُس کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں جو سرکاری اور خانگی ادارے سندھی زبان اور ادب کی ترقی اور ترویج میں کردار ادا کر رہے ہیں ان کی خدمات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔

چھٹا باب ''سندھی گرامر'' سے متعلق ہے جس میں سندھی صرف و نحو کے

بنیادی اصول مثالوں کے ذریعے بیان کئے گئے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ چند ضرب الامثال، اصطلاحات اور تشبیہات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ آخر میں سندھی لغت نویسی کی کاوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ساتویں باب میں سندھی زبان کی موجودہ صورتحال اور مستقبل کے حوالے سے مختصر احوال قلم بند کیا گیا ہے۔اس کے بعد ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں سندھی زبان پر پی ایچ ڈی کرنے والے اسکالرز کی فہرست اور سندھی زبان سیکھنے کے لیے جو کتب لکھی گئی ہیں ان کی فہرست شامل ہے۔ آخر میں ببلو گرافی دی گئی ہے۔

مذکورہ کتاب تحریر کرنے میں راقم نے حتی الوسع کوشش کی ہے۔ تاہم اس میں بہت سی غلطیاں اور خامیاں رہ گئی ہونگی۔امید کرتا ہوں کی قارئین اس کتاب کے مطالعے کے بعد ان خامیوں اور غلطیوں کی نشاندہی کریں گے۔تاکہ آئندہ کے لیے ان کی تصحیح عمل میں لائی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ آخر میں ان تمام احباب کا بالخصوص اپنے دوست علی گل سوہو کا مشکور ہوں، جن کی معاونت اور دعاؤں کے باعث اس کتاب کو مکمل کر سکا ہوں۔

سندھی زبان کا طالب علم

ڈاکٹر منظور علی ویسریو

نیپس، قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد

۳۰ اگست ۲۰۱۷ء

باب۔ا

سندھی زبان

سرزمین سندھ

سندھ دنیا کا قدیم خطہ اُرض ہے۔ یہاں سے جو قدیم آثار ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں سندھ ایک تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ خطہ تھا۔ یہاں کے لوگ پڑھے لکھے اور باشعور تھے۔ وہ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ جس کا ثبوت وہاں سے ملنے والی اشیاء، سکوں، مہروں سے ملتا ہے۔ بقول ڈاکٹر حیدر سندھی:

> ''دنیا میں جہاں کہیں سے قدیم ترین تہذیبی آثار ملے ہیں، خطۂ سندھ ان میں شامل ہے۔ یہاں کے آثار پانچ ہزار سال پرانے ہیں۔ جس کا زندہ ثبوت موئن جودڑو (لاڑکانہ سندھ) ہے۔ یہاں کے کھنڈرات سے دستیاب ہونے والی اکثر اشیاء پر ایک خاص قسم کی عبارت کندہ ہے جو کہ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہاں کے مکین بڑے مہذب ومتمدن تھے اور وہ نہ صرف خود تعلیم یافتہ تھے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں تعلیم کو اہمیت واولیت دیتے تھے۔ انھوں نے اپنی زبان کو ترقی دے کر ایک خاص قسم کا تعلیمی نظام وضع کیا تھا جس کے تحت پورے سماج میں ایک ہی طرح کی تعلیم دی جاتی اور کاروبار، تجارت اور زندگی کے ہر مرحلے میں زبان کو تحریر کی بندشوں میں لایا جاتا تھا... ''موئن جودڑو'' کے کھنڈرات سے حاصل اشیاء پر کندہ عبارت میں پوشیدہ یہ الفاظ، فقرے، الفاظ کی ادائیگی اور ان کے معانی ومفاہیم آج بھی اصل صورت میں سندھی زبان وثقافت کے پاس محفوظ وموجود اور پہلے کی طرح زبان وثقافت کا حصہ ہیں۔ لیکن سندھی سماج کے تغیر وتبدل کے متعلق معلومات، ماہرین کو اس وقت حاصل ہوں گی جب مذکورہ عبارت واضح طور پر پڑھی جائے گی۔'' (۱)

سندھ کا جغرافیہ (Geography of Sindh)

کسی علاقے کی جغرافیائی حدود وہ ہوتی ہیں جن میں وہ واقع ہوتا ہے۔ کسی ملک کا جغرافیہ اس کی ثقافت اور زبان کی ترقی و تعمیر میں اہم عنصر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ سندھ بھی ہر دور میں اپنی جغرافیہ کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ موجودہ وقت سندھ پاکستان کا ایک صوبہ ہے۔ مگر صدیوں پہلے یہ ایک بہت بڑا ملک تھا اور اس کی اراضی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بقول اعجاز الحق قدوسی:

> ”آج کل سندھ، مغربی پاکستان کا ایک جزو ہے، سندھ کا نام سن کر جو تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے، وہ اسی چھوٹے سے خطے کا تصور ہوتا ہے، جو اس وقت مغربی پاکستان کا حصہ ہے، لیکن تیرہ سو سال پہلے سندھ کا اطلاق جس علاقے پر ہوتا تھا وہ بہت لمبا اور چوڑا تھا۔ اسلام سے پہلے راجاڈاہر کی حکومت کے زمانے میں جس ملک کو سندھ کے نام سے موسوم کرتے تھے، وہ سمت مغرب میں مکران تک، جنوب میں بحر عرب اور گجرات تک، مشرق میں موجودہ مالوہ کے وسط اور راجپوتانے تک اور شمال میں ملتان سے گزر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع تھا اور عرب مورخین اسی سارے علاقے کو سندھ کہتے تھے۔“(۲)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ سندھ بہت قدیم ہے اس کے متعلق یہ بھی نہیں بیان کیا جا سکتا کہ کب سے ہے اور اس کے نام میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ اس ضمن میں قدوسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ”صرف تاریخ سے اتنا پتا چلتا ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے جب آریہ اس ملک میں آئے تو انھوں نے اس کا نام ”سندھو“ رکھا، کیونکہ وہ اپنی زبان میں دریا کو 'سندھو' کہتے تھے، ابتداً وہ اس ملک کو ”سندھو“ کہتے رہے، مگر آہستہ آہستہ وہ اسے سندھ کہنے لگے۔ یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ ہزاروں سال گزر جانے پر بھی اس کا نام سندھ ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ شروع میں آریاؤں نے سندھ کے ادھر جتنے ملک فتح کیے، انھوں نے سب کا نام سندھ ہی رکھا۔ یہاں

تک کہ پنجاب کی سرحد سے آگے بڑھ گئے، مگر نام میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ جب گنگا تک پہنچ کر رک گئے تو اس کا نام آریہ ورت رکھا، مگر ہندوستان سے باہر اس نام کو شہرت حاصل نہ ہوئی۔ ایرانیوں نے اپنے لہجے میں سندھ کو ہند کر ڈالا اور یونانیوں نے 'ھ' کو اس کے قریب المخرج حرف ہمزہ سے بدل کر اند کر دیا، رومن میں یہ لفظ اند سے انڈیا ہو گیا اور انگریزی زبان میں چونکہ 'دال' نہیں اس لیے وہ انڈیا بن گیا۔"(۳)

میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے اپنی مشہور کتاب 'تحفتہ الکرام' کے مقدمے میں سندھ کے نام پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ

"ملک سندھ کا یہ نام حام بن نوح علیہ السلام کے صاحبزادے ہند کے بھائی سندھ کے نام پر مشہور ہوا ہے۔ روئے زمین کے ممالک میں یہ تینتالیسویں ملک کا نام ہے۔ پہلی اقلیم اس کے شمال سے اور دوسری اس کے وسط سے گزرتی ہے۔"(۴)

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد صدیق شبلی لکھتے ہیں:

"عرب مؤرخین اور جغرافیہ دانوں نے دریائے سندھ کا نام مہران لکھا ہے اور یہ خالص ایرانی نام ہے"۔(۵)

سید سلیمان ندوی کے مطابق:

"مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئی ایک نام تھا۔ ہر صوبے کا نام الگ الگ تھا یا ہر ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا۔ اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریائے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے ھندھو رکھا۔ پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں "س" اور "ہ" آپس میں بدلا کرتے ہیں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ اس لیے فارس والوں نے اس

کو ہند ہو کہہ کر پکارا۔ اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا۔ عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا"۔ (۶)

موجودہ سندھ

اعجاز الحق قدوسی کے مطابق:

"سندھ کے موجودہ حدود یہ ہیں کہ اس کے شمال کی طرف پنجاب اور بلوچستان، شمال مغرب کی جانب کوہ ہالار بلوچستان سے علیحدہ کرتا ہے، مشرق کی طرف ریاست جودھپور، بہاولپور اور جیسلمیر، جنوب میں 'کچھ' کا ریگستان اور بحر عرب اور مغرب میں بحیرۂ عرب، کوہِ ہالار اور بلوچستان ہیں۔"(۷)

سندھ کا کل رقبہ ۵۴۱۲۳ میل ہے اور اس میں ۳۴۱۷ گاؤں اور شہر آباد ہیں۔ سندھ کے مشہور شہر یہ ہیں: کراچی، حیدرآباد، نواب شاہ، میرپور خاص، سکھر، لاڑکانہ، خیرپور، دادو، جامشورو، روہڑی، ٹھٹہ، شکارپور اور جیکب آباد۔ سندھ کو جغرافیائی طور پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ بالائی سندھ (شمالی سندھ) وسطی سندھ (وچولی سندھ) زیریں سندھ (لاڑ)، صحرائے تھر اور کوہستان۔

سندھی زبان کا نام

سندھی زبان کے نام کے حوالے سے مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں:

"سندھی زبان پر یہ نام" سندھ" ملک کی وجہ سے پڑا۔ اور اس پر یہ نام "سندھو" لفظ کے ذریعے پڑا۔ جو سنسکرت میں "بڑے دریا" کو کہتے ہیں"۔ (۸)

الہ بچایو سموں کے مطابق:

"سندھی زبان کا مطلب ہے وہ زبان جو سندھ ملک میں بولی جاتی ہے۔ سندھ

لفظ سنسکرتی ہے جس کے تین مطلب ہیں۔ (۱) سمندر (۲) سندھو دریا
(۳)سندھ ملک" (۹)

غلام محمد گرامی اس سلسلے میں پادری ہیرس کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"پادری ہیرس کی سَنَدَ کے مطابق دریائے سندھ کو سندھو نام آریاؤں سے بھی بہت پہلے دراوڑوں نے دیا تھا جن کی زبان میں "سند یا سندوٗ" کا مطلب تھا دریا۔ آریاؤں نے آکر اس کو "سندھ یا سندھو" کیا۔اس تصرف سے جس پوری آبادی سے یہ دریا گزرا،اس پر یہ نام پڑا 'سندھ'۔" (۱۰)

ڈاکٹر غلام علی الانا کے مطابق:

" یہ دعویٰ بالکل درست ہے کہ سندھی زبان سنسکرت سے بھی بہت پرانی زبان ہے، جو آریاؤں کے وادیٔ سندھ میں آنے سے پہلے، اسی خطۂ ارض میں سہندوی (Saindhvi)کے نام سے جانی پہچانی جاتی تھی، جس کو وہاں کے باشندے اپنے روز مرہ کے معاشرے، تہذیب اور تمدن میں استعمال کیا کر تے تھے۔ تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اسی سہندوی زبان کی مزید تین بڑی شاخیں ہو گئیں، جن میں سے وہ شاخ جو وادیٔ سندھ کے زیریں علاقے میں بولی جانے لگی اس کو سہندوی (Saindhvi)کہتے تھے جو آگے چل کے بدل کر سندھی کے نام سے مشہور ہوئی"۔ (۱۱)

ڈاکٹر حیدر سندھی اس سلسلے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"سندھی زبان اتنی ہی قدیم ہے جتنی سرزمین سندھ جس پر یہ ہزارہا سالوں سے بولی جاتی رہی ہے۔ اس سرزمین پر یہ نام " سندھو دریا Rivers) Indus)کی نسبت سے پڑا"۔ (۱۲)

مذکورہ حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ سندھی زبان پر یہ نام دریائے سندھ کی وجہ سے پڑا ہے۔

سندھی زبان کا لسانی گروہ

ماہرینِ لسانیات نے زبانوں کی عالمی تقسیم مختلف انداز اور مختلف اُصولوں پر کی ہے۔ احتشامؔ حسین کے مطابق کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ:

"دنیا کی تمام زبانیں کسی ایک زبان سے نکلی ہیں۔"(۱۳)

لیکن یہ اس لئے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ بعض زبانیں اپنی بناوٹ کی بناء پر ایک دوسرے سے اس قدر بعد رکھتی ہیں کہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ معلوم نہیں ہوتا۔ کچھ علماء نے زبانوں کی تقسیم کی ہے کہ چار، آٹھ، بارہ، چھبیس یا اس سے بھی زیادہ گروہوں میں بٹی ہوئی ہیں لیکن عموماً جس تقسیم پر جملہ علماء متفق ہیں وہ یہ ہے کہ دنیا کی جن زبانوں کا علم ہے انہیں آٹھ گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر زور بھی اسی بات پر متفق ہوتے ہوئے زبانوں کے آٹھ خاندان بتاتے ہیں ان کے مطابق:

"تاریخی اور نسلی تعلقات کے لحاظ سے دنیا کی زبانوں کو آٹھ بڑے بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں ہر خاندان واضح کرتا ہے کہ اس کے بولنے والے خاص خاص ممالک یا قبیلوں کے افراد ہیں جن میں سے بعض اس وقت ایک دوسرے سے جدا بھی ہو گئے ہیں لیکن ان کی زبانوں میں وہی قدیم اشتراک باقی ہے۔"(۱۴)

دنیا کی زبانوں کے آٹھ بڑے بڑے خاندان یہ ہیں

۱۔ سامی (Semetic) ۲۔ ہند چینی (Indo-Chinise)

۳۔ دراوڑی (Dravadian) ۴۔ مونڈا (Koal or Munda)

۵۔ افریقہ کی بانتو (Bantu) ۶۔ امریکی (American)

۷۔ ملایا (Maley) ۸۔ ہندیورپی (Indo-European)

دنیا کی زبانوں کا آخری مگر سب سے اہم خاندان ہندیورپی (Indo-European) ہے۔

ہندیورپی : (Indo-European)

یہ خاندان السنہ سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ اس میں اکثر ایسی زبانیں داخل ہیں جو اپنے ادبی اور علمی ذخیروں کے لحاظ سے دنیا کی سب سے اعلیٰ زبانیں کہلائی جاسکتی ہیں۔ ان زبانوں کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اجزا ایک دوسرے سے گھل مل جاتے ہیں اور ان میں اس قدر تغیر و تبدل پیدا ہو جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک ہی لفظ مختلف شکلوں اور متعدد معنوں میں مستعمل نظر آتا ہے۔ یہ خاندان دنیا کے وسیع اور زیادہ علاقے پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں ایشیاء اور یورپ کی بہت سی زبانیں شامل ہیں۔ مثلاً: سنسکرت، فارسی، لاطینی، یونانی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اٹالوی وغیرہ۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری نے ہندیورپی خاندانوں کی زبانوں کی آٹھ شاخیں بیان کی ہیں۔ جو یہ ہیں:

"۱۔ ہندایرانی یا آریائی۔	۲۔ ارمنی۔	۳۔ بلقان سلانی
۴۔ البانوی	۵۔ ہیلینی۔	۶۔ اٹالوی۔
۷۔ کیلٹک۔	۸۔ ٹیوٹونی" (۱۵)	

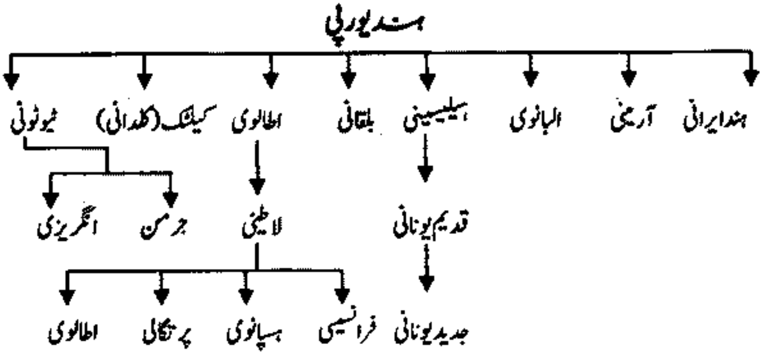

ہندیورپی خاندان کی شاخ

ڈاکٹر زور ہندیورپی خاندان کی شاخ ہندایرانی کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہندیورپی خاندان کی آٹھ شاخوں میں سے ایک شاخ ہندایرانی ہے۔ جس کا تعلق ہندوستان کی زبانوں سے ہے۔ ہندایرانی کی بھی تین شاخیں ہیں۔
ا۔ایرانی۔ ۲۔پشاچہ۔ ۳۔ہندآریائی۔'' (۱۶)

هند ایرانی خاندان

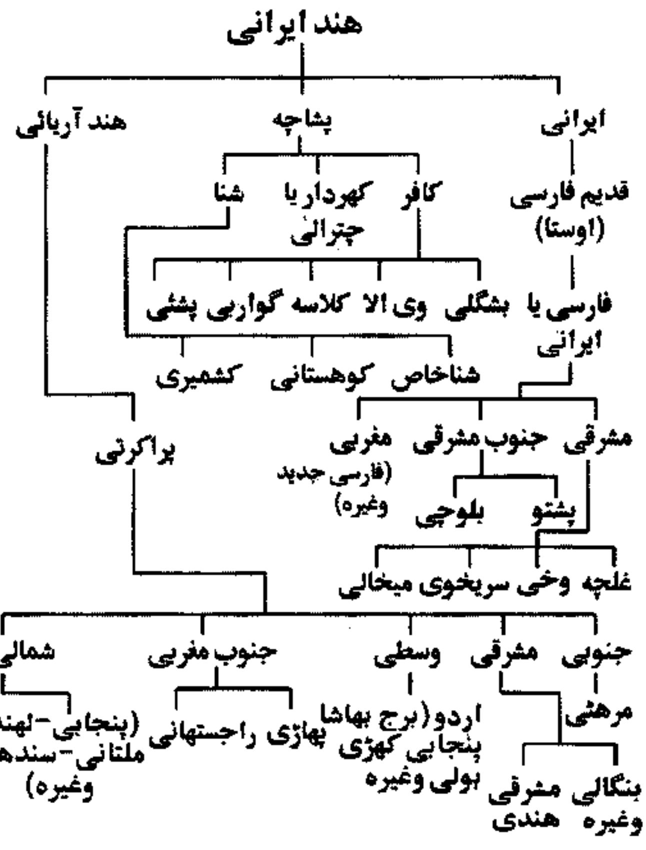

مزید ڈاکٹر زور ہند ایرانی کی تینوں شاخوں کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

ا۔ ایرانی: ایرانی خاندان کی زبانیں متعدد ہیں۔ ہند ایرانی خاندان کی زبانوں کا نقشہ ملاحظہ کیجیے، جس کے مطالعے سے اس خاندان کی مختلف زبانوں کے تعلقات واضح ہو سکیں گے۔

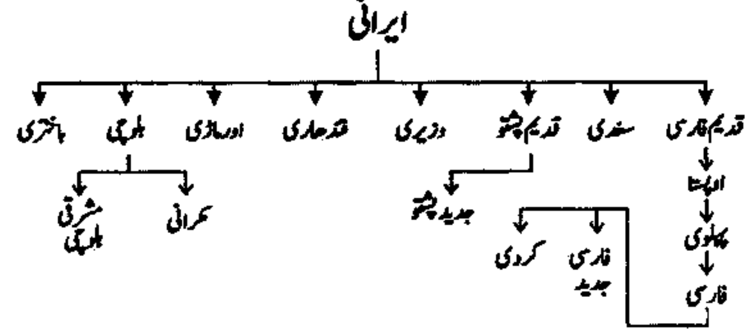

۲۔ پشاچہ: پشاچہ خاندان کی زبانیں ہندوستان کے انتہائی شمال مغربی سرحدی مقامات پر بولی جاتی ہیں۔ ذیل میں پشاچہ خاندن کی زبانوں کا نقشہ ملاحظہ کیجئے:۔

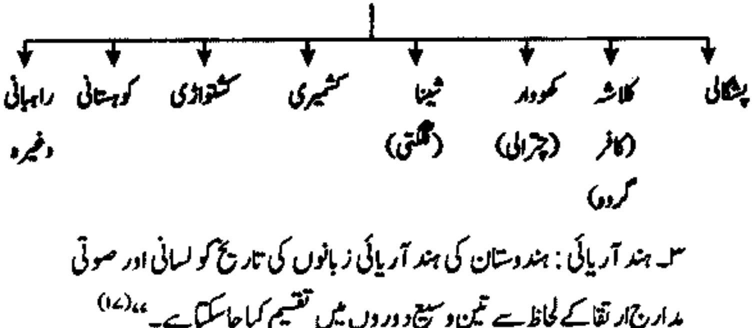

۳۔ ہند آریائی: ہندوستان کی ہند آریائی زبانوں کی تاریخ کو لسانی اور صوتی مدارج ارتقا کے لحاظ سے تین وسیع دوروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔"(۱۷)

احتشام حسین جدید ہند آریائی زبانوں کے حوالے سے لکھتے ہیں

"ان تین ادوار میں جدید ہند آریائی اس کا آخری دور ہے جس کا سلسلہ تقریباً ۱۰۰۰ء سے شروع ہو کر جدید ہند آریائی سے آ ملتا ہے۔ جدید ہند آریائی زبانوں کو ان کے جغرافیائی علاقوں کے لحاظ سے پانچ یا چھ گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔"(۱۸)

گریئرسن (Grierson) اور ڈاکٹر زور نے انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن ڈاکٹر سونتی کمار چٹرجی نے ان جدید زبانوں کے چھ حصے کئے ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر زور کی "ہندوستانی لسانیات" سے ان پانچوں شاخوں کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

وہ پانچ شاخیں یہ ہیں:

۱۔ شمال مغربی ۲۔ جنوب مغربی ۳۔ وسطی
۴۔ مشرقی ۵۔ جنوبی

(ا) شمال مغربی:

اس گروہ میں مغربی پنجابی لہندا، مشرقی پنجابی، سندھی اور کچھی زبانیں شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب بھی اس گروہ کی شاخ "سندھی" زبان کے متعلق ہے۔ ذیل میں شمال مغربی گروہ کی زبانوں کا نقشہ دیا جاتا ہے۔

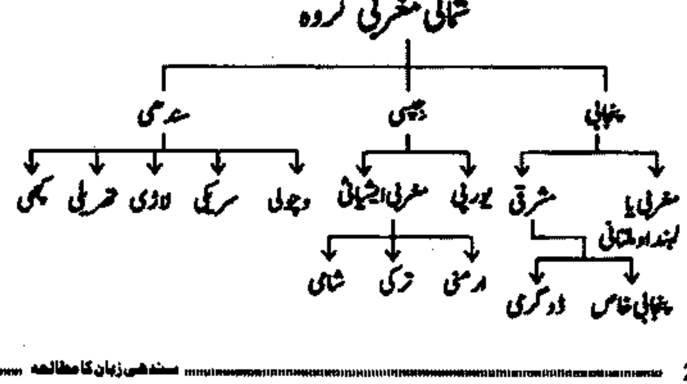

(۲) جنوب مغربی:

اس گروہ میں راجستانی اور پہاڑی گروہ کی بولیاں شامل ہیں۔ جنوب مغربی گروہ کی زبانوں کا نقشہ ملاحظہ کیجئے۔

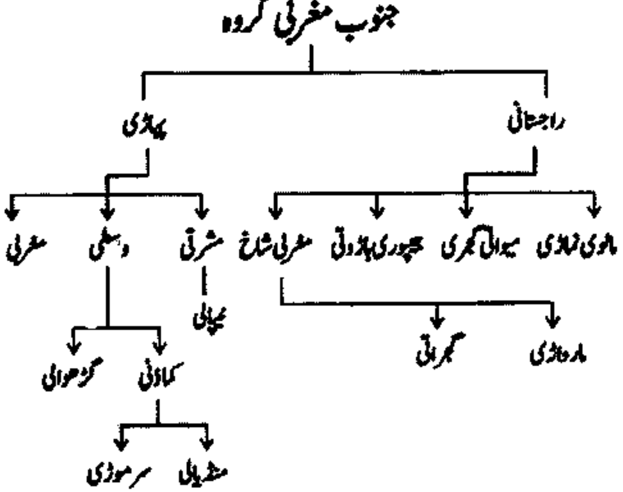

(۳) وسطی:

وسطی ہند آریائی زبان کا عام نام "مغربی ہندی" ہے اس کی پانچ شاخیں ہندوستانی، بانگرو، برج بھاشا، قنوجی اور بندیلی ہیں۔ ذیل میں وسطی گروہ کی زبانوں کا نقشہ دیا جاتا ہے۔

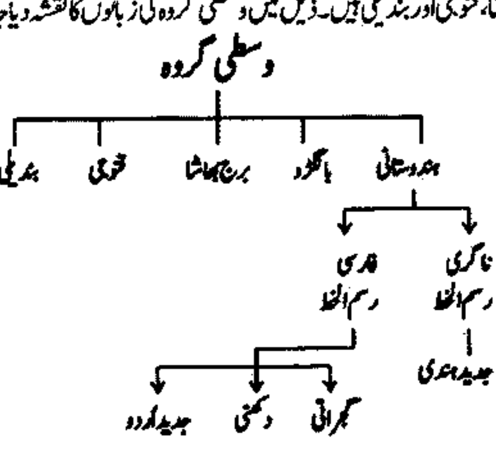

(۴) مشرقی:

مشرقی گروہ کی دو شاخیں ہیں۔ i- مشرقی ہندی ii- مگدھی
مشرقی گروہ کی زبانوں کا نقشہ کچھ اس طرح ہے:

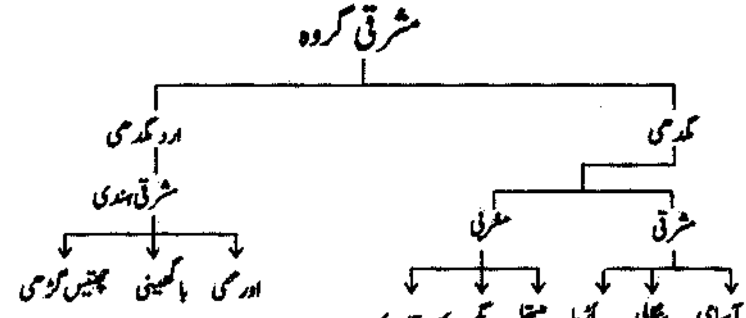

(۵) جنوبی:

جنوبی گروہ ہند آریائی زبانوں کی آخری شاخ ہے۔ اس میں صرف مرہٹی اور اس کی تین بولیاں شامل ہیں۔ جنوبی گروہ کی زبانوں کا نقشہ کچھ اس طرح بنتا ہے:

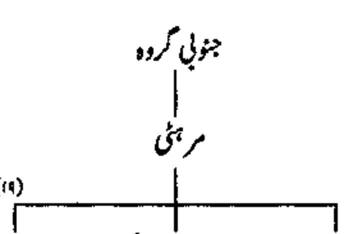

سندھی زبان کا ماخذ

ہندوستان کے طول و عرض میں ہزاروں برسوں سے ہزار ہا زبانیں اور بولیاں بولی جاتی رہی ہیں جن میں سے سینکڑوں زبانیں باہمی اختلاط کی وجہ سے ایک دوسرے میں مدغم ہوتی چلی گئی ہیں یا ابتدائی زمانہ سے اس حد تک تبدیل ہوتی چلی گئی ہیں کہ انھیں ایک نئی زبان

ہی کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ بے شمار زبانیں ایسی بھی رہی ہوں گی جو وقت کے سیلابی دھاروں میں غرقاب ہو چکی ہیں کہ اب ان کے آثار محض آثار قدیمہ کے ماہرین کی توجہ کا مرکز بن کر رہ گئے ہیں۔ زبانوں کی یہ جدلیات دراصل انسانی معاشروں کی تحرک پذیری، تعمیر اور تبدیلیوں ہی کی مرہونِ منت رہی ہے۔ سندھی زبان اتنی ہی قدیم ہے جتنی سرزمینِ سندھ، جس پر یہ ہزارہا سالوں سے بولی جاتی رہی ہے۔ سندھی زبان کے ارتقائی سفر کی متعلق سر جان بیمز نے اپنی کتاب "Comparative Grammer of Modern Aryan Languages of India" (ہندستان کی جدید آریائی زبانوں کی گرامر کا تقابلی جائزہ) میں ہندوستان کی جدید آریائی زبانوں کے اُبھرنے کے زمانے کا تعین کرتے ہوئے ہر ایک زبان کا الگ الگ احوال بیان کیا ہے۔ سندھی کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "Sindhi having very little literture and no fix system of writing remaining a mystry. It's rise and developments were independent of all the other languages. I can not determine it's place in the sequence."[20]

> ترجمہ: ''سندھی محدود ادبی ذخیرہ رکھتی ہے اور اس کا کوئی مخصوص و متعین رسم الخط بھی نہیں ہے لیکن اس کا ارتقائی سفر دوسری زبانوں سے ماورا رہا ہے۔ چنانچہ میں اس کے وجود میں آنے کے زمانے کا تعین کرنے سے قاصر ہوں''۔

مذکورہ بالا اقتباس سے سندھی زبان کی قدامت کے بارے میں پائے جانے والے احساس کو تقویت ملتی ہے۔ سندھی زبان کے ماہرین اور محققین سندھی زبان کے ارتقا پر واضح طور پر گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ایک گروہ سندھی زبان کو سنسکرت، قدیم پراکرت وغیرہ کی زائیدہ بتاتا ہے جب کہ دوسرا گروہ سندھی زبان کو سنسکرت سے بھی قدیم تر اور اپنی ذات میں مکمل زبان ٹھہراتا ہے اور سنسکرت اور سندھی کو ایک ہی ماخذ کا زائیدہ جانتا ہے۔ تیسرا گروہ اس

خیال کا حامی ہے کہ سندھی زبان کسی قدیم سومیری، عبرانی یا مغرب سے آئی ہوئی زبان سے نکلی ہے اور اس کی ساخت اور صوتیات سنسکرت کی ساخت اور صوتیات سے مختلف ہے۔ ان تمام گروہوں کے سندھی زبان کی ارتقا کے حوالے سے نظریات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا نظریہ

"سندھی زبان سنسکرت سے نکلی ہے اور اسی کی ایک شاخ ہے"۔

یہ نظریہ مغربی محققین ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرمپ، گریئرسن، جان بیمز وغیرہ نے پیش کیا اور سندھی زبان اور سنسکرت کے الفاظ اور لسانی خصوصیات میں مطابقت دکھائی۔ سندھی محققین مرزا قلیچ بیگ، ڈاکٹر ہوتچند مولچند گربخشانی، کاکو بھیرو مل آڈوانی، حکیم فتح محمد سیوہانی وغیرہ نے اس نظریے سے اتفاق کیا اور اسے اپنے مقالات اور کتابوں میں پیش کیا۔ اس نظریے کے مطابق دوسری جدید ہند آریائی زبانوں کی طرح سندھی بھی اصلاً آریائی زبان ہے۔ یہ ان آریہ قبائل کی زبان سے ارتقا پاکر اپنے موجودہ روپ تک پہنچی ہے جو ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح میں آکر سندھو ندی کی وادی میں آباد ہو گئے تھے۔ دوسری زبانوں کی طرح یہ بھی قدیم ہند آریائی، درمیانی ہند آریائی اور آخری ہند آریائی کے ادوار سے گزرتی ہوئی یا دوسرے الفاظ میں قدیم پراکرت یا سنسکرت پراکرت اور اپ بھرنش کے مدارج طے کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچی جہاں اسے سندھی زبان کہہ کر پکارا جانے لگا۔

جان بیمز "بول چال کی سنسکرت (Spoken Sanskrit) "کو آریائی ہندوستان کی زبانوں (بشمول سندھی) کا سر چشمہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر ٹرمپ جنھوں نے "سندھی گرامر" جیسی بیش بہا کتاب لکھی ہے۔ وہ سندھی کو خالص سنسکرتی زبان بتاتا ہے۔ بقول اس کے:

> "The Sindhi is a pure Sanskarital language, more free from foreign element than other of the North-Indian vernaculars."(21)

محمد صدیق میمن لکھتے ہیں:

"جس طرح ہندوستان کی پراکرت بولیوں کی ماں سنسکرت شمار کی جاتی ہے اسی طرح سندھی بولی بھی اصل میں سنسکرت کی بیٹی ہے۔"(۲۲)

سندھ کے مشہور مصنف مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں:

"زبانوں کے شجرے کے مطابق سندھی زبان آریوں کی قدیم اور شریف زبان کے خاندان سے ہے۔۔۔اس شجرے کے پیش نظر سندھی زبان پراکرت کی بیٹی ہے اور سنسکرت کی نواسی ہے۔"(۲۳)

سندھی زبان کے معروف محقق بھیرومل مہرچند آڈوانی لکھتے ہیں:

"سندھی اور دوسری ایسی زبانیں جو سنسکرت سے مشتق ہو کر نکلی ہیں، وہ بگڑی ہوئی پراکرت بولیاں ہیں۔ لیکن اگر انھیں بگڑی ہوئی سنسکرت کہا جا ئے تو بھی روا ہے، اس لیے کہ ان کی بنیاد سنسکرت ہی ہے"۔(۲۴)

اس کے بعد بھیرومل سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش اور سندھی کا ایک ایک جملہ نقل کر کے موازنہ کرتے ہیں:

سنسکرت: ہے راجن، ایشھ برہمن کتھم سکش بھوشی۔

پراکرت: ہے رابن، انسو بمہن کدھن سہر وبھو تسدی۔

اپ بھرنش: ہے راء، یہ بمبمن کم سکھڑیو ہوسئ۔

سندھی: ھي راءِ، اھو ٻانڀڻ ڪيئن سکي ھوندو۔

(اردو: اے راؤ! یہ برہمن کیسے سکھی ہو گا)

اس کے علاوہ سندھی میں بہت سے ایسے الفاظ شامل ہیں جو سنسکرت زبان سے لیے گئے ہیں۔ان میں سے چند الفاظ یہ ہیں:

سنسکرت	سندھی	اردو
ریشمی	رسي	رسی
ھستک	هٿ	ہاتھ
کاشٹ	ڪاٺ	لکڑی
دنت	ڏند	دانت

اور اس سے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے:

> ''اس ایک ہی مثال سے معلوم ہو جائے گا کہ سندھی جملوں کی بناوٹ سنسکرت جیسی ہے اور ان میں الفاظ بھی وہی سنسکرت والے کام آئے ہیں، صرف تلفظ تھوڑا بدلا ہوا ہے۔''(۲۵)

جب چند اور محققین کو سندھی اور سنسکرت میں مزید مماثلت ملی تو انہوں نے بھی مذکورہ رائے کے حق میں فیصلے دیتے ہوئے کہا کہ سندھی اور سنسکرت کے مابین ماں بیٹی کا رشتہ موجود ہے۔ ماہرین کو سندھی اور سنسکرت دونوں میں ماں بیٹی کا رشتہ اس لیے نظر آیا کہ انھیں ان دونوں کی گرائمر، لغوی اور صوتی خصوصیات میں یکسانیت دیکھنے میں آئی۔ دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ علم لسانیات کو اس وقت تک سائنسی علوم کا درجہ حاصل نہیں تھا اور اس کی تحقیق محض تقابل تک ہی محدود تھی۔ اس لیے مشترکہ لغوی ذخیرے اور چند لسانی خوبیوں کی موجودگی کے باعث یہ دیکھے بغیر کہ کون سی زبان عمر میں کس سے کتنی بڑی ہے، جس کا چھوٹی پر اثر ہوا اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔

مذکورہ نتائج کا کمزور پہلو یہ ہے کہ نتائج حاصل کرتے وقت آریاؤں کی آمد سے پہلے کی زبان کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا گیا۔ مروجہ سندھی اور سنسکرت سے جامع موازنہ کرتے وقت نہ حتمی فیصلہ پیش نظر رکھا گیا اور نہ ہی سنسکرت اور اس زبان کا تقابلی جائزہ لیا گیا جو آریاؤں کے سندھ میں داخل ہونے سے قبل یہاں رائج تھی۔ مذکورہ فیصلے میں نہ عمرانی علوم کا کوئی تجزیہ شامل تھا اور نہ ہی آثار قدیمہ پر ہونے والی تحقیق کا کوئی نتیجہ زیر غور لایا گیا۔ اس سلسلے میں

ڈاکٹر حیدر سندھی ماہر لسانیات "فتنل" کا حوالہ دیکر مذکورہ نظریے کو رد کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"سنسکرت کسی پراکرت کی بنیاد نہیں۔ دراصل پراکرت کی بنیاد وہ عوامی زبان ہوگی جسے عوام اپنے کاروبار حیات میں استعمال کرتے ہوں گے۔ فتنل مزید لکھتے ہیں کہ "سنسکرت کسی بھی دور میں برصغیر یا اس کے کسی حصے کی عوامی بول چال کی زبان رہی ہی نہیں۔ لہٰذا یہ سندھی زبان کو جنم نہیں دے سکتی۔"(۲۶)

دوسرا نظریہ

"سندھی سامی صفت زبان ہے"

سندھی سامی صفت زبان ہے۔ یہ نظریہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے پیش کیا ہے اور قدیم عراق اور عرب ممالک کا سندھ کے ساتھ تجارتی، ثقافتی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی تعلقات کی تفصیل بیان کر کے ثابت کیا کہ قدیم دور میں سندھ میں جو سندھی زبان رائج تھی، وہ سامی زبانوں کے خاندان سے تھی۔ بقول میمن عبدالمجید سندھی کہ مولانا ابوالجلال ندوی نے بھی موئن جودڑو کی مہروں پر تحقیق کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ:

"سندھ کی قدیم زبان، جو سندھی مہروں پر تحریر ہے، سامی زبانوں کے خاندان سے تھی۔ سامی گروہ کی چند زبانیں دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے کناروں پر قدیم عہد میں آباد بابلی اور سمیری اقوام بولتی تھیں۔ ان اقوام کے دریائے سندھ کے کناروں پر مقیم لوگوں سے بہت مدت سے مذہبی، تمدنی اور تجارتی تعلقات چلے آرہے تھے۔ تحقیق نے یہ تک ثابت کیا ہے کہ سندھ، عراق اور بابل کے لوگ سمندری اور خشکی کے ذریعے ایران اور سیستان آتے جاتے اور باہمی تجارتی تعلقات برقرار رکھے ہوئے تھے۔"(۲۷)

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ اس مفروضہ کو رد کرتے ہیں کہ سندھی زبان براہِ راست سنسکرت سے پیدا ہوئی ہے۔ ان کے خیال میں اس غلط فہمی کے تین اسباب ہو سکتے ہیں جن کو میمن عبدالمجید نے یوں بیان کیا ہے:

"۱۔ لسانیات کے یورپی علماء اپنی ابتدائی اور اجنبی تربیت کے مطابق اس امر کے زیر اثر رہے کہ ہندوستان کی تمام زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں اور ان کے اسی وہم نے ہندوستانی زبانوں کی تحقیق پر اثر ڈالا۔ اُنھوں نے یہاں کی ہر زبان کو سنسکرت کے عکس میں دیکھنے کی کوشش کی اور سنسکرت کے وہ الفاظ جو پراکرت کے ذریعے سندھی میں شامل ہو گئے تھے ان کی بناپر سندھی زبان کو سنسکرت کی پیدائش قرار دے دیا۔ سندھی صرف و نحو کی جداگانہ پیچیدہ بناوٹ، جس نے سندھی زبان کو سنسکرت اور اس کی بیٹیوں اور پوتیوں پر ممتاز درجہ عطا کیا ہے۔ ایک جداگانہ حیثیت اور مستقل حیثیت دلائی۔ اس کی انفرادی خصوصیات کو یورپی محققین نے مستثنیات کے نام سے ٹال دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان محققین نے جو دلائل سندھی کے سنسکرت نژاد ہونے کے متعلق پیش کیے ہیں، ان میں سے بعض تو ظنّی ہیں اور باقی جو علمی ہیں وہ بھی نقد و نظر کے محتاج اور مزید تحقیق کے طالب ہیں۔

۲۔ یہاں کے اکثر ہندو مورخین نے بھی ان یورپی محققین کے اس خیال کی تائید کی۔ ہندو مورخین کی تحریروں کو صرف تبلیغی حیثیت دی جا سکتی ہے نہ کہ علمی و تحقیقی۔

۳۔ ہمارے ملک میں عربی زبان باہر سے آئی، اس لیے یہ یقین کر لیا گیا کہ سندھی زبان سنسکرت سے ہی پیدا ہوئی ہے۔"(۲۸)

حیدر سندھی کے بقول سندھی زبان کی اصل کا کھوج لگانے والے ماہرین نے جب اس کے ذخیرہ الفاظ کا تجزیہ کیا، تو اس طرح کے الفاظ انہیں سامی زبانوں میں بھی مستعمل نظر

آئے، اس طرح انہیں وادیٔ سندھ کی زبان اور سامی زبانوں میں گہری قربت دکھائی دی۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ:

> ''ہو سکتا ہے کہ تمدن سندھ کے وارث، تاریخ سے پہلے کسی ایسے لسانی سلسلہ کی زبان بولتے ہوں، جو قدیم عراق کی سمیری تہذیب کے خالق بولتے رہے۔ لہٰذا قدیم سندھی اور قدیم سمیری لوگوں کی زبان کا کوئی ایک ہی منبع رہا ہوگا''۔ (۲۹)

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ''سندھی بولی ائیں ادب جی مختصر تاریخ'' میں سندھی زبان کی ساخت پرداخت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے:

> ''مندرجہ بالا تجزیے اور تصنیف، دلیلوں اور مثالوں کی بِنا پر ہم اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سندھی زبان براہ راست سنسکرت سے نہیں نکلی ہے بلکہ سنسکرت سے بھی قبل وادیٔ سندھ میں بولی جانے والی قدیم زبان ہے۔ لہٰذا، کشمیری اور شمالی سندھ کی دراوڑی زبانیں اس کی بہنیں ہیں لیکن ساخت اور تاریخی ارتقا کے حوالے سے وہ برعظیم کی دوسری ہندآریائی زبانوں سے نرالی ہے، اس لیے کہ اِن کی تشکیل اور نشوونما میں ہندایرانی اور مغرب سے داخل ہونے والی دوسری زبانوں کو دخل ہے''۔ (۳۰)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''سندھی اس دراچڈ اپ بھرنش سے نہیں نکلی، جس کا ابتدائی نحویوں نے ذکر کیا ہے سندھی کا خمیر سندھ کی سرزمین میں تیار ہوا، اس کی اصل اس کا اپنا موروثی سرمایہ ہی ہے، جس کی تاریخ سنسکرت سے پہلے والی پروٹو پراکرت یا ابتدائی پراکرت تک پہنچتی ہے۔''(۳۱)

تیسرا نظریہ

''سندھی سنسکرت کی ماں ہے''

یہ نظریہ سراج الحق میمن نے اپنی تصنیف ''سندھی بولی'' میں پیش کیا۔ جس میں سندھی کی اصل کے متعلق انہوں نے لکھاہے کہ:

> ''اگر سندھی میں سنسکرتی الفاظ کی موجودگی سے سندھی کو اس کی بیٹی بنایا جا سکتا ہے تو سنسکرت بھی ایسے بے شمار سندھی الفاظ کی مقروض ہے۔ لہذا یہ کیوں نہ کہا جائے کہ سنسکرت، سندھی کی بیٹی ہے''۔ (۴۲)

اُنہوں نے عربی اثرات کی بناپر سندھی کو سامی زبانوں کے صف میں کھڑا کرنے والوں کو بھی تاریخ سے جواب تلاش کر کے دیا اور ثابت کیا کہ اسلام سے صدیوں پہلے سندھ کے عربستان، مصر، شام، عراق اور عربوں کی مختلف حیثیت میں یہاں آمد کے بعد مزید تعلقات مستحکم ہوئے۔ اِس استحکام کو اگرچہ عربی کے مذہبی ناطے نے مزید پختہ کیا، لیکن یہی سارے عوامل نہیں ہیں جنہیں بنیاد بنا کر سندھی کو سامی زبانوں کا کوئی رشتہ دار ثابت کیا جائے۔ سراج نے اپنی کتاب ''سندھی بولی'' کے دیباچے میں مزید لکھا کہ:

> ''سندھی زبان کی تاریخ سنسکرت سے زیادہ قدیم ہے اور ایک طرح سے سنسکرت زبان اور اس سے وابستہ تہذیب و تمدن سندھ کی تہذیب و تمدن سے پیدا ہوئے ہیں۔ بے شک سندھی اور سنسکرت میں ایک تعلق موجود ہے لیکن یہ تعلق اس سے مختلف ہے جس کا بالعموم اظہار کیا جاتا ہے۔ اگر سندھی زبان میں سنسکرت کے بعض الفاظ شامل ہو گئے ہیں تو اسی طرح کا قرض سنسکرت زبان پر سندھی کا بھی ہے کہ سنسکرت پیدا ہی سندھی زبان سے ہوئی ہے، اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ طور پر''۔ (۴۳)

سراج الحق مرحوم نے بہت تفصیلی بحث سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سندھی اور سنسکرت ایک ہی مادے سے پیدا ہوئی ہیں اور سندھی زبان نے سنسکرت پر زیادہ اثرات مرتب کیے ہیں، بہ نسبت ان اثرات کے جو سنسکرت نے سندھی زبان پر مرتب کیے ہیں۔ اُنھوں نے موئن جو دڑو کی بعض مہرون کی توضیح پیش کر کے بتایا ہے کہ ان مہروں پر کندہ تصویریں وادیٔ سندھ میں رائج قدیم بولیوں اور سنسکرت کی بعض علامتوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اپنی تصنیف "سندھی ادب کی مختصر تاریخ" میں مختلف ماہرین لسانیات کی مستند آراء کی بنیاد پر سندھی زبان کے قدیم اور اپنی اصلیت پر قائم رہنے کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانے کی اتھل پتھل کے باوجود سندھی زبان نہ صرف معدوم نہیں ہوئی بلکہ اس نے بڑی حد تک اپنی اصل ہیئت کو برقرار رکھا ہے۔ اس ضمن میں وہ پروفیسر لیلور چندانی کی تحقیق کا حوالہ دیکر یوں لکھا ہے:

"یہ بات صاف اور واضح ہے کہ زبان کی ہیئت میں کوئی قابل ذکر تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور سندھی زبان صدیوں سے اپنی اصل صورت میں موجود ہے"۔ (۳۴)

چوتھا نظریہ

"قدیم سندھی زبان، دراوڑی زبانوں کے خاندان سے تھی۔"

سندھی کی اصل معلوم کرنے کے لیے نئے سرے سے کوششیں ہوئیں۔ ان کوششوں میں آثارِ قدیمہ، سندھی علم اللغات، علم اللسان، علم الانسان اور زبانوں کے صوتی، صرفی اور نحوی نظاموں کی افادیت اور اہمیت کو پیشِ نظر رکھا گیا اور جدید تحقیق کی تکنیک استعمال کی گئی۔ سندھی، سنسکرت، عربی اور دراوڑی زبانوں کا تقابلی جائزہ بھی انہی دنوں میں کیا گیا۔ جہاں سے جو نتائج سامنے آئے اِن کو ڈاکٹر حیدر سندھی یوں بیان کرتے ہیں:

''ا۔ وادیٔ سندھ اور دنیا کے قدیم تہذیبی مرکز موئن جودڑو کے مکین جو زبان بولتے تھے اس کے کچھ سابقے دراوڑی میں بھی ہیں۔

۲۔ دراوڑی اور موجودہ سندھی کے صرفی و نحوی اور صوتیاتی نظاموں میں کافی حد تک مماثلت ہے۔

۳۔ سندھی اور داوڑی کی صوتی، صرفی اور نحوی ساخت میں کافی حد تک یکسانیت ہے۔

تحقیق کی نئی تکنیک کی رُو سے حاصل ہونے والے ان نتائج نے یہ بھی ثابت کیا کہ دراوڑی میں سندھی اثرات موجود ہیں اور سندھی پر دراوڑی رنگ غالب ہے۔ جس سے اس بات کی نشاندہی بھی ہوئی کہ وہاں دراوڑوں کی آمد سے پہلے جو لوگ آباد تھے وہ دراوڑی نہیں، کوئی دوسری زبان بولتے تھے جس کا رنگ دراوڑی، سندھی اور براہوئی میں دکھائی دیتا ہے اور وہی رنگ سندھی میں بھی نظر آتا ہے جو کہ اس کا اپنا ہے۔ باالفاظ دیگر یہی وہ زبان تھی جو دراوڑ قبائل کی آمد سے بھی پہلے وادیٔ سندھ کے لوگ بولتے تھے۔ اسی زبان کو ماہرین نے پروٹو دراوڑی (Proto Dravidian) کا نام دیا ہے۔ اور اسی کو وادیٔ سندھ کی زبان ہونے کا شرف حاصل ہے۔''(۳۵)

سندھی اور دراوڑی کا تقابل کرنے سے بھی جن الفاظ کا بہت بڑا ذخیرۂ الفاظ دریافت ہوا، ان کی وارث بھی سندھی زبان کے سوائے اور کوئی زبان نہیں ہو سکتی۔ اس ذخیرۂ الفاظ کے متعلق ماہرین کا فیصلہ ہے کہ یہ سندھی کے اپنے اصلی اور دیسی (Indiginious) الفاظ ہیں یہ الفاظ دورِ حاضر کی سندھی میں بھی پہلے کی ادائیگی، تلفظ اور معنی کے ساتھ مروج ہیں۔

پانچواں نظریہ

"سندھی برصغیر کی قدیم زبان ہے"

یہ نظریہ ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب بعنوان "سندھی بولی جو بن بنیاد" میں پیش کیا۔ ان کے مطابق سندھی قدیم زبان ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں اب تک کے پیش کردہ نظریات پر الانا صاحب نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور اس تحقیق سے متعلق سید مظہر جمیل اپنی رائے یوں پیش کرتے ہیں:

> "سندھی زبان کا تعلق کسی سومیری یا عبرانی زبان سے رہا ہے بلکہ وہ اس خیال کے ہیں کہ سندھی زبان میں لفظوں کی ساخت سنسکرت میں پائی جانے والی ساخت سے قریب تر ہے۔ لیکن اس کی مخصوص صوتیات سندھی زبان کو جداگانہ افتخار بھی دیتی ہیں۔"(۳۶)

الانا صاحب مزید اپنے مؤقف کو اپنی ایک اور کتاب "سندھی لنگنافون" میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں:

سندھی زبان برصغیر کی ایک قدیم زبان ہے، جس کی جڑیں اور بنیاد وادیٔ سندھ کی قدیم تہذیب میں ثابت کرنے کے سلسلے میں کوششیں جاری ہیں، ماہرین کی رائے میں وادیٔ سندھ کی تہذیب کہیں باہر سے درآمد نہیں ہوئی بلکہ ابتدا ہی سے اس تہذیب کے لوگ، اسی خطۂ زمین کے رہنے والے ہیں اور زمانۂ قدیم سے یہاں رہتے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دعویٰ بالکل درست ہے کہ:

> "سندھی زبان سنسکرت سے بھی بہت پرانی زبان ہے جو آریاؤں کی وادیٔ سندھ میں آمد سے پہلے، اسی خطۂ ارض میں "سہندوی" کے نام سے جانی پہچانی جاتی تھی، جس کو وہاں کے باشندے اپنے روزمرہ کے معاشرے تہذیب اور تمدن میں استعمال کیا کرتے تھے۔"(۳۷)

ڈاکٹر حیدر سندھی بھی بالکل اسی نظریے کی تائید کرتے ہوئے اپنی تحقیقی کتاب ''سندھی زبان وادب'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''راقم الحروف بھی اپنے تحقیقی مقالے میں اس بات کے حق میں منطقی انداز اختیار کرتے ہوئے ثابت کر چکا ہے کہ سندھی کوئی باہر سے آنی والی زبان نہیں بلکہ سرزمینِ سندھ کی اپنی اصلی اور فطری زبان ہے۔''(۳۸)

سندھی کی اصل نسل پر بھارت کے ڈکٹر ایل۔ایم خوبچندانی، ڈاکٹر مرلی دھر جیٹلے اور پوپٹی ہیرانندانی وغیرہ جیسے ماہرین و محققین نے بھی قابل قدر کام کیا ہے۔ان کی رائے میں بھی سندھی ایک خود مختار زبان ہے جس کا ماخذ سندھی پراکرت ہے۔چونکہ تمام رائج دیسی زبانوں کو پراکرت کا ہی نام دیا گیا، اس لیے سندھی کا جس پراکرت سے تعلق تھا، اس کی وضاحت اس وقت سامنے آئی، جس وقت محققین سندھ کے حسب ونسب کا کھوج لگانے کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔اُنہوں نے سندھی زبان کی ساخت، الفاظ، الفاظ کا استعمال، دوسری زبانوں کے الفاظ مستعار نے اور انہیں اپنا بنا کر ادا کرنے کے اصولوں کا مطالعہ کیا اور گرائمری قوائد، سندھی قوائد کی تراکیب کو پیش نظر رکھ کر سندھی زبان کی سماجی حیثیت اور سندھی لسانیات کا دیگر سماجی علوم کے پس منظر کا تجزیہ کیا اور وہ بھی اس نتیجے پر پہنچے کہ سندھی، وادیٔ سندھ کی اپنی، اصلی اور خود مختار زبان ہے جسے قبل از تاریخ سندھوی یا سندھوئی کہا جاتا ہو گا۔

ڈاکٹر حیدر سندھی کے مطابق روسی اور فنس ماہرین نے قدیم آثار سے ملنے والی اشیاء کی عبارت سے کوئی سو کے قریب سندھی الفاظ پڑھ لیے ہیں جن کی صوتیات، ادائیگی اور معنی آج بھی سندھ میں مروج ہیں، اس کے علاوہ عدد شماری، عدد قطاری، تجنیس، تذکیر وتانیث کی پہچان بھی کر لی ہے۔اس مطالعہ کے بعد اُنہوں نے سندھی زبان کو اس خطے کی اپنی اور اصلی زبان بتایا ہے۔ جسے دیگر ماہرین نے ''دراوڑی سے پہلے کی زبان Proto '' (Dravidian کا نام دیا تھا۔ سندھی زبان پر تحقیق کرنے والے بعض جدید ماہرین نے

مذکورہ رائے کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

> ''سندھی ایک خود مختار زبان ہے جس کا جنم اس قدیم زبان سے ہوا ہے جو دراوڑی سے پہلے وادیٔ سندھ میں رائج تھی''۔ (۳۹)

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سندھی زبان کوئی باہر سے آنے والی یا کسی دوسری زبان سے جنم لینے والی نہیں بلکہ وادیٔ سندھ میں پروان چڑھنے والی زبان ہے جو زندہ زبان کے طور پر اپنے بولنے والوں کے ہم راہ زمانے کے نشیب و فراز سے ہمکنار ہوتی ہوئی اور اپنے آپ کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرتی ہوئی دورِ حاضر تک پہنچی ہے۔

ذخیرۂ الفاظ

کسی زبان کی اصل یا ماخذ جاننے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا زبان کے سرمایہ الفاظ اس قابل ہیں کہ زبان کے ماخذ کے سلسلے میں زیرِ بحث آئیں۔ کسی زبان کا ماخذ دریافت کرنا ہو تو زبان کے عام ڈھلے ڈھلائے مفرد یا مرکب الفاظ کو، جو زبان کے ڈھانچے یا کینڈے کے لئے اوپری منڈھی ہوئی کھال یا جھلی کی سی حیثیت رکھے ہیں، نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں دیکھنا ہوتا ہے کہ کون سے الفاظ کس زبان کے ہیں اور آس پاس کی کس قدیم زبان کے بنیادی سرمایہ سے ماخوذ ہیں۔ شوکت سبزواری نے 'اردو لسانیات' میں اردو کے بارے میں جو بات لکھی ہے وہی سندھی زبان پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اردو زبان ہند آریائی زبان ہے۔ اس خاندان کی جدید زبانوں یعنی پنجابی، سندھی، راجستھانی، گجراتی، مرہٹی کی طرح بنیادی الفاظ، مادے، سابقے، لاحقے اردو کو اپنی اصل ہندآریائی سے ترکے میں ملے۔ وضع الفاظ اور اخذ واشتقاق کے قاعدے ہندآریائی ہیں۔ گردانیں، اسم کی تعریف اور ان کے اعرابی لاحقے ہندآریائی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا نحوی تانا بانا یعنی الفاظ کی ترتیب غیر آریائی ہے جو نتیجہ ہے دراوڑی اور کول زبانوں کے اثر کا۔ یعنی اردو کا صرفی حصہ آریائی ہے اور نحوی حصہ دراوڑی یا منڈا''۔ (۴۰)

عام طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ شمالی ہند کی زبانوں میں ملنے والے تمام الفاظ کو سنسکرت الاصل قرار دیا جائے۔ مگر کسی لفظ کا مقامی زبان اور سنسکرت دونوں میں پایا جانا اس کے آریائی الاصل ہونے کی دلیل نہیں۔ تاوقتیکہ ایسے الفاظ کا سراغ خود آریائی کنبے کی دوسری زبانوں میں نہ مل جائے۔ خود ویدوں کی زبان بھی مقامی اثرات سے مبرّا نہیں۔ سنسکرت کی صرف و نحو پر بھی وادیٔ سندھ کی مقامی زبانوں کے اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ ماہرِ سنسکرت ڈاکٹر میکڈانل کا حوالہ دیتے ہوئے عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں کہ:

> ''کلاسیکی سنسکرت صوتی لحاظ سے ویدوں کی زبان سے بعینہ مشابہت رکھتی ہے لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے یہ اس سے مختلف ہے۔ خاص طور پر اس میں صرف و نحو کی کئی ایسی شکلیں یکسر غائب ہیں۔ جو کہ ویدوں کی زبان میں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ لغوی پہلو میں بھی نمایاں تبدیلیاں نظر آتی ہیں''۔ (۴۱)

مقامی زبانوں کا ذخیرۂ الفاظ

سنسکرت کے سرمایہ الفاظ کو دیکھ کر یہاں کی مقامی زبانوں کے بارے میں غیر متوازی نظریات قائم کئے گئے اور ان کے سنسکرت الاصل ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ مگر اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اب یہ نظریہ مسلمہ حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ آریائوں اور مقامی زبانوں کی آمیزش سے کئی نئی بولیوں نے جنم لیا۔ یعنی ایک زبان کا دوسری سے متاثر ہونا اور بات ہے کہ اس سے مشتق ہونا دوسری بات۔ دراوڑی اور وادی سندھ کی موجودہ زبانوں میں لغوی مطابقت، پیشہ ور طبقے کے مشترک نام اور اسمائے ضمیر کی باہمی مماثلت اسی امر کا واضح ثبوت ہے کہ آریائوں سے قبل وادیٔ سندھ میں دراوڑی اور منڈا اقوام کا دور دورہ تھا اور ان کی زبانیں عوامی زبانوں کا درجہ رکھتی تھیں۔ آریائوں کے آنے کے بعد مقامی زبانوں کے لغوی پہلو پر ویدک زبان یا سنسکرت کے اثرات پڑے اور صرف و نحو کے ڈھانچے نے کوئی خاص اثر قبول نہ کیا۔ بقول عین الحق فرید کوٹی برصغیر پاک و ہند کے شمالی حصے کی زبانوں کے

سرمایۂ الفاظ کو ماہرین نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جو یہ ہیں:

"تت سم: ایسے الفاظ جو کہ بغیر کسی تبدیلی سے سنسکرت سے مستعار لئے گئے ہیں

تت بھو: جو سنسکرت سے مقامی زبانوں میں تبدیل ہو کر آئے ہیں۔

داسیاجا: یعنی دیسی الفاظ، یہ حصہ غیر سنسکرتی عناصر پر اور لامی لہ دروا ڑی عنصر پر مشتمل ہے۔ مقامی زبانوں میں پہلی قسم کے الفاظ کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ سنسکرت الاصل کے الفاظ زیادہ تر دوسری شکل میں ملتے ہیں اور تیسری قسم کے الفاظ ان کے سرمایہ الفاظ کا بڑا حصہ ہے۔ خالصتاً دراوڑی الاصل اضافی اور مفعولی علامتوں کے وسیع پیمانے پر استعمال سے آج بھی دراوڑی عنصر ان میں نظر آتا ہے۔"(۴۲)

برصغیر کے شمالی حصے کی زبانوں کے کسی لفظ کا سراغ لگانے کے لئے کہ آیا یہ ہند آریائی گروہ سے ماخوذ ہے یا دراوڑی اور منڈا گروہ سے؟ یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ ہمارے لسانی سرمائے میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ سنسکرت میں تو موجود نہیں لیکن دراوڑی زبانوں میں ملتے ہیں یا اس کے برعکس سنسکرت میں موجود ہیں اور دراوڑی یا منڈا زبانوں میں موجود نہیں۔ ایسے الفاظ کے مقام کا تعین کرنے کے لئے ہمیں کوئی دقت لاحق نہیں ہوتی لیکن بعض الفاظ ایسے بھی ملتے ہیں جو کہ علاوہ مقامی زبانوں کے سنسکرت اور دراوڑی میں بھی یکساں موجود ہیں۔ ایسے الفاظ کے اصل کا تعین کرنے میں ہمیشہ غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ کی تحقیق کرتے وقت ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ کسی لفظ کی اصل ہمیں سنسکرت کے علاوہ ہند آریائی گروہ کی دوسری زبانوں مثلاً فارسی، یونانی اور لاطینی وغیرہ میں بھی مل جاتی ہے تو اسے بغیر کسی ردوبدل کے آریائی الاصل تسلیم کر لیں گے اس کے برعکس اگر ایسا نہ ہو اور اس کی اصل دراوڑی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ مروج ہو تو اسے دراوڑی الاصل تسلیم کر لیں گے۔ اگرچہ موجودہ صورت میں ان الفاظ کی ہیئت میں بعض اوقات تبدیلی واقع ہو چکی ہو گی۔ ماہرین ابھی تک متفق نہیں ہوئے کہ مقامی زبانوں میں غیر آریائی عنصر کتنا ہے۔ ڈاکٹر ٹرمپ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ سندھی الفاظ کا وہ حصہ جو لثوی اصوات پر مشتمل ہے قریباً تین چوتھائی سِتھیَن یا تاتاری (منڈا اور دراوڑی) حلقے کی زبانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ بشپ کارڈ

نوویل کے خیال میں شمال ہند کی زبانوں کے سرمایہ الفاظ کا تقریباً دسواں حصہ غیر آریائی عنصر پر مشتمل ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ سندھی زبان میں سنسکرت الفاظ ان گنت اور بے شمار ہیں۔ اس کے علاوہ سندھی گرامر پر بھی، سنسکرت کا تھوڑا بہت اثر مل جائے گا۔ لیکن یہ عوامل سندھی زبان کو سنسکرت سے ماخوذ یا اس کی بگڑی ہوئی شکل ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ تقابلی لسانیات کی رو سے کسی زبان کا لسانی تجزیہ کرتے ہوئے اس کے ذخیرۂ الفاظ کے بجائے اس کی بیرونی اور اندرونی ساخت کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ سندھی زبان سنسکرت سے بھی قدیم ہے اور مختلف ادوار میں مختلف زبانیں اس کے ذخیرۂ الفاظ کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوئیں۔ ایک علاقے میں رہنے والے لوگوں کی زبان میں لسانی اصولوں کے تحت آہستہ آہستہ اتنی لچک پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اعلیٰ خیالات کے اظہار کا ذریعہ بن جائے۔ اگرچہ دوسری زبانوں کے اثرات سے اسماء اور صفات حتیٰ کہ حروف عطف کے اضافے سے زبان میں تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اس کے افعال اور ان کا بنیادی ڈھانچہ وہی رہتا ہے اور تبدیل ہونے والے الفاظ کو بھی تھوڑی سی کوشش سے پہچانا جا سکتا ہے۔۔ مگر دقّت یہ ہے کہ کسی زبان کی قدامت کے بارے میں دعویٰ کرتے وقت جو ضروری مواد پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ اکثر دستیاب نہیں ہوتا۔ بقول عین الحق فرید کوٹی:

> "زبان کی اصل کا کھوج لگانے کے لئے لسانی ماہرین، فرہنگ نویسوں وغیرہ سے مدد کم اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ زبان تو کسی خاص معاشرے کے افراد کے استعمال سے صورت پذیر ہوتی ہے اس کے جغرافیائی حالات اور بنیادی پیشے اس سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر کوئی قوم زراعت پیشہ ہوگی تو اس کی زبان میں زیادہ تر الفاظ اسی پیشے سے متعلق ہونگے۔ اسی طرح معاشرہ مہذب اور شہری ہو تو یہاں شائستہ طرزِ گفتگو ہوگا جس میں نازک خیالات و جذبات کے اظہار کے لئے الفاظ موجود ہوں۔"[۴۴]

ایک خطے کی زبان دوسری سے مختلف ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ رسم الخط کی جداگانہ

صورتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات بدلے ہوئے جغرافیائی حالات اور نامانوس رسم الخط کی بنا پر منفرد نظر آنے والی زبانوں کے داخلی اصولوں اور قواعد میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے ماہرینِ لسانیات فروعی اور سطحی اختلافات کے مقابلے میں زبانوں کی داخلی تنظیم اور تشکیل قواعد کی روشنی میں زبانوں میں امتیاز کرتے ہیں اور ان کی داخلی تنظیم پر توجہ دیتے ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی نئی زبان کسی قدیم زبان سے تشکیل نہیں پاتی۔ یہ وہ قدیم زبان ہی ہوتی ہے جو اپنے لسانی سفر کے دوران مختلف روپ اختیار کر لیتی ہے۔ یہ تبدیلیاں زبان کے اپنے مخصوص تحفظات، نئی نئی اختراحات اور دیگر ایسے ہی عناصر کے باعث وجود میں آتی ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ کہ کوئی زبان کس قدیم زبان کا روپ ہے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے جب ہمیں اس کے قدیم نمونے دستیاب نہ ہوں۔

سندھی ذخیرۂ الفاظ

لسانی و تاریخی حوالے سے بنیادی طور پر سندھی زبان وادیٔ سندھ کی زبان ہے۔ کیونکہ سندھی میں وادیٔ سندھ کی تہذیب کے دور کے الفاظ موجود ہیں اور یہ الفاظ غیر آریائی ہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے سندھی لغات سے کچھ الفاظ انتخاب کر کے دیئے ہیں، جو ان کی رائے کے مطابق قدیم سندھو تہذیب میں رائج زبان کے باقیات ہیں، جنہیں ماہرین دیسی الفاظ کہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ الفاظ یہ ہیں:

عزازت اور سماج میں رائج:	ادو، ادیوں، میاں، میوں، گھوٹ اور نہو
پیدائش اور اعضائے جسم:	ڈھکی، سا، جر، تنجن، ٹھونٹھ، ڈونرو اور کھڑی
رہائش گاہ، گھر، بستی اور گھر کا سامان:	وانڈھ، لوڑہو، ڈھنگر، کھڑ، بنجھو، کڑی، گھڑو اور رچھ
کھیتی باڑی:	ارلو، ہرلو، کھڑ، گپ اور بھنجو
جانور اور مال:	ڈاند، ڈھگو، رڈھ، گھیٹو، بھوں ڈاگھو، ڈاچی، رمڑ اور دھن
پانی، مچھلی اور مچھلی والے:	ڈھنڈھ، کرڑو، جرکو، گوج، مید، میہ، مہانو، گھاتو

کھانااور کھاناپکانا:	مانی، ڈھوَ، ٹانڈو
ہوااور بارش:	گڑو، گڑا، کھنون
زمین اور پہاڑ:	پونو، کھرڑو، ڈونگر
معدنیات:	باٹ، کٹ
وزن اور ناپ تول:	کانو، من،
گننے کے اعداد:	بر کھ، بہ (۴۴)

سندھی زبان کی قدامت

سرزمین سندھ کی قدامت اب عالمگیر حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ قدیم دور میں جب علمی اور تہذیبی نقطہ نگاہ سے یہ سرزمین زرخیز تھی اور یہاں کے باشندے تمام فنون میں ماہر، سمجھدار اور شہریت کے شعور سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ بڑے ہنر مند تھے اور مختلف ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ حرف شناس بھی تھے، ان کی اپنی تحریر تھی اور اسی کی بنا پر اپنا کاروبار چلاتے تھے۔ ان قدیم سندھی حروف کے املا کے آثار ہمیں ''موئن جو دڑو'' سے مہروں کی صورت میں ملے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ قدیم تحریر اب تک پورے طور پر پڑھی نہیں جا سکی ہے۔ تاہم متعدد بین الاقوامی اداروں کے ماہرین اسے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ میمن عبدالمجید کے مطابق:

> ''اسکنڈے نیوین اسٹڈیز'' والوں نے بعض الفاظ کی نشاندہی کی ہے، جن میں سے ایک لفظ ہے ''پھنی'' (شانہ) اور دوسرا ہے ''کرائی'' (بانھ یا ہاتھ)۔ تلفظ کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کا مفہوم بھی وہی بتایا گیا ہے، جو اس وقت بھی ہماری زبان میں مروج ہے۔''(۴۵)

میمن مجید چیکو سلواکیہ کے ایک ماہر ''بیڈرک ہرزونی'' کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

> ''اہل سندھ موئن جو دڑو کے زمانۂ عروج میں ایک ایسے دیوتا کی پرستش کرتے

تھے، جسے ''اَنُّ'' کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ اب بھی ہماری زبان میں موجود ہے اور ممکن ہے اُس زمانہ کے لوگ اَنَّ (غلہ) کو دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے ہوں، جس پر انسانی زندگی کا دارو مدار ہے۔ یہ اَنّ کے پرستار سندھی جب سندھ سے نقل مکانی کر کے قدیم عراق (بابل) میں جا بسے تو وہاں ان کو ''انوس'' کہہ کر پکارا جانے لگا۔ بعد میں جب ان میں سے بعض لوگ مصر گئے تو وہاں بھی انہیں اسی نام سے پکارا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہل سندھ نقل مکانی کر کے بابل میں جا بسے تھے۔ بابل اور ''موئن جو دڑو'' سے قدیم دور کی جو چیزیں ملی ہیں اور ان میں جو یکسانیت پائی جاتی ہے، وہ بھی اسی بات کی گواہی دے رہی ہے۔''(۴۶)

پنجا کے حوالے سے مزید یوں بیان کرتے ہیں :

''بابل میں سندھیوں کی کالونی کو ''عدن'' یا ''عتن'' کا باغ کہا جاتا تھا۔ چینی سیاح ہون ژانگ نے سندھ کو ''ادین'' یا ''اوتن'' بھی کہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ''عدن'' ''عتن'' یا ''اوتن'' سندھی زبان کے لفظ ''آتڻ'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ روئی کی کاشت سندھ میں ''موئن جو دڑو'' کے دور سے ہوتی آرہی ہے، کیونکہ ''موئن جو دڑو'' سے کپڑے کی موجودگی کا ثبوت مل چکا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بیجانہ ہوگا کہ جس طرح آج سے چند برس پہلے عورتیں آتن میں بیٹھ کر سوت کاتتی تھیں، اسی طرح موئن جو دڑو کے تہذیبی دور میں بھی عورتیں آتن میں بیٹھ کر سوت کاتتی ہونگی۔ اس دور کے سندھی جب بابل میں جا کر بس گئے ہونگے تو وہاں بھی لوگوں نے آتن کا منظر دیکھا ہوگا اور اسی لئے سندھیوں کی کالونی کو آتن، عتن یا عدن کہتے ہونگے۔ اِدھر سندھ میں ''سوسی'' (ایک قسم کا رنگین دھاری دار کپڑا جس سے عموماً عورتوں کی شلواریں بنتی ہیں) کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے اور اُدھر عراق کے قدیم شہر بابل کے قریب ''سوسہ'' نامی ایک شہر کے آثار پائے

گئے ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ جب سندھیوں نے بابل کے اطراف میں جاکر سکونت اختیار کی ہوگی اور وہاں سوسی بنتے ہونگے تو سوسی کی شہرت کی وجہ سے ان کے شہر کا نام بھی سوسہ پڑ گیا ہوگا۔''(۲۷)

قدیم بابل کی قوموں میں ایک قوم سمیری تھی۔ سمیری اور ''سومرو'' میں مناسبت پائی جاتی ہے، اگرچہ یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے، تاہم سمیری تہذیب اور قدیم سندھ کی تہذیب کے درمیان یگانگی ضرور نظر آتی ہے، یہ یگانگی محض تہذیب ہی پر موقوف نہیں، بلکہ سمیری زبان کے جو الفاظ دریافت ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھی زبان اور سمیری زبان میں بھی یکسانیت ہے۔اس حوالے سے میمن عبدالمجید، ماہر لسانیات اے۔ ایس۔ ڈائمنڈ نے سمیری زبان کے جو الفاظ پیش کئے ہیں، ان کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ وہ الفاظ اب تک سندھی زبان میں ان ہی معنوں میں مستعمل ہیں۔ جو یہ ہیں:

''۱۔ ابا پيءُ (باپ)
۲۔ اماں ماءُ (ماں)
۳۔ ماں، میں مان (میں) (ضمیر متکلم)
۴۔ موں، مونکي (مجھے) (فاعلی خواہ مفعولی صورت اضافی)

دو صدی قبل کی سندھی زبان میں لفظ ''مون'' (میں) ''مونکھے'' (مجھے) کے معنوں میں شاہ لطیف نے یوں استعمال کیا ہے:

کائي کان کمان ۾ ميان مارمَ مون
مون ۾ آهين تون، متان تنهنجو ئي توکي لڳي

۵۔ تک: (کپڑے کی دھجی)

سندھی زبان میں انہی معنوں میں ''ٹکڑی'' مستعمل ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ سمیری اور سندھی زبانوں میں کوئی نسبت ضرور تھی۔ سمیری زبان معدوم ہو چکی ہے، لیکن سندھی بدستور موجود ہے اور خوب پھل پھول رہی ہے،

سندھی کی دیگر ہمعصر زبانیں صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں، لیکن سندھی سخت جان ہے اور اپنے اندر کوئی ایسی قوت پوشیدہ رکھتی ہے کہ اس دور میں بھی اپنی اصل صورت اور ہیئت میں اپنا وجود قائم رکھے چلی آرہی ہے۔" (۴۸)

مزید آگے میمن عبدالمجید سندھ کے قدیم ہنروں اور دریاؤں کے ناموں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے اس دعویٰ کی دلیل سندھ کے شہروں اور دریائوں کے قدیم نام ہیں۔ مثلاً بھنبھور (ڀنڀور)، یہ سندھ کا ایک قدیم شہر ہے، لفظ بھنبھور کے خاندان سے متعلق دیگر الفاظ یہ ہیں:

۱۔ بھنبھرو (ڀنڀرو) ایک قوم کا نام

۲۔ بھنبھو (ڀنڀو) آدمی کا نام۔ بھنبھو کے معنی سانولے کے ہیں، ایک کافی کے مطلع کا مصرع اولیٰ ہے: ڀنڀا وار تنهنجا ڪاريهر کان ڪارا

(تیرے سیاہ بال کالے سانپ سے بھی زیادہ کالے ہیں)

۳۔ بھنبھرکو (ڀنڀر ڪو) پربھات یا طلوع سحر سے پہلے کا ہلکا اندھیرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی لفظ ہے "بھنبھو" یعنی سانولا، اور اسی سے دیگر الفاظ بنے ہیں۔ کیونکہ بھنبھرکو میں بھی سیاہی کا مفہوم موجود ہے۔ آدمی کا نام بھی "کالا" رکھا جاتا ہے اور اسی طرح بھنبھور یا بھنبھو خان نام بھی رکھے جاتے ہیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ آریاؤں کی آمد سے پہلے سندھ کے باشندے رنگ کے سانولے تھے، غالباً یہی وجہ ہے کہ آریاؤں نے انہیں " داس" کہہ کر پکارا۔ آریاؤں کی زبان میں "داس" کے معنٰی سانولے کے تھے۔ رگ وید میں اس قسم کی دعائیں موجود ہیں جن سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً: "ہے اندرا، ان داسوں کے مضبوط اور فولاد جیسے قلعوں کو برباد

کر۔" غالباً بھنبھور پر بھی یہ نام اسی وجہ سے پڑا ہو گا کہ یہ سندھ کے اصل باشندوں کا قدیم شہر تھا جو رنگ کے سانولے تھے۔ بھنبھور پر یہ نام پڑنے کی ایک وجہ اور بھی معلوم ہوتی ہے اہل عرب کسی شہر کی سرسبزی و شادابی کو جو اس کے نواع میں کھیتوں اور باغات کی کثرت سے ہو تی ہے، "سواد" (سیاہی) کہتے ہیں۔ ایرانی بھی اس بات میں عربوں کے ہم خیال ہیں، وہ ایسے شہر کو "مینو سواد" کہتے ہیں یعنی بہشت جیسا سرسبز و شاداب۔ ممکن ہے یہی خیال قدیم سندھ میں بھی موجود ہو اور بھنبھور پر اس کی غیر معمولی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہو۔ ویسے بھی "سبزی" اور "سیاہی" کے درمیان فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ ادب میں ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ سواد کا اطلاق ایسے شہروں اور علاقوں پر بھی ہوتا ہے جن کی آبادی گنجان اور غیر معمولی کثرت رکھتی ہو۔ کثرت ہی کے معنوں میں اُمتِ محمدی کی اکثریت کو اصطلاحاً "سواد اعظم" کہا جاتا ہے، اس لئے عین ممکن ہے کہ۔ بھنبھور پر یہ نام اس کی سر سبزی و شادابی کے علاوہ اس کے وسیع و عریض ہونے گنجان اور کثیر آبادی رکھنے کی وجہ سے پڑا ہو۔"(۴۹)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"سندھ کا دوسرا قدیم شہر "اروڑ" ہے۔ یہ لفظ بھی سندھی ہے اور اب تک مستعمل ہے۔ اروڑ کے معنی ہیں اناج کو ایک جگہ پر جمع کر کے اس کا ڈھیر بنانا۔ دیہات میں کہا جاتا ہے "اڑيون تي ويون" یعنی اناج کے ڈھیر لگ گئے۔ حضرت سچل سرمست نے بھی یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔

"تاپي ۽ ڏٿ جا آٽي ڪن اروڙ"

(خودرو جنگلی پودوں سے حاصل شدہ خوراک لا کر اس کے ڈھیر لگا دیتے ہیں)

اروڑ چونکہ اناج کی بڑی منڈی تھا، آسودہ اور خوشحال شہر تھا، اسی لئے اس پر یہ نام رکھا گیا ہوگا۔ اس کے علاوہ سندھ میں موجودہ دریائے سندھ کے علاوہ ایک اور دریا بھی تھا، جسے ''ھاکڑو'' کہا جاتا تھا، اور جو بعد میں خشک ہو گیا۔ لفظ ھاکڑو سے تعلق رکھنے والے دیگر الفاظ یہ ہیں:

ا۔ ہاک: ناموری، شہرت، تعریف۔ ۲۔ ہکڑو: ایک قوم۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہاکڑو کی بنیاد لفظ ہاک ہے۔ ہاکڑو معنی ہاک والا۔ ہکڑا قوم کا تعلق ہاکڑو دریا کے ساتھ ہے۔ وہ لوگ جو دریائے ہاکڑو کے خشک ہو جانے کے بعد نقل مکانی کر کے دیگر مقامات پر جا کر بس گئے، انہیں ہکڑا کہا گیا۔''(۵۰)

ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھی زبان کی ساخت آج بھی ویسی ہی ہے، جیسی قدیم دور میں تھی اور اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آریاؤں کی آمد کے بعد دو قوموں، دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان زبردست تصادم ہوا، لیکن اس کے باوجود بقول میمن عبدالمجید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ :

''سندھی زبان صفحۂ ہستی سے نہ صرف معدوم نہیں ہوئی، بلکہ اپنی ہیئت کو بھی جوں کا توں قائم رکھنے میں کامیاب رہی۔ موجودہ دور کے ماہرینِ لسانیات کی رائے ہے کہ ویدوں کے وجود سے پہلے سندھ اور ہند کے مختلف خطوں میں مختلف زبانیں مروج تھیں اور ویدوں کو مرتب کرنے والوں نے ان زبانوں سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اسی بناء پر لیلو رچندانی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سندھی پراکرت صدیوں سے موجود تھی۔''(۵۱)

سندھ کی ترقی اور خوشحالی کے باعث بہت سی اقوام یہاں حملہ آور ہوئیں، یہاں آباد ہوئیں، اپنی حیثیت اور انفرادیت قائم رکھنے کے لئے کوششیں کیں مگر بلآخر باہمی اختلاط و ارتباط بڑھ جانے سے مقامی آبادی میں جذب ہو گئیں۔ اس طرح سندھی زبان جوں کی توں اٹل اور مستحکم رہی اور اپنا وجود قائم رکھنے میں بہر صورت کامیاب ہوئی اور اب تک قائم ہے۔

سندھی زبان کی چند خصوصیات

ہر زبان کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں جو اسے دیگر زبانوں سے ممتاز بناتی ہیں۔ سندھی زبان میں بھی ایسی بہت سی خصوصیات ہیں جو سندھی کو دیگر زبانوں سے منفرد رکھتی ہیں۔اس ضمن میں ذیل میں سندھی زبان کی چند خصوصیات بیان کی جاتی ہیں :

۱۔ سندھی الفاظ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا آخری حرف ساکن نہیں بلکہ متحرک ہوتا ہے۔ یعنی آخری حرف پہ فتح یعنی زبر ہوتا ہے۔ مثلاً: 'بُکَ' (بھوک)۔ "اُڃَ(پیاس) 'کٽَ' (چار پائی)۔ ڏرکَ'(راکھ) وغیرہ۔ یا پھر ضمہ یعنی پیش ہوتا ہے مثلاً: 'پٿرُ' (پتھر)۔'هٿُ' (ہاتھ)۔'مٽُ'(مٹکا)۔'ڪنُ' (کان) وغیرہ یا زیر ہوتا ہے مثلاً:'باهِ' (آگ)'چُلهِ' (چولھا)،'اکِ' (آنکھ)وغیرہ۔

۲۔ سندھی زبان میں صفت،اسم سے پہلے آئے گی اور عدد اور جنس کی تبدیلی کی وجہ سے صفت میں بھی تبدیلی ہوتی ہے،

واحد سندھی	اردو	جمع سندھی	اردو
چنگوں گھوڑو	اچھا گھوڑا	چنگاں گھوڑا	اچھے گھوڑے
چنگے گھوڑے تے	اچھے گھوڑے پے	چنگن گھوڑن تے	اچھے گھوڑوں پہ

۳۔ ضمیر کا لفظ ہر حالت میں اکیلا آتا ہے، اگر اردو میں بعض حالات میں ضمیر کے ساتھ "نے" بھی آتا ہے، ضمیر اشارہ قریب خواہ بعید ہو۔سندھی اردو دونوں میں جملے کے عین شروع میں آتا ہے۔اضافت کی حالت والا ضمیر، سندھی اور اردو میں اسم سے پہلے آتا ہے۔ مثلاً: **منهنجو گهر**(میرا گھر)، **اسان جا ڪتاب** (ہماری کتابیں)، **تنهنجو گُل**(تمہارا پھول)وغیرہ۔

ضمیر استفہامیہ سندھی اور اردو دونوں میں ضمیر اشارہ قریب و بعید کے فعل سے پہلے آتا ہے، مثلاً: ہی چھاآہے ؟(یہ کیا ہے؟) ہو کیر آہے ؟(وہ کون ہے؟)وغیرہ۔

۴۔ سندھی میں اردو کی طرح ظرف، فعل کے ساتھ آتا ہے۔

۵۔ اردو حرف اضافت "کا" اور "کی" کی جگہ سندھی میں "جو" اور "جی" ہے۔

٦۔ سندھی زبان میں حروف کی تعداد دیگر پاکستانی زبانوں سے زیادہ ہے۔ جس کی وجہ سے سندھی زبان میں الفاظ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ایک ہی معنی کے لیے کئی الفاظ موجود ہیں۔ حروف کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث دنیا کی بیشتر زبانوں کے الفاظ سندھی میں لکھے، پڑھے اور بولے جاسکتے ہیں۔

۷۔ سندھی زبان کا ایک معیاری رسم الخط ہے، جس کو عربی۔ سندھی رسم الخط کہتے ہیں۔ یہ رسم الخط عربی رسم الخط سے اخذ ہے اور تاریخی طور قدیم ہے۔

۸۔ سندھی زبان میں چار دھاکیدار حروف (Implosive Sound) "ٻ۔ ڏ۔ ڄ اور ڳ" ہیں۔ ان حروف کا کوئی متبادل حروف نہیں اگر ان حروف کی جگہ نعم البدل حروف استعمال کریں گے تو ان کی معنی تبدیل ہو جائے گی مثلاً:

حرف	سندھی لفظ	معنی	اردو لفظ	معنی
ٻ	ٻار	بچہ	بار	(وزن)
ڏ	ڏر	سوراخ	ڈر	خوف
ڳ	ڳرو	بھاری	گرو	میلا کچلا
ڄ	ڄر	آگ	جر	پانی

۹۔ سندھی زبان کے دُہرے الفاظ کے بھی معنٰی ہوتے ہیں جبکہ دیگر زبانوں میں یہ خصوصیت نہیں۔ اس ضمن میں سندھی دُہرے الفاظ کی ڈکشنری بھی موجود ہے۔ جو ڈاکٹر غلام قادر سومرو نے "سندھی ٻٽن لفظن جی لغت" (سندھی دُہرے الفاظ کی لغت) جو ادارہ سیاحت وثقافت حکومت سندھ نے شائع کی ہے۔

۱۰۔ سندھی زبان ایک غنائیت والی زبان (Musical Language) ہے اور موسیقی سندھی زبان کی سب سے اہم خوبی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ لطیف کا پورا کلام گایا جاتا ہے۔

❖.....❖.....❖

حوالہ جات

۱۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۹ء، ص۔ ۲۳

۲۔ قدوسی، اعجاز الحق، تاریخ سندھ، حصہ اول، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء، ص۔ ا

۳۔ ایضاً، ص۔ ۲۰۲

۴۔ قانع، میر علی شیر، تحفت الکرام، مترجم، مخدوم امیر احمد، مقدمہ و مرتبہ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۶۲ء، ص۔ ۲

۵۔ شبلی، محمد صدیق خاں، ڈاکٹر، اردو کی تشکیل میں فارسی کا حصہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴، ص۔ ۵

۶۔ ندوی، سید سلیمان، مولانا، عرب و ہند کے تعلقات، کراچی، کریم سنز پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء ص۔ ۱۲

۷۔ قدوسی، اعجاز الحق، ایضاً، ص۔ ۲

۸۔ مرزا قلیچ بیگ، سندھی دیا کرن (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۱ء، ص۔ ۱۷۴

۹۔ سموں، الہہ بچایو، یار محمد، لاڑ جو سیر (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۱ء، ص۔ ۵۶

۱۰۔ گرامی، غلام محمد، مضمون "سندھ" (سندھی)، کتاب، مولانا گرامی جوں تحریروں، بھانگو پھریوں، مرتب، آزاد انور کانڈھڑو، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۶۰

۱۱۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی لنگئافون، حیدر آباد، سندھی لینگئیج اتھارٹی، ۱۹۹۹ء، ص۔ ۲۸

۱۲۔ حیدر سندھی، ہمارا لسانی و ادبی ورثہ، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء، ص۔ ۲۰۲

۱۳۔ احتشام حسین، اردو لسانیات کا مختصر خاکہ، مرتبہ: آغا سہیل، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۔ ۳۱

۱۴۔ زور، سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، لاہور مکتبہ معین الادب، طبع ثانی، ۱۹۵۰ء، ص۔۴۹
۱۵۔ ایضاً، ص۔ ۵۲
۱۶۔ ایضاً، ص ۵۳
۱۷۔ ایضاً، ص۔۵۵
۱۸۔ احتشام حسین، اردو لسانیات کا مختصر خاکہ، ص۔۵۱
۱۹۔ زور، سید محی الدین قادری، ایضاً، ص ص۔ ۶۱تا۷۴

20. Beams Johs, Comparative Grammer of Modern Aryan Languages of India, Vol-1, London, 1872, P-120
21. Trumpp, Ernest, Sindi Grammer, London, 1872, Introduction, P-1

۲۲۔ میمن، محمد صدیق، سندھ جی ادبی تاریخ، دو جلدیں (سندھی)، شکارپور، مہران اکیڈمی، طبع چہارم، ۲۰۰۵ء، ص۔۱۸
۲۳۔ مرزا قلیچ بیگ، سندھی ویاکرن، (سندھی)، ایضاً، ص۔۱۷۳
۲۴۔ بھیرومل، مہرچند، آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع ششم، ۲۰۰۴ء، ص۔ ۹۲
۲۵۔ ایضاً، ص۔ ۷۳
۲۶۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱۲
۲۷۔ میمن عبدالمجید سندھی، لسانیات پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۲ء
۲۸۔ ایضاً، ص۔ ۲۵۴
۲۹۔ حیدر سندھی، ہمارا لسانی و ادبی ورثہ، ایضاً، ص۔۲۰۵
۳۰۔ بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، سندھی بولی ائیں ادب جی تاریخ (سندھی) جام شورو، پاکستان اسٹڈی سنٹر، سندھ یونیورسٹی، طبع سوم، ۱۹۹۰ء، ص۔ ۳۳
۳۱۔ ایضاً
۳۲۔ میمن، سراج الحق، سندھی بولی(سندھی) حیدرآباد، عظیم، پبلی کیشن، ۱۹۶۴ء، پیش لفظ، ص۔۶

۳۳۔ ایضاً
۳۴۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، مترجم، حافظ خیر محمد اوحدی، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص۔ ۷
۳۵۔ حیدر سندھی، ہمارا لسانی وادبی ورثہ، ایضاً، ص۔ ۲۰۶
۳۶۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء، ص۔ ۲۷۳
۳۷۔ الانا غلام علی، ڈاکٹر، سندھی لنگئافون، ایضاً، ص۔ ۲۰۶
۳۸۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱۹
۳۹۔ ایضاً
۴۰۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو لسانیات، کراچی، مکتبہ تخلیق ادب، ۱۹۶۶ء، ص۔ ۳۶
۴۱۔ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، لاہور، عزیز بک ڈپو، طبع چہارم، ۱۹۹۶ء، ص۔ ۱۳۵
۴۲ ایضاً
۴۳۔ ایضاً، مقالہ: ''پنجابی زبان''، مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، تیرہویں جلد، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص۔ ۲۱۲
۴۴۔ بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، مقالہ: ''سندھو تہذیب جی سندھو لکھت جی بھانج''، مشمولہ، سہ ماہی سندھی بولی (سندھی) حیدرآباد، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، ۱۹۹۴ء، ص۔ ۲۰۵
۴۵۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱
۴۶۔ ایضاً، ص۔ ۲
۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ ایضاً، ص۔ ۳
۴۹۔ ایضاً، ص۔ ۴
۵۰۔ ایضاً، ص۔ ۵
۵۱۔ ایضاً، ص۔ ٦

❖......❖......❖

باب۔۴

سندھی رسم الخط

رسم الخط

اللہ تعالٰی نے جن صفات کی بِنا پر انسانوں کو حیوانوں پر فضیلت بخشی ہے وہ تکلّم اور تفکّر ہیں۔ انسان اپنے دل کی بات کو زبان سے ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ زبان انسانوں کے درمیان گفتگو کا ذریعہ ہے۔ زبان نوعِ انسانی کا خاص امتیاز ہے۔ ترقی اور کامیابی کی جانب دوسرا قدم انسان نے اس وقت اُٹھایا جب اس نے تحریر کا فن ایجاد کیا۔ جب وہ اپنی گفتگو کو قلم بند کرنے پر قادر ہو گیا۔ تحریر کے ذریعے انسان نے افکار و خیالات اور علوم و فنون کو محفوظ کر لیا۔ فنِ تحریر میں کمال حاصل کرنے کے بعد ہی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن نے ترقی کی ہے۔ فنِ تحریر کے لیے رسم الخط کا ہونا ضروری ہے۔ رسم الخط کی تعریفیں مختلف محققین نے اپنے اپنے انداز سے کی ہیں، ابوالاعجاز صدیقی کے مطابق :

> ''کسی زبان کی آوازوں اور کلمات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے جو مربوط نظام وضع کیا جاتا ہے اسے رسم الخط کہتے ہیں۔'' (۱)

ڈاکٹر محمد عبدالرحمان بارکر بیان کرتے ہیں:

> ''رسم الخط تحریری علامتوں کے اُس نظام کو کہتے ہیں جس میں ہر علامت زبان کی کسی اکائی کی نمائندہ ہوتی ہے۔'' (۲)

پروفیسر محمد سجاد مرزا اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''رسم الخط سے مطلب ایسی علامات سے ہے جو انسان کسی مقررہ طریقے کے موجب اپنے خیالات اور واقعات کے تحفظ اور ان کے اظہار اور ترسیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔''(۳)

بشیر محمود اختر کے خیال میں:

"حروف جو تلفظ کی ادائیگی اور اظہار مطلب کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اپنی منظم اور مربوط شکل میں رسم الخط کہلاتے ہیں۔"(۴)

عبداللہ جان عابد "رسم الخط" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"حروف کی جو شکل کسی زبان کی تحریر کے لیے اختیار کی جاتی ہے، اسے اس زبان کا رسم الخط کہتے ہیں۔"(۵)

پروفیسر ڈاکٹر غلام علی الانا حروف تہجی، صور تخطی اور رسم الخط میں فرق کو یوں بیان کرتے ہیں :

"تحریری نشانات یا علامات کی ایسی ترتیب جس میں کسی زبان کے علیحدہ علیحدہ آوازوں کے علیحدہ علیحدہ تحریری علامات کو ایک جگہ دکھایا گیا ہو، حروف تہجی کہلاتا ہے، کسی بھی زبان میں الفاظ اور جملوں کی تحریر کے لیے آوازوں کی تحریری صورتوں کو ایسے طریقے سے استعمال کرنا کہ وہ تحریر پورے ملک کے لیے ایک جیسی معیاری اور درست ہو، صور تخطی ہوتی ہے، جبکہ رسم الخط کا مطلب ہے تحریر کا رواج۔ رسم الخط اور صور تخطی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صور تخطی پوری ملک کے عوام کے لیے ایک ہی ہوتی ہے اور اسی رسم الخط کو پورے ملک میں ہر قوم، قبیلہ اور ہر علاقے کے لوگ اختیار کرتے ہیں۔ اسے اکثر سرکاری درجہ حاصل ہوتا ہے، مگر رسم الخط کے لیے یہ شرط ضروری نہیں۔"(۶)

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ، "رسم الخط، کسی زبان کی آوازوں کی علامات کا وہ نظام ہے جس کے ذریعے وہ زبان تحریری صورت میں لائی جائے۔"

رسم الخط کا آغاز

رسم الخط کا آغاز کیسے اور کس طرح ہوا، اس حوالے سے بشیر محمود اختر یوں لکھتے ہیں:

> ''رسم الخط کے آغاز کے متعلق عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ انسان ابتداً اپنی بات سمجھانے کے لیے نقوش و تصاویر سے مدد لیتا تھا۔ ٹھوس اشیاء کی حد تک تو یہ نقوش و تصاویر کار آمد ثابت ہوئی ہوں گی لیکن اپنے جذبات اور احساسات کے اظہار میں انسان نے دشواری محسوس کی ہوگی اور ان کے لیے بھی رفتہ رفتہ اس نے کچھ نہ کچھ نقش اور علامتیں وضع کر لی ہوں گی۔ اس تصویری رسم الخط میں اتنی ہی علامتیں بعد میں حرفوں کی شکل میں نمودار ہوئیں۔ حرفوں کا یہی سلسلہ رسم الخط کہلایا۔''(۷)

رسم الخط کا موجد

رسم الخط کی ایجاد کے ضمن میں ڈاکٹر غلام علی الانا عربی لسانیات کے ماہر پروفیسر طاہر علی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''رسم الخط کی ایجاد کا سہرا اہل مصر کو جاتا ہے اور اسے اہل فنیشیا نے بام عروج تک پہنچایا۔''(۸)

زبان اور رسم الخط

زبان دراصل وہ آئینہ ہے جس میں کسی قوم کے افکار و خیالات، تہذیب و معاشرت اور عقائد و نظریات پوری طرح منعکس ہوتے ہیں۔ زبان محض روزمرہ کی زندگی میں کام آنے والا ہی ایک آلہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے ماضی، حال اور مستقبل تینوں ادوار کی محافظ و امین ہوتی ہے اسی سے قوم کے افراد کے خیالات میں یک رنگی و ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے ایک دوسرے کے دل میں مہر و محبت کے جذبات نشو و نما پاتے ہیں اور آپس کی

ہمدردی اور یگانگت اس کی رہین منت ہیں۔ غرض مختلف قلوب کو ملانے اور خیالات میں یکسانیت پیدا کرنے میں اس کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔اِسی طرح کی اہمیت رسم الخط کی بھی ہوتی ہے۔بقول سید مصطفیٰ علی بریلوی:

"رسم الخط کا مسئلہ بھی زبان سے کچھ کم اہم نہیں ہے۔رسم الخط اور زبان میں جسم و جان کا سا تعلق ہے ہر زبان کا رسم الخط اس زبان کے مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے۔ کسی زبان کی مختلف خصوصیات کو اس کا اپنا رسم الخط ہی کچھ اچھی طرح ظاہر کر سکتا ہے۔دوسرا کوئی رسم الخط اس زبان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔اگر کسی زبان کا رسم الخط تبدیل کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس زبان کی اپنی خصوصیات فنا ہو جائیں اور زبان کا اپنا مزاج اور اُسلوب بگڑ جائے گا اور یہ بگاڑ بعض اوقات اتنا مہلک ثابت ہوتا ہے کہ اس کی بِنا پر وہ زبان فنا کی منزل پر جا پہنچتی ہے۔"(۹)

اگر زبان کو روح کہا جائے تو رسم الخط اس کا جسم ہے۔اس طرح کسی بھی زبان کے رسم الخط کو اس زبان کا لباس کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہر زبان اپنے پسندیدہ رسم الخط سے پہچانی جاتی ہے۔یہ ایک ایسا لگاؤ ہے جسے فطری کہنا بجا ہوگا البتہ جس طرح زبان میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اس طرح رسم الخط بھی اپنی پہلی حالت پر قائم نہیں رہتا۔ اس میں بھی تغیر و تبدل کا ہونا لازم ہے۔ چنانچہ رسم الخط میں بھی فطری ارتقا کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور کافی غور و فکر کے بعد ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اس زبان کے لیے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان اور رسم الخط کے سلسلے میں سید مصطفیٰ علی بریلوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے زبان اور رسم الخط کے متعلق خیالات کو یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک قوم کی زبان اور اس کا رسم الخط اس کی تہذیب اور اس کی قومیت کی بقا و فنا میں فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے۔ کسی قوم کو اگر آپ دوسری قوم میں تبدیل

کر دینا چاہیں، تو اس کی زبان اور رسم الخط کو بدل دیجیے، رفتہ رفتہ وہ خود بخود دوسرے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اس کی آنے والی نسلوں کا تعلق اپنے اسلاف سے منقطع ہو جائے گا اور وہ بالکل نئی ذہنیت، نئے افکار اور نئی صورت قومی لے کر اٹھے گی۔ جن جن لوگوں نے قوموں کے بنانے اور بگاڑنے کا کھیل کھیلا ہے، ان سب نے یہی ہتھیار ضرور استعمال کیا ہے۔''(۱۰)

مندرجہ بالا خیالات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ حیات قومی وملی میں زبان اور رسم الخط دونوں ہی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ زبان قوم کے مزاج کا آئینہ ہوتی ہے اور رسم الخط زبان کے مزاج اور اس کی خصوصیات کا محافظ و نگہبان ہے۔

سندھی زبان کا رسم الخط

رسم الخط صرف نشانات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک زندہ جسم کی حیثیت سے کسی تمدن میں نمودار ہوتا ہے اور پھر اپنی انفرادیت شان اور خصوصی حُسن کے سبب اِس تہذیب کی جان بن جاتا ہے۔ جس طرح کسی شخص کا لباس اور اس کی مخصوص وضع اس کے مزاج، ذوق و سیرت کے آئینہ دار اور کسی قوم یا علاقہ کی مخصوص ثقافت کے عکاس ہوتے ہیں۔ اِسی طرح کسی زبان کا رسم الخط ایک قوم کے مزاج، سیرت اور بڑی حد تک اس کی تاریخ کی عکاسی کرتا ہے اپنے رسم الخط کے ذریعے وہ قوم اپنے ماضی، اپنی تہذیبی روایات اور دینی و فکری سرچشموں سے اپنا رشتہ قائم رکھتی ہے۔ سندھی زبان کے رسم الخط کی بھی یہی اہمیت ہے۔

اہلِ سندھ، اپنے رسم الخط ہی کے ذریعے اپنے علمی، تہذیبی اور تاریخی و مذہبی سرچشموں سے واقف اور اپنے ماضی کی روشن روایات سے وابستہ ہیں۔ سندھی زبان، جتنی قدیم ہے، اتنا ہی اس کا رسم الخط قدیم ہے۔ وادیٔ سندھ مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھی۔ اہلِ سندھ کی اپنی تہذیب، ثقافت، چھاپ اور نشانیاں ہوں گی مخصوص طرزِ حیات، سماجی، تہذیبی و مذہبی قرینے ہونگے۔ ان کے ادب، ان کے فکری اَسالیب اور

تحریری نمونے بھی کسی نہ کسی شکل میں ضرور رہے ہونگے۔ "موئن جو دڑو" جو وادیٔ سندھ کی تہذیب کا کھلا دفتر ہے کی کھدائی جہاں وادیٔ سندھ سے متعلق بہت سے معاملات کے حل میں مفید رہی ہے وہاں سندھی رسم الخط کی تاریخ میں بھی نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ اس ضمن میں جو تحقیق ہوئی ہے اس کا مختصر جائزہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

موئن جو دڑو (Moen-jo-Daro)

موئن جو دڑو (Moen-jo-Daro) سندھ کے ضلع لاڑکانہ سے ۲۷ کلومیٹر کے فاصلے پر ڈوکری (Dokri) کے مقام پر واقع ہے۔ جسے ایک انگریز عملدار سر جان مارشل (Sir John Marshal) نے ۲۳-۱۹۲۲ء میں دریافت کیا۔ موئن جو دڑو کی کھدائی سے بہت سی مہریں، سکے، کتبے اور دیگر اشیاء ملی ہیں جن پر کچھ تحریریں کندہ ہیں جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں کے باشندے کوئی زبان بولتے تھے اور نہ صرف وہ زبان بولتے تھے بلکہ اس میں تحریر بھی کرتے تھے مگر اب تک یہ واضح نہ ہو سکا ہے کہ وہ کون سی زبان بولتے تھے اور وہ تحریریں کون سی زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں احمد حسن دانی کا حوالہ دے کر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ یوں رقمطراز ہیں:

> "وادیٔ سندھ کے ثقافتی مرکز موئن جو دڑو کی اپنی ایک ترقی یافتہ زبان تھی۔ جس کو صوری 'تصویری' خط میں لکھا جاتا تھا، موئن جو دڑو سے جو مہریں دریافت ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صوری خط اندازاً ۴۱۷ علامتوں اور ۱۹۳ اعداد پر مشتمل ہے۔"(۱۱)

اس سلسلے میں ڈاکٹر حیدر سندھی لکھتے ہیں کہ:

> "ماہرین آثارِ قدیمہ کو سندھ کے کنڈرات سے آٹھ سو کے قریب ایسی مہریں، کتبے اور دیگر اشیاء ملی ہیں جو سندھی زبان کے مختلف رخوں کو نمایاں کرنے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔ ان اشیاء میں بڑی تعداد ان سلیٹوں کی ہے جو پکی مٹی کی

ہیں اور ان پر ایک بار لکھنے کے بعد وہ لکھائی مٹا کر دوسری لکھی جا سکتی ہے۔ یہ سلیٹیں تدریسی عمل کو آگے بڑھانے کے لیے انتہائی اہمیت کے قابل اور نصابی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے ترقی یافتہ عمل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ یہ چیزیں یہاں اس لیے قابل ذکر ہیں کہ ان کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ اہل سندھ پانچ ہزار سال پہلے بھی وسیع پیمانے پر لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے۔''(۱۲)

'موئن جودڑو' سے ملنے والی مہریں 'موئن جودڑو' کے علاوہ کچھ بھارتی علاقوں اور عراق کے کھنڈرات سے بھی ملی ہیں۔ مسٹر میکائے (ماہر آثار قدیمہ) نے عراق میں قدیم شہر کش (Kush) کی کھدایاں کیں اور وہاں سے اسے وادیٔ سندھ کے رسم الخط جیسی مہریں خاصی تعداد میں ملیں۔ مسٹر ہنٹر نے عراق کے کھنڈرات سے ملنے والی ان مہروں کا مطالعہ کیا، جن پر کوئی عبارت کندہ تھی۔ اس نے سندھ کے رسم الخط کا عراق سے ملنے والی اشیاء پر کندہ عبارت سے موازنہ کیا، اس حوالے سے رشید اختر ندوی لکھتے ہیں :

''وادیٔ سندھ کا رسم الخط عراق سے دستیاب ہونے والے سمیری لوگوں کے رسم الخط سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔''(۱۳)

وادیٔ سندھ کے رسم الخط اور عراق کے سمیری تہذیب کے رسم الخط کی قدامت اور ان کے درمیان مشابہت وغیرہ پر تحقیق ہو رہی ہے اور اب تک کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکلا۔

عرب سیاح اور مورخ

عرب سیاحوں اور تاریخ دانوں کے سفر ناموں اور تاریخی کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب حکومت کے ابتدائی دور میں بلکہ اس سے بھی پہلے سندھی زبان عام لوگوں کی روزمرہ کی اور تجارت خواہ بیوپار کی زبان تھی۔ اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں عربی سرکاری زبان کی حیثیت میں دفتری اور انتظامی معاملات کی زبان تھی جبکہ سندھی سندھ کے

عام لوگوں، تجارت پیشہ اور علماء میں مقبول تھی۔ وہ نہ صرف بول چال تک محدود تھی بلکہ تحریری طور بھی مستعمل تھی۔اس ضمن میں ڈاکٹر غلام علی الانا جاحظ (۸۶۴ء) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"سندھ (ہند) کے لوگ اور حساب (ریاضی) میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کا ایک خاص سندھی (ہندی) خط ہے۔" (۱۴)

اِبن ندیم (۹۹۵ء) کے حوالے سے الانا صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

"سندھ کے لوگوں کی زبانیں اور مذاہب باہم مختلف ہیں اور رسم الخط متعدد ہیں۔ان کے تقریباً دو سو رسم الخط ہیں۔ سندھ کے لوگوں کے پاس ۹ رسم الخط عام رائج ہیں..." (۱۵)

اس ضمن میں البیرونی نے اپنی تصنیف "کتاب الہند" میں سندھ میں مستعمل مختلف رسم الخطوں کا ذکر کیا ہے، جس کو ڈاکٹر الانا یوں بیان کرتے ہیں:

"جنوبی سندھ میں مالو شاؤ (Malawa shau) جو رسم الخط مستعمل ہے اسے ملواڑی کہا جاتا ہے۔ بھمنوا منصورہ میں سئندو رسم الخط استعمال ہوتا تھا، "لاڑی" خط لاڑ ملک میں استعمال ہوتا تھا۔ اردھنا گری رسم الخط بھاٹیا (پنجاب) اور سندھ کے کچھ حصوں میں تحریر ہوتا تھا۔" (۱۶)

عربوں کے حوالے سے ڈاکٹر الانا کے بیان کردہ مندرجہ بالا نہ صرف سندھی زبان اور اس کے رسم الخطوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی آمد کے وقت سندھی زبان نہ فقط بولنے کے حد تک محدود نہ تھی بلکہ وہ مختلف قسم کے رسم الخطوں میں تحریر بھی ہوتی تھی۔

بھنبھور (Bhanbhore)

سندھی رسم الخط کے متعلق مزید ثبوت سندھ کے قدیم شہر بھنبھور (Bhanbhore) کی کھدائی سے ملے ہیں۔ بقول ڈاکٹر غلام علی الانا:

"بھنبھور کی کھدائی سے چند ظروف اور ٹھیکریاں دستیاب ہوئی ہیں جن پر عام استعمال کی چیزوں کے نام درج ہیں جو کہ دو طرح کے رسم الخطوں میں لکھے گئے ہیں اردھنا گری اور لوہانکہ یا لاڑی خط۔"[۱۷]

سندھی املا کے یہ نمونے اسلام کی اشاعت سے قبل کے دور کی سندھی زبان کی ٹھوس علامات ہیں۔

خواجکی سندھی

سومرہ دور میں اسماعیلی مبلغین نے ایک رسم الخط بنائی۔ جس کو خواجکی رسم الخط کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں الانا صاحب لکھتے ہیں:

"سومرہ دور (۱۰۵۰ء۔ ۱۳۵۰ء) میں جس لوہانہ (غیر مسلم) قوم نے پیر صدرالدین کی دعوت پر اسلام قبول کیا اور خواجہ (اسماعیلی) کا لقب حاصل کیا۔ اس قوم میں یہ رسم الخط رائج تھا۔ اس میں پیر صدرالدین نے ماترائوں کا اضافہ کیا اور اس کے ساتھ مزید کچھ اضافے اور اصلاح کی اور اسے "خواجکی سندھی" یا "چالیھ اکھری" (چالیھ حرفی) کا نام دیا۔ پیر صدرالدین نے اپنے نومسلم اسماعیلیوں کو دینی اصول و عقائد لکھ کر دینے کے لیے یہ املا ایجاد کیا۔ تاکہ وہ اپنی ہی زبان میں دینی اُصول و عقائد سیکھ سکیں۔"[۱۸]

عربی۔سندھی رسم الخط

سومرہ دور کے بعد کلہوڑا دور تک یعنی ۱۳۵۱ء تا ۱۷۰۰ء تک سندھ میں علم وادب کی ترقی میں حکمرانوں نے دلچسپی لی۔ خاص طور سمہ دور کے حکمران علم وادب دوست حکمران تھے۔ ملکی خوشحالی کے ساتھ تعلیم عام کرنے کے لیے بھی ان کا کردار تعریف کے قابل ہے۔ اس وقت کے علماء بھی اپنے اپنے مسلک کو مؤثر انداز میں آگے بڑھانے اور عوام میں مقبول بنانے کی غرض سے جو نمایاں سرگرمی دکھا رہے تھے اس میں یہ کوشش بھی شامل تھی کہ سندھی ''الف ۔ب'' تیار کی جائے اور اسے استعمال کرتے ہوئے اپنا اپنا نقطۂ نظر تحریری صورت میں عوام تک پہنچایا جائے اس سلسلے میں فارسی کے علماء نے فارسی میں اور عربی کے علماء نے عربی میں سندھی لکھی۔ بقول ڈاکٹر حیدر سندھی:

> ''جو علماء بنیادی طور پر فارسی کے ماہر تھے۔ انہوں نے فارسی ابجد کی بنیاد پر ''سندھی'' تیار کی اور جنہوں نے عربی کے ذریعے علمی مہارت حاصل کی تھی انہوں نے عربی ''الف۔ب'' کی بنیاد پر سندھی کو لکھنا شروع کیا۔''[۱۹]

اس ضمن میں ڈاکٹر داؤد پوتہ کا حوالہ دے کر الانا صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

> ''عربی۔ سندھی خط کا قدیم نمونہ شاہ کریم بلڑائی (۱۵۳۷ء۔ ۱۶۶۳ء) کے مطبوعہ کلام میں ملتا ہے۔ شاہ کریم کے بعد باقی بزرگ شعراء کا کلام بھی عربی۔سندھی رسم الخط میں تحریر ہے۔''[۲۰]

مخدوم ابوالحسن جی سندھی

عربی۔سندھی رسم الخط کے حقیقی مؤجد مخدوم ابوالحسن تھے۔ جو کلہوڑا دور (۱۷۰۰ء۔ ۱۷۸۳ء) کے بڑے علماء میں سے تھے۔ اُنہوں نے جو رسم الخط ایجاد کیا وہ عام طور پر ''مخدوم ابوالحسن جی سندھی'' کے نام سے مقبول ہے۔ ان دنوں ٹھٹہ میں بہت سے لوگ

مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں اکثریت عمر رسیدہ اور بالغ نوجوانوں کی تھی اسی لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ ایسے عمر رسیدہ نو مسلم افراد کے لیے اسلامی اصول ان کی مادری زبان میں لکھے جائیں مگر کہ ان دنوں سندھی کا کوئی مقررہ رسم الخط نہ تھا لہٰذا انہوں نے پہلے موزوں رسم الخط ایجاد کرنے کا ارادہ کیا۔ بقول ڈاکٹر الانا:

"مخدوم صاحب عربی اور فارسی میں مہارت رکھتے تھے اور سندھی کے لیے عربی رسم الخط کے طرز پر رسم الخط بنانے کے لیے غور کیا۔ انہوں نے ۲۸ عربی حروف، تین فارسی حروف اور باقی سندھی صوتیوں کے لیے فارسی اور عربی حروف ملا کر نئے حروف مقرر کئے۔ مخدوم صاحب کی بنائی ہوئی رسم الخط ملاحظہ ہو۔ عربی حروف:

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل
م ن و ہ ي

فارسی حرف: پ چ گ

سندھی صوتیوں کے لیے نئے مقرر کردہ حروف

ب	ٻ	بھ	ٽ	تھ	ت	تر
ٽ	ب،	پھ	ڄ	ج	نج	د
دھ	ڌ	ر	در	ڊ	ک	کھ
گ	ڳ	نگن				

مخدوم صاحب کا بنایا ہوا یہ رسم الخط ۱۸۵۳ء تک پورے سندھ میں مستعمل رہا۔ [۲۱]

مخدوم صاحب کے بنائے ہوئے اسی رسم الخط میں سندھی کی پہلی کتاب "مقدمہ الصلوٰۃ" (۱۷۰۰ء) لکھی گئی۔ مخدوم ابوالحسن کو موجودہ سندھی رسم الخط کا موجد مانا جاتا ہے مگر اس ضمن میں کچھ محققین کا اس بات سے اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر انور فگار ہکڑو،

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا حوالہ دے کر یوں رقمطراز ہیں:

''موجودہ سندھی۔ عربی رسم الخط کی ابتدا اور ارتقا کی تاریخ ابوالحسن کے دور سے آٹھ، نو سو برس پہلے شروع ہوئی تھی کیونکہ سندھی زبان کے لیے سندھی۔ عربی رسم الخط عرب اسلامی دور سے لیکر استعمال ہوا۔ ۴ صدی ہجری (۱۰ صدی عیسوی) کے پچھلے نصف میں خاص طور سندھ کے منصورہ خطے میں وہ رسم الخط عام رائج تھا جسے محقق بیرونی کے لکھنے کے مطابق سیندب (سیندھو=سندھی) کے نام سے بولا جاتا تھا۔''(۲۲)

ایک اور جگہ ''سندھ کی ادبی تاریخ'' کے مصنف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''ابوالحسن کی سندھی سے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ٹھٹھ کے عالم میاں ابوالحسن نے فارسی اور عربی الفاظ کو ملا کر سندھی حروف تہجی بنائے مگر یہ خیال درست نہیں کہ میاں ابوالحسن نے کوئی خاص رسم الخط بنایا یا خالص سندھی حروف کے لئے انہوں نے خاص اشکال مقرر کیں جو پہلے نہیں تھیں اور بعد میں استعمال ہونے لگیں۔''(۲۳)

مذکورہ حوالوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ مخدوم ابوالحسن سے پہلے سندھی۔ عربی رسم الخط مروّج تھا۔

سندھی رسم الخط کے مختلف نمونے

۱۸ ویں صدی عیسوی تک سرکاری طور پر سندھی زبان کے لیے کوئی بھی رسم الخط مقرر نہ تھا۔ ہندو اور مسلمان تجارت پیشہ لوگ اپنا کاروبار سندھی زبان میں ہی چلاتے تھے۔ ہندو دیوناگری طرز کی بنی ہوئی ہندو۔سندھی صور تخطی استعمال کرتے تھے جسے بھی کئی طریقوں سے لکھا جاتا تھا۔ نہ صرف سندھی ہندو مختلف رسم الخط استعمال کرتے تھے، بلکہ

مسلمانوں میں بھی خواجا(اسماعیلی)اور میمن اپنی تجارت اور دیگر کاروبار میں علیحدہ علیحدہ رسم الخط استعمال کرتے تھے اس بات کی تصدیق کے لیے ڈاکٹر غلام علی الانا، کیپٹن اسٹیک کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

"سندھ میں سندھی زبان کی تحریری صورت کے لیے مختلف خط استعمال ہوتے ہیں جو سب سنسکرت خط سے ماخذ ہیں اور اسی طرز پر بائیں سے دائیں (left to right) لکھے جاتے ہیں۔ وہ خط یہ ہیں:

۱۔ خداوادی یا خدا آبادی (Khudawadi)
۲۔ شکارپوری (Shikarpuri)
۳۔ ساکرو (Sakhru)
۴۔ ٹھٹائی (Thattai)
(i۔ لھانکا خط ii۔ بھاٹیا خط)
۵۔ لاڑائی (Larai)
۶۔ ونگائی (Wangai)
۷۔ راجائی (Rajai)
۸۔ خواجکو (Khuwajiko)
۹۔ میمنکو (Memaniko)
(i۔ ٹھٹائی ii۔ حیدرآبادی)
۱۰۔ سیوہانی بابڑکو

(Sewhani Bhabhira) [۲۴]

آگے برٹن (Burton) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وہ خط جن میں سندھی زبان تحریر ہوتی تھی بہت سے ہیں۔ مسلمانوں میں مستعمل سامی خط کے علاوہ بھی تقریباً پانچ خط ہونگے جو سندھ کے ہندو خواہ مسلمان استعمال کرتے تھے۔ مثلاً:

۱۔ خداوادی
۲۔ ٹھٹائی (i۔ لھانکا، ii۔ بھاٹیوں والا)
۳۔ سرائی (شمالی سندھ میں مستعمل خط)
۴۔ خواجکو (اسماعیلیوں میں مروج خط)
۵۔ میمنکو خط (میمن قوم میں مروج خط)"۔ [۲۵]

اس سلسلے میں میمن عبدالجید سندھی، ''سندھی ادب کی مختصر تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک اہلِ علم کو سنہ ۱۸۷۷ء میں محکمۂ پوسٹ کی جانب سے چھپوایا ہوا ایک رجسٹر ملا ہے۔ جس میں دیسی زبانوں کے املا کے مختلف نمونے ہیں۔ اس میں سندھ میں مروج رسم الخطوں کے نام اس طرح درج ہیں۔ عربی۔ سندھی، عربی۔ سندھی کا دوسرا نمونہ، اروڑی، خواجکی، شکارپوری، کراری اور روڑی۔ یہ مقامی خط تھے جو بعض قبیلوں یا شہروں میں رائج رہے۔ انگریزوں کے ابتدائی دور میں حسبِ ذیل رسم الخط بھی رائج تھے۔

۱۔ خداوادی (خدا آبادی)، ۲۔ ساکھرو، ۳۔ ٹھٹائی، ۴۔ لاڑائی، ۵۔ ونگائی، ۶۔ راجائی، ۷۔ خواجکو، ۸۔ میمنکو، ۹۔ سہوانی باہڑا، ۱۰۔ سرائی (شمالی سندھ میں مروج)''[۲۶]

سندھ میں مروج مختلف رسم الخطوں کے نمونے ذیل میں دیئے گئے چارٹوں میں دیکھے جاسکتے ہیں:

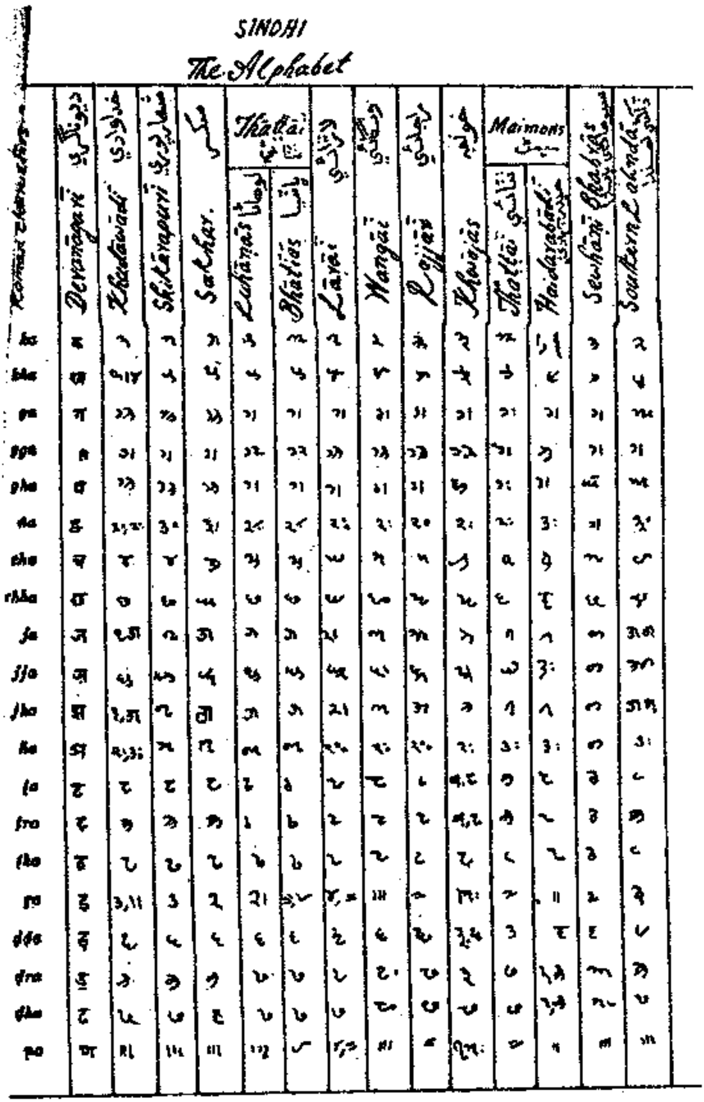

(۲۷)

SINDHI

THE ALPHABET.

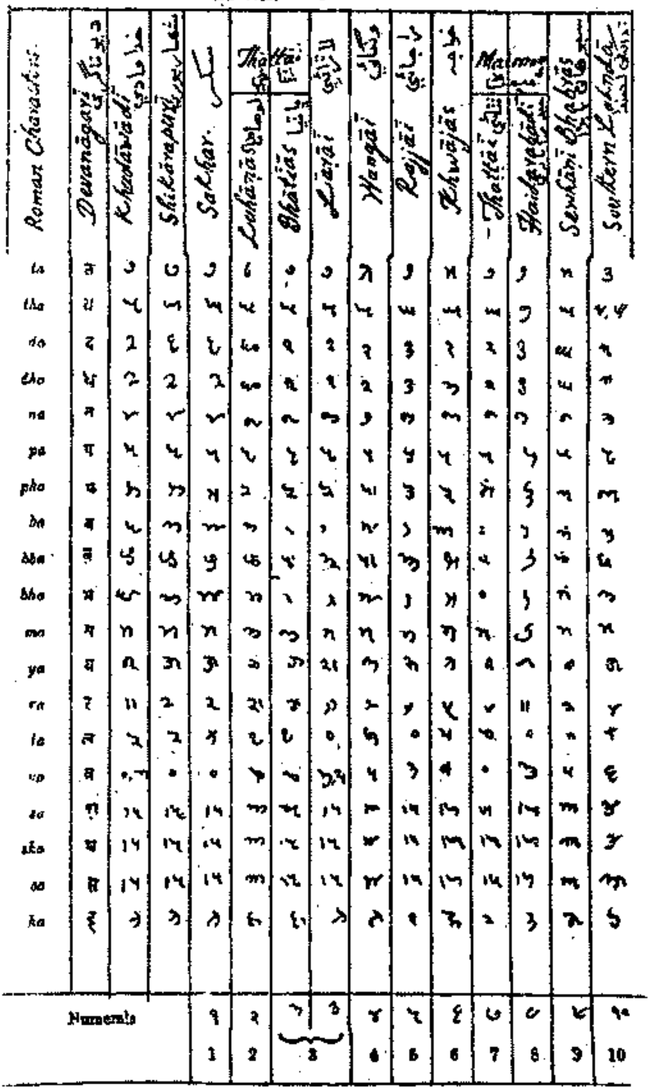

موجودہ سندھی رسم الخط

۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے سندھ پر قبضہ کیا۔ انگریزوں نے فارسی کے بجائے سندھی کو دفتری اور تعلیمی زبان مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۴۵ء میں بمبئی کے بورڈ آف ایجوکیشن نے سندھ میں ایجوکیشنل ایجنسی کے قیام کا مطالبہ کیا۔ اِنہیں دنوں یہ تحریک بھی چل رہی تھی کہ سندھی کو صوبے کی سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ اِسی تحریک نے آخر کار مادری زبان (Vernacular language) میں تعلیم دینے کا بھی مطالبہ کیا۔ انگریز افسروں میں چند ایک سندھی بول سکتے تھے مگر ان کے عملے میں سے کوئی بھی سندھی تحریر نہیں کر سکتا تھا لہٰذا ملک کا نظام ترجمانوں (Interpreters) کے ذریعے چلتا تھا اور سرکاری ریکارڈ فارسی زبان میں قلم بند کیا جاتا تھا۔ ۱۸۴۸ء میں بمبئی صوبے کے گورنر سر جارج کلرک (Sir George Clerk) نے حکم نامہ جاری کیا کہ سندھی زبان کو سرکاری اور دفتری زبان کا درجہ دیا جائے اس حکم نامے کو ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب "سندھی صورتخطی" میں یوں بیان کیا ہے:

> "We should introduce the language of the country (namely sindhee) as the medium of official intercourse. I do not see in what way our revenue and judicial officers (however their offices and courts may be continued) can work effectually through a foreign medium of communication, such as Persian or English. A period of 18 months should, therefore, be allowed to the officers in civil employ to qualify themselves for an examination in the sindhee language. I believe their doing so will be facilitated by the

publication of the dictionary and grammer which I proposed Lieutenant Stack should be allowed to have printed. The recommendation of the commissioner that "early measure to education, as in our other province," is no doubt judicious, but it were premature to take any meausre for farming educational establishments, before our own European administrations have obtained a complete knowledge of the country and before we have trained up persons, fitted to import knowledge in the varnacular tongue."(29)

۱۸۵۱ء میں اُس وقت کے سندھ کے کمشنر بارٹل فریئر نے ایک اطلاع نامہ جاری کیا، اِس حوالے سے ڈاکٹر الانا یوں بیان کرتے ہیں:

"۱۸۵۱ء میں کمشنر سندھ سر بارٹل فریئر (Sir Bartle Frere) نے ایک اطلاع نامہ جاری کیا، جس میں سرکاری افسروں (Civil officers) کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سندھی میں امتحان پاس کریں۔ مذکورہ اطلاع نامے میں مندرجہ ذیل نقات بھی شامل تھے:

۱۔ آئندہ تمام سرکاری ریکارڈ سندھی میں قلم بند کیا جائے۔
۲۔ یورپی اور دیگر غیر ملکی افسران سندھی میں امتحان پاس کریں تاکہ عوام سے ان کا رابطہ قائم ہو اور سندھی میں تحریر و تدریس بھی کر سکیں۔
۳۔ سندھی اسکول کھولے جائیں۔"(۳۰)

اُس وقت سندھی حروف تہجی کی مختلف صورتیں رائج تھیں لہٰذا سندھی کے لیے ایک مقررہ رسم الخط ضروری سمجھا گیا۔ کیونکہ اس سلسلے میں اسسٹنٹ کمشنر مسٹر ایلس

(Mr. Ellis) کی سرگردگی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، تاکہ وہ سندھی رسم الخط کے متعلق مشورے پیش کرے۔ وہ کمیٹی آٹھ مقامی اور دو یورپی ممبران پر مشتمل تھی۔ ان ممبران کے نام یہ تھے:

۱۔ رائے بہادر نارائن داس جگن ناتھ	۲۔ خان بہادر مرزا صادق علی بیگ
۳۔ دیوان پربھداس انندرام راچندانی	۴۔ دیوان ادھارام تھانور داس میرچندانی
۵۔ دیوان نندیرام سیوہانی	۶۔ میاں محمد حیدرآبادی
۷۔ قاضی غلام علی	۸۔ میاں غلام حسین
۹۔ کیپٹن جارج اسٹیک	۱۰۔ کیپٹن رچرڈ برٹن

اُس کمیٹی کے صدر مسٹر ایلس (Mr. Ellis) تھے۔ تمام ممبران کے خیالات ایک دوسرے سے مختلف تھے اور کافی بحث و مباحث کے بعد عربی۔سندھی رسم الخط کو رائج کرنے کا فیصلہ ہوا۔ بقول ڈاکٹر الانا:

> ''اس کمیٹی کے ممبران کے خیالات متضاد تھے۔ جس کی وجہ سے صور تخطی پر سخت بحث ہوئی۔ کیپٹن چارج اسٹیک اور کیپٹن برٹن (جو لسانیات کے بھی ماہر تھے اور کمیٹی میں مشورہ دینے کے لیے شامل کیے گئے تھے) میں بھی اختلاف تھا۔ جارج اسٹیک کی طرف سے دیوناگری میں سندھی لکھنے کے لیے زور دار تائید ہو رہی تھی جبکہ برٹن سندھی کو نسخ میں لکھنے کے حامی تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر اور اس کمیٹی کے صدر مسٹر ایلس نے آخر کار اس مسئلے کا حل نکالا اور فیصلہ کیا کہ سندھی زبان کے لیے عربی۔سندھی صور تخطی اختیار کی جائے۔ انہوں نے اپنی رپورٹ سندھ کے کمشنر سربارٹل فریئر کو بھیجی۔ بالآخر ۱۸۵۳ء میں سربارٹل فریئر (Sir Bartle Frere) کی سفارش پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں نے عربی۔سندھی رسم الخط کو رائج کرنے کا فیصلہ دیا۔''(۳۱)

سنہ ۱۸۵۳ء میں عربی۔سندھی رسم الخط کے جو حروف جداگانہ صورتوں میں لکھے جاتے تھے ان کے لیے ایک ہی صورت مقرر کی گئی، اور اسی یکساں رسم الخط میں درسی اور غیر درسی کتابیں، شائع ہونا شروع ہو گئیں۔ سندھی حروف کی یکساں صورتیں اس طرح مقرر ہوئیں۔

ٻ، ڀ، ٺ، ٽ، ٿ، ڦ، ڳ، ڱ، ک، ڃ، ڏ، ڊ، ڍ، ڄ، ڇ، ڃ، ڙ، جھ، گھ،

بعض مشاہیر کو اس میں خامیاں نظر آئیں اور انہوں نے اُس سے اختلاف کیا بقول میمن عبدالمجید :

> ”خود ڈاکٹر ٹرمپ نے بھی، جنھوں نے جرمنی سے شاہ عبداللطیف کا رسالہ شائع کیا، اس رسم الخط سے اتفاق نہیں کیا اور انہوں نے بعض اصوات کے لیے حسب ذیل حروف تہجی استعمال کئے: ڀ=بھ، ٿ=تھ، ٽ=ٹر، ٺ=ٹھ، ڦ=پھ، ڄ=نج، ڇ=چھ، ڍ=رھ، ڏ=ڑ، ڊ=ر خلیفہ گل محمد ہالائی نے سنہ ۱۲۷۲ء میں بمبئی سے اپنا دیوان چھپوایا، اس میں بھی سندھی حروف کے لیے مختلف صورتیں استعمال کی گئی ہیں: مثلاً جھ=ج ہ, ڏ=ڑ, ڙ=رہ, گھ=گ ہ, لھ=ل ہ, نھ=ن ہ اس کے علاوہ جو مذہبی کتابیں بمبئی میں چھپوائی جاتی تھیں، ان میں بھی قدیم رسم الخط استعمال کیا جاتا تھا۔“(۳۲)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ”سنہ ۱۸۸۸ء میں جب جان جیکب سندھ کے گورنر ہوئے تو رسم الخط میں جو حروف مختلف صورتوں میں تحریر کئے جاتے تھے ان کی اصلاح کردہ صورت متعین کر کے نقشے تیار کروائے اور انہیں اسکولوں کے اندر لگوایا۔ اس کے باوجود بعض خامیاں رہ گئیں، مثلاً ”ئیں“ کے لیے الف ھمزہ ”ء“ کے نیچے عمودی خط میں دوزیر ” ٍ “ اور ”ؤں“ کے لیے الف ہمزہ (ء) کے اوپر دو پیش (ٌ) دیئے جاتے تھے۔“(۳۳)

جان جیکب کے بعد سندھ کے عالموں نے بھی مختلف الفاظ کی صورتیں مقرر کرنے کے لیے کوششیں کیں اور اپنا کردار ادا کیا۔ الانا صاحب اِس حوالے سے لکھتے ہیں:

''سنہ ۱۹۱۳ء میں سندھ کے عالموں نے ضروری سمجھا کہ ایسے مختلف الفاظ کی صورتیں مقرر کی جائیں۔ اس وقت کے تعلیمی ماہرین اور سندھی لٹریچر کمیٹی کے ممبران نے ۱۳ فروری ۱۹۱۳ء میں قرارداد پاس کرکے ''اخبار تعلیم'' میں ایسے تمام الفاظ کی فہرستیں شائع کروائیں اور ان کی درست صورتیں بھی مقرر کیں۔''(۳۴)

اُن تمام کاوشوں کے باوجود کچھ الفاظ معیاری نہیں لکھے جارہے تھے۔ اِس سلسلے میں دیوان جگن ناتھ اور مرزا قلیچ بیگ سامنے آئے اور اُن الفاظ کو معیاری صورتخطی میں لکھا۔ بقول ڈاکٹر حیدر سندھی:

''اتنی کوششوں کے اب بھی بعض الفاظ معیاری طور پر نہیں لکھے جارہے تھے، جنہیں ۱۹۱۵ء میں سندھ کے ایجوکیشن انسپکٹر دیوان جگن ناتھ اور مرزا قلیچ بیگ نے مل کر معیاری صورتخطی میں ڈھالا۔ تب جاکر سندھی لکھنے کے لیے پورے سندھ میں ایک ہی طرز کا معیاری خط و املا مروج ہوا۔''(۳۵)

سندھی رسم الخط کی اصلاح کے بعد کچھ عرصے میں درسی اور دیگر نثر و نظم کی کُتب شائع ہونا شروع ہوئیں۔ میمن عبدالمجید کے مطابق:

''سندھی رسم الخط کی ترمیم، اصلاح اور آخری تعین کے بعد سندھی زبان میں درسی کتابیں اور دیگر نثر و نظم کی کتابیں طبع ہونا شروع ہو گئیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ۱۸۵۳ء میں بچوں کے لئے ایک درسی کتاب ''باب نامہ'' چھاپی گئی جو دیوان نندیرام میرانی نے لکھی تھی۔''(۳۶)

موجودہ سندھی رسم الخط ۵۲ حروف پر مشتمل ہے ان میں سے ۳۳ حروف تلفظ اور شکل و صورت میں اردو، پنجابی، سرائیکی وغیرہ کے حروف کے مشابہ ہیں: وہ حروف یہ ہیں:

ا ب ت ث پ ج جھ چ ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق گ گھ ل م ن و ہ ء ي

اہم نکات:

۱۔ سندھی میں "ي" کہیں بھی آئے اس کے نیچے دو نقطے ضرور دیے جاتے ہیں۔

۲۔ "ن" پر بھی ہر جگہ ایک نقطہ ضرور دیا جاتا ہے۔

۳۔ سندھی میں "ي" معروف ہو یا مجہول دونوں ایک ہی صورت میں لکھی جاتی ہے۔

۴۔ سندھی حرف "ھ" بھی ہر جگہ ایک ہی شکل میں لکھی جاتی ہے۔

سندھی حروف تہجی کے ۱۲ حروف ایسے ہیں جو صوتی اعتبار سے اردو، پنجابی، سرائیکی وغیرہ سے مماثل ہیں لیکن تحریری صورت سندھی حروف کی مختلف ہے۔ وہ حروف یہ ہیں:

(۱) ڀ (بھ)، (۲) ٿ (تھ)، (۳) ٽ (ٹ)، (۴) ٺ (ٹھ)،

(۵) ڇ (چھ)، (۶) ڌ (دھ)، (۷) ڊ (ڈ)، (۸) ڍ (ڈھ)، (۹) ڙ (ڑ)،

(۱۰) ڦ (پھ)، (۱۱) ڪ (ک)، (۱۲) ک (کھ)،

سندھی کے باقی ۷ حروف میں سے حرف "ڻ" پنجابی، سرائیکی، پشتو میں موجود ہے مگر اس کی تحریری شکل مختلف ہے۔ باقی سندھی کے چھ حروف میں سے حرف ڃ کے علاوہ باقی ایسے پانچ حروف ہیں جو سوائے سرائیکی زبان کے باقی کسی بھی زبان میں نہیں ملتے وہ حروف یہ ہیں: ۱۔ ٻ، ۲۔ ڄ، ۳۔ ڏ، ۴۔ ڳ، ۵۔ ڱ

سندھی زبان کے حروفِ تہجی

ا ب ٻ ڀ ت ٿ ٽ ٺ ث پ ج ڄ جھ ڃ چ ڇ ح خ د ڌ ڏ ڊ ڍ ذ ر ڙ ز س
ش ص ض ط ظ ع غ ف ڦ ق ڪ ک گ ڳ گھ ڱ ل م ن ڻ و ه ء ي۔

سندھی زبان کے مخصوص حروف

سندھی کے مخصوص حروف سے مراد وہ حروف، جو سندھی کے علاوہ کوئی غیر سندھی ادا نہیں کر سکتا۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی یہ حروف ادا نہیں کر سکے لیکن اس کے لیے کافی عرصہ درکار ہوگا اور کافی مشق کرنی پڑے گی۔ سندھی کے ان مخصوص حروف کی مختصر تفصیل جو ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب ''سندھی معلم'' میں دی ہے۔ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

ٻ:- ب اور ٻ کا مخرج ایک ہے۔ یہ دونوں دولبی (Bilabial) آوازیں ہیں۔ ان دونوں کے درمیان فرق اتنا ہے کہ ''ب'' کے تلفظ کے دوران سانس ہونٹوں سے باہر نکالتے ہیں۔ اس لیے اس کو دھماکیدار (Plosive or Explosive) آواز کہتے ہیں۔ لیکن ''ٻ'' کی آواز کے تلفظ کے وقت ہونٹ ملا کر سانس کو اندر حلق کی طرف لے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ٻ کو سندھی زبان میں چسکارے والی آواز (Implosive) آواز کہا جاتا ہے۔ ''ٻ'' حرف کے چند الفاظ کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
صورت	صورت	مددگار	صورت	صورت	
ٻانهن ٻيلي	بانہہ بیلی		ٻول	بول	بول
ڀروپ	بہروپ	دوروپ	ٻلي	بلی	بلی
ٻڪري	بکری	بکری	دٻاءُ	دباؤ	دباؤ
ٻاهر	باہر	باہر	ٻچو	بچو	بچہ
ٻوٽي	بوٹی	بوٹی			

ڄ:- ج اور ڄ کا مخرج ایک ہے یعنی سخت تالو (Hard plate) ہے۔ لیکن دونوں آوازوں میں فرق یہ ہے کہ "ج" کی آواز کے تلفظ کے دوران سانس منہ سے باہر نکالتے ہیں۔ اس لیے "ج Plosive" آواز ہے اور "ڄ" کے تلفظ کے دوران سانس کو اندر حلق کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اسے چسکاری والی آواز (Implosive) آواز کہا جاتا ہے۔
ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ کیجئے:

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
صورت	صورت	مددگار	صورت	صورت	
ڄٽ	جٹ	دہقانی	سوڄ	سوج	سوجن
ڇڄ	چھج	چھاج	اڄ	اج	آج
ڄار	جار	جال	ڄيڀ	جیبھ	زبان
ڄمون	جموں	جامن	لڄ	لج	عزت

ڃ:- ڃ کا مخرج سخت تالو ہے۔ ڃ "نج" (ن۔ج) کا ہی ایک روپ ہے۔ ڃ کے تلفظ کے وقت سانس ناک اور منہ سے ایک ساتھ نکالتے ہیں۔ اس وجہ سے "ڃ" غنائی (انفی) یا ناکی آواز ہے۔ "ڃ" سے کوئی بھی لفظ شروع نہیں ہوتا۔ ڃ حرف والے الفاظ کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
صورت	صورت	مددگار	صورت	صورت	
ماڃڻ	مانجن	مانجنا	وڃ	ونج	جا
پڃرو	پنجرو	پنجرا	اڃ	انج	پیاس
پنڃ	پنج(پن)	خیرات	رڃ	رنج	سراب
سڃ	سنج	تباہی	ڄڃ	جنج	بارات

ڏ:- ڈ اور ڈ کا مخرج ایک ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ "ڈ Plosive" آواز ہے اور "ڏ" چسکارے والی (Implosive) آواز ہے۔ ذیل میں "ڏ" حرف والے الفاظ کی مثالیں دی جاتی ہیں:

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
صورت	صورت	مددگار	صورت	صورت	
ڏک	ڈکھ	دکھ	ڏيڏر	ڈیڈر	مینڈک
ڏور	ڈور	ڈور	ڏاڏا	ڈاڈا	دادا
ڏنڊو	ڈنڈو	ڈنڈا	ڏاڙهي	ڈاڑھی	داڑھی
ڏند	ڈند	دانت	ڏنڊ	ڈنڈ	جرمانہ

ڳ:۔ ڳ اور گ کا مخرج نرم تالو (Soft plate / velum) ہے۔ گ Plosive اور ڳ Implosive آواز ہے۔ ڳ حروف کے الفاظ کی چند مثالیں:

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
صورت	صورت	مددگار	صورت	صورت	
آڳ	آگ	آتش	ديڳ	دیگ	دیگ
جهڳڙو	جھگڑو	جھگڑا	راڳ	راگ	موسیقی
ٺڳ	ٹھگ	فراڈی	ڳلي	گلی	گلی
پڳ	پگ	پگڑی	ڳاڙهو	گاڑھو	لال
جڳ	جگ	جہاں	ڳچ	گچ	زیادہ

ڱ:- "نگ" تقریباً (ن۔گ) کا ایک روپ ہے۔ ڱ کا مخرج بھی نرم تالو (Soft plate) ہے۔ ڱ کے تلفظ کے وقت سانس کو ناک اور منہ سے ایک ساتھ نکالا جاتا ہے اس لیے "ڱ" کو ناکی (غنائی) آواز (Nasal Sound) کہا جاتا ہے۔ اردو میں یہ آواز موجود ہے لیکن لکھی نہیں جاتی۔ مثلاً: اڱلي ۔ انگلی

ڱ حرف کے الفاظ کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

سندھی صورت	اردو صورت	ترجمہ	سندھی صورت	اردو صورت	ترجمہ
آڱر	آنگر	انگلی	چڱو	چنگو	ٹھیک
اڱار	انگار	کوئلہ	اڱڻ	انگن	آنگن
آڱوٺو	آنگوٹھو	انگوٹھا	سِڱ	سنگ	سینگ
رڱ	رنگ	رنگ	سَڱ	سنگُ	رشتہ

نوٹ:۔ ڱ حرف سے کوئی بھی لفظ شروع نہیں ہوتا۔

ڻ:- سندھی کا یہ حرف نون غنہ اور ڑ (ن۔ڑ) سے مرکب ہے۔ یہ آواز نکالتے وقت زبان تالو کی طرف اُلٹی مڑ جاتی ہے۔ تلفظ کے وقت سانس کو منہ اور ناک سے ایک ساتھ نکالا جاتا ہے۔ اِس لیے اس کو بھی ناکی آواز (Nasal Sound) کہا جاتا ہے۔ اس حرف کے چند الفاظ کی مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

سندھی صورت	اردو صورت	ترجمہ	سندھی صورت	اردو صورت	ترجمہ
ڳڻ	گُن	خوبی	چڻا	چنا	چنے
پاڻي	پانی	آب	راڻي	رانی	رانی
اڱڻ	آنگن	آنگن	مکڻ	مکھن	مکھن
چٽڻي	چٹنی	چٹنی	اچڻ	اچن	آنا
وڻ	ون	درخت	ڌڻي	دھنی	مالک [۳۷]

حرکات و علل:۔

جہاں تک حروف علت (ا۔و۔ی)، حرکات ثلاثہ، زبر، زیر، پیش (ـَ۔ـِ۔ـُ) تنوین (ـً۔ـٍ۔ـٌ)، جزم (ـْ) مد و شد (ـٓ۔ـّ) کا تعلق ہے وہ سب کے سب سندھی میں پائے جاتے

ہیں۔بقول ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی:

''حرکات و علل اکہرے اور دہرے سندھی میں کل دس ہیں۔جو یہ ہیں:

اَ، آ، اِ، اِي، آي، اُ، اُو، اي، او، آو'' (۳۸)

ذیل میں ان مصوتوں کی تفصیل نقشے کی شکل میں درج کی جاتی ہے

نمبر شمار	حرکت کا نام	مصوتہ	لفظ	ترجمہ
۱۔	زبر	اَ	بَلا	بلا
۲۔	حرف علت الف	آ	بابا	بابا
۳۔	زیر	اِ	بِلي	بلی
۴۔	یائے معرف	اِي	ٻِلي	بلی
۵۔	پیش	اُ	اُٺ	اونٹ
۶۔	واو معروف	اُو	مُوري	مولی
۷۔	یائے مجہول	اي	پيٽ	پیٹ
۸۔	یائے ما قبل مفتوح	آي	خَير	خیر
۹۔	واو مجہول	او	چور	چور
۱۰۔	واو ما قبل مفتوح	آو	خَوف	خوف

جدید لسانیات کے مطابق سندھی مصوتوں کو چھوٹے (Short) اور لمبے (long) قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ان کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔

چھوٹے مصوتے (Short Vowels)	لمبے مصوتے (Long Vowels)
اَ	آ
اِ	اِي
اُ	اُو

ـَـ	اي
ـَـ	آي
ـَـ	او
ـَـ	آو

Vowels

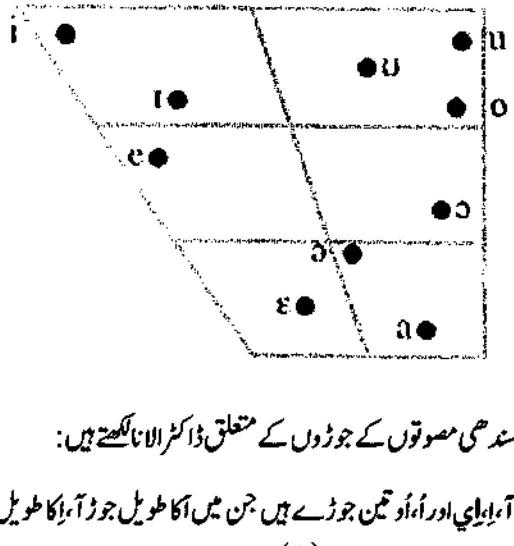

(۳۹)

سندھی مصوتوں کے جوڑوں کے متعلق ڈاکٹر الانا لکھتے ہیں:

"اَ، آ، اِ، اِي اور اُ، اُو تین جوڑے ہیں جن میں اَ کا طویل جوڑ آ، اِ کا طویل جوڑ اِي اور اُ کا طویل جوڑ اُو ہے۔" (۴۰)

تنوین (ــً، ــٍ، ــٌ):۔ یہ علامت صرف عربی الفاظ میں واقع ہوتی ہے۔ دو زبریں (ــً) حرف کے اوپر، دو زیریں (ــٍ) حرف کے نیچے دو پیش (ــٌ) حرف کے اوپر۔ بولنے میں یہ نون کی آواز دیتے ہیں۔ اس علامت کو تنوین کہتے ہیں: مثلاً

اتفاقاً، غالباً، تقریباً، فوراً، حقیقتاً وغیرہ

تشدید (ــّ):۔ بعض الفاظ میں ایک حرف ایسا واقع ہوتا ہے جو دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً

ہمت اس لفظ میں حرف م کو دو مرتبہ بولا جاتا ہے۔ م یہاں مشدد کہلاتا ہے۔ مشدد حرف کے اوپر ایک علامت لگائی جاتی ہے (ّ) اس کو تشدید کہتے ہیں۔

مثلاً: اللہ محمّد نقّاش ستّار

جزم (ْ):۔ اس علامت کو جزم کہتے ہیں۔ یہ علامت اس حرف پر لکھی جاتی ہے۔ جس پر کوئی حرکت نہ ہو۔ یعنی وہ ساکن ہو۔ مثلاً

سندھی	اردو
هلڪو	ہلْکا
عِلمُ	عِلْم

نون غنہ :۔ بعض الفاظ میں "ن" کی آواز قائم آواز نہیں ہوتی، بلکہ ناک سے نکالی جاتی ہے۔ اس کی علامت الٹی ٹوپی (ں) کی طرح ہے۔ اس نون کو نون غنہ کہتے ہیں۔ جب یہ نون غنہ لفظ کے درمیان میں واضح ہوتا ہے تو لکھا جاتا ہے مثلاً چاند، گیند، چھینک۔ جب آخر میں واقع ہوتا ہے تو اس نون کے اندر نقطہ نہیں لگایا جاتا اگر ضرورت ہو تو نون غنہ کی نشانی یعنی ں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً جہاں، تمہیں، کیوں وغیرہ۔ لیکن سندھی زبان میں نون غنہ میں بھی نقطہ لگایا جاتا ہے۔ مثلاً

سندھی	اردو	ترجمہ	سندھی	اردو	ترجمہ
آهين	آہیں	ہو	چوين ٿو	چویں تھو	تم کہتے ہو
توهين	توہیں	آپ	سان	ساں	کے ساتھ
			مان	ماں	میں

رومن۔ سندھی حروف

سندھی زبان کے لیے رومن۔ سندھی رسم الخط اختیار کرنے کے لیے کافی عرصہ

بحث مباحث ہوتے رہے۔ اس سلسلے میں بعض علماء نے اس کی حمایت کی خاص طور پر حلیم بروہی نے اس ضمن میں کافی لکھااور بعض نے مخالفت کی۔ جن علماء نے اس کی حمایت کی، ان کے مطابق رومن سندھی رسم الخط کے استعمال سے سندھی زبان میں وسعت آئے گی، بیرونی ممالک میں جو سندھی بولنے والے ہیں ان کو آسانی ہوگی۔ سندھی زبان کمپیوٹر خصوصی طور پر انٹرنیٹ پر آسانی کے ساتھ استعمال کی جاسکے گی۔ اس طرح سندھی زبان دنیا کی باقی ترقی یافتہ زبانوں کی طرح بین الاقوامی طور پر جانی جائے گی۔ ذیل میں رومن۔سندھی رسم الخط کا چارٹ ملاحظہ کیجئے، جسے سندھی لنگویج اتھارٹی نے بین الاقوامی اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا ہے:

سندھی نمبر	سندھی حروف	رومن حروف	سندھی نمبر	سندھی حروف	رومن حروف
۱	ا	a	۱۸	خ	kh
۳۵	غ	gn	۲	ب	b
۱۹	د	d	۳۶	ف	f
۳	ٻ	b	۲۰	ڌ	dh
۳۷	ڦ	ph	۴	ڀ	bh
۲۱	ڏ	d	۳۸	ق	q
۵	ت	t	۲۲	ڊ	d
۳۹	ڪ	k	۶	ٿ	th
۲۳	ڍ	dh	۴۰	ک	kh
۷	ٽ	t	۲۴	ذ	z
۴۱	گ	g	۸	ٺ	th

سندھی نمبر	سندھی حروف	رومن حروف	سندھی نمبر	سندھی حروف	رومن حروف
۲۵	ر	r	۴۲	ڳ	g
۹	ث	s	۲۶	ڙ	r
۴۳	گھ	gh	۱۰	پ	p
۲۷	ز	z	۴۴	ڱ	n
۱۱	ج	j	۲۸	س	s
۴۵	ل	l	۱۲	ڄ	j
۲۹	ش	sh	۴	م	m
۱۳	جھ	jh	۳۰	ص	s
۴۷	ن	n	۱۴	ڃ	n
۳۱	ض	z	۴۸	ڻ	n
۱۵	چ	ch	۳۲	ط	t
۴۹	و	v	۱۶	ڇ	chh
۳۳	ظ	z	۵۰	ه	h
۱۷	ح	h	۳۴	ع	e
۵۱	ء	ء	۵۲	ي	y(۴۱)

دیوناگری - سندھی حرف تہجی

आ	ब	ॿ	भ	त	थ	ट	ठ	स	प	ज	झ	ॼ	ञ
–	b	ḇ	bh	t	th	ṭ	ṭh	s̱	p	j	jh	j̱	ñ
[ə]	[b]	[ɓ]	[bʰ]	[t]	[tʰ]	[ʈ]	[ʈʰ]	[s]	[p]	[dʒ]	[dʒʰ]	[ʄ]	[ɲ]
च	छ	ह	ख	द	ध	ड	ॾ	ढ	ज़	र	ड़	ढ़	ज़
c	ch	h	kh	d	dh	ḍ	ḏ	ḍh	z	r	ṛ	ṛh	z
[tʃ]	[tʃʰ]	[h]	[x]	[d]	[dʰ]	[ɖ]	[ɗ]	[ɖʰ]	[z]	[r]	[ɽ]	[ɽʰ]	[z]
स	श	स़	ज़	त	ज़	ग़	फ़	फ	क़	क	ख	ग	घ
s	sh	ṣ	ẓ	ṭ	z	gh	f	ph	q	k	kh	g	gh
[s]	[ʃ]	[s]	[z]	[t]	[z]	[ɣ]	[f]	[pʰ]	[q]	[k]	[kʰ]	[g]	[gʰ]
ॻ	ङ	ल	म	न	ण	व	ह	य					
g̱	ṅ	l	m	n	ṇ	v	h	y					
[ʛ]	[ŋ]	[l]	[m]	[n]	[ɳ]	v/w/o	[h]	[j/e]					

ॐ

(۴۲)

عربی-سندھی حرف تہجی

ء	ا	ب	ٻ	ڀ	ت	ٿ	ٽ	ٺ	ث	پ	ج	جھ	ڄ
همزو	الف	بي	ٻي	ڀي	تي	ٿي	ٽي	ٺي	ثي	پي	جيم	جهي	ڄي
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	–	b	ḇ	bh	t	th	ṭ	ṭh	s̱	p	j	jh	j̱
	[ə]	[b]	[ɓ]	[bʰ]	[t]	[tʰ]	[ʈ]	[ʈʰ]	[s]	[p]	[dʒ]	[dʒʰ]	[ʄ]
ڃ	چ	ڇ	ح	خ	د	ڌ	ڏ	ڊ	ڍ	ذ	ر	ڙ	ڙھ
ڃي	چي	ڇي	حي	خي	دال	ڌال	ڏال	ڊال	ڍال	ذال	ري	ڙي	ڙهي
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ñ	c	ch	h	kh	d	dh	ḏ	ḍ	ḍh	z	r	ṛ	ṛh
[ɲ]	[tʃ]	[tʃʰ]	[h]	[x]	[d]	[dʰ]	[ɗ]	[ɖ]	[ɖʰ]	[z]	[r]	[ɽ]	[ɽʰ]
ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ڦ	ق	ڪ	ک
زي	سين	شين	صاد	ضاد	طوي	ظوي	عين	غين	في	ڦي	قاف	ڪاف	کي
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
z	s	sh	ṣ	ẓ	ṭ	ẓ		gh	f	ph	q	k	kh
[z]	[s]	[ʃ]	[s]	[z]	[t]	[z]	[ʔ]	[ɣ]	[f]	[pʰ]	[q]	[k]	[kʰ]
ک	گھ	ڳ	ڱ	ل	م	ن	ڻ	و	ه	ھ	ي		
گاف	گهاف	ڳي	ڱي	لام	ميم	نون	ڻون	واو	هي	ٻه چشمي هي	يي		
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		
g	gh	g̱	ṅ	l	m	n	ṇ	v	h		y		
[g]	[gʰ]	[ʛ]	[ŋ]	[l]	[m]	[n]	[ɳ]	[v/w/o]	[h]		[j/e]		

(۴۳)

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ء، ص۔۸۸

۲۔ بارکر، محمد عبدالرحمان، ڈاکٹر، مقالہ: "پاکستان کے لیے رسم الخط"، مشمولہ، اردو رسم الخط، مرتبہ: شیما مجید، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص۔۳۷۱

۳۔ مرزا، محمد سجاد، پروفیسر، ایضاً، ص۔۱۵۷

۴۔ اختر، بشیر محمود، مقدمہ اردو رسم الخط (انتخاب مقالات:) شیما مجید، مرتبہ، ایضاً، ص۔۷

۵۔ عبداللہ جان، عابد، پشتو زبان و ادب کی مختصر تاریخ، پشاور، یونیورسٹی پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص۔۳۱

۶۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جو ابھیاس (سندھی) جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی، یونیورسٹی آف سندھ، ۱۹۸۷ء، ص۔۱۸۵تا۱۸۷

۷۔ اختر، بشیر محمود، مقدمہ، "اردو رسم الخط" (انتخاب مقالات)، ایضاً، ص۔۷

۸۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جو ابھیاس، ایضاً، ص۔۲۷۲

۹۔ بریلوی، سید مصطفی علی، مقالہ، "زبان اور رسم الخط"، مشمولہ، اردو رسم الخط (انتخابِ مقالات) ایضاً، ص۔۲۰۹

۱۰۔ ایضاً، ص۔۲۱۸

۱۱۔ بلوچ، نبی بخش خاں، ڈاکٹر، مقالہ، "سندھی بولی"، (مترجم: پروفیسر، برکت علی ابڑو کریمی) مشمولہ سہ ماہی۔ سندھی بولی (سندھی)، حیدرآباد، سندھ، جنوری ۱۹۹۵۔۱۹۹۶ء، ص۔۲

۱۲۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۱۹۹۹ء، ص۔۸۵

۱۳۔ ندوی، رشید اختر، پاکستان کا قدیم رسم الخط اور زبان، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء، ص۔۳۵

۱۴۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، حیدرآباد، سندھی زبان پبلی کیشن، طبع سوم، ۱۹۶۹ء، ص۔ ۱۷

۱۵۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۱۸

۱۶۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جو ابھیاس، (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۳۸۷

۱۷۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۲۰

۱۸۔ ایضاً، ص۔ ۲۸

۱۹۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر سندھی زبان و ادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۹۴

۲۰۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۲۷

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ بکڑو، انور فگار، مقالہ، ''سندھی آیو ٹاتے تحیل تنقید جو تجزیو''، (سندھی) مشمولہ ششماہی، سندھی ادب جلد۔ ۱۳، نمبر ۱۔ ۲، ۱۹۹۵ء، جامشورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی، سندھ یونیورسٹی، ص۔ ۱۱۴

۲۳۔ ایضاً، ص۔ ۱۱۳

۲۴۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۳۱

۲۵۔ ایضاً، ص۔ ۳۲

۲۶۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، (مترجم: حافظ خیر محمد اوحدی) جامشورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص۔ ۲۴۰

۲۷۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورتخطی (سندھی)، ایضاً، ص۔ ۵۵

۲۸۔ ایضاً، ص۔ ۵۶

۲۹۔ ایضاً، ص۔ ۳۲

۳۰۔ ایضاً، ص۔ ۳۶

۳۱۔ ایضاً، ص۔ ۴۲

۳۲۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، ایضاً، ص۔ ۲۳۹

۳۳۔ ایضاً، ص۔ ۲۴۰

۳۴۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صورِ تخطی (سندھی)، ایضاً۔ ۷۱

۳۵۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۹۷

۳۶۔ میمن عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، ایضاً، ص۔ ۲۴۲

۳۷۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی معلم، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۴ء، ص۔ ۴

۳۸۔ اصلاحی، شرف الدین، اردو سندھی کے لسانی روابط، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۷ء، ص۔ ۱۳۷

39- http://en.wikipedia.org/wiki/sindhi.Language

۴۰۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی معلم، ایضاً، ص۔ ٦

۴۱۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، مقالہ، ''سندھی۔ رومن ٹرانسلیشن'' (سندھی) مشمولہ، سالانہ سندھی بولی جلد۔ ۲، شمارہ ۱۔ ۲، جنوری۔ دسمبر ۲۰۰۰ء، ص۔ ۱۸

42.www.unics.uni_hannover.de/nhtcapri/sindhi_alphabet.html

43- Ibid.

❖......❖......❖

باب۔۳

سندھی زبان کے لہجے

Dialects of Sindhi

لہجہ (Dialect)

لہجہ کو ہندی میں اپ بھاشا، اردو میں لہجہ یاز بانچہ، پنجابی میں بولی یا بولڑی، سندھی میں محاورو یا لہجو جبکہ انگریزی میں اسے ڈائیلیکٹ (Dialect) کہتے ہیں۔ انگریزی لفظ ڈائلیکٹ کے حوالے سے محمد عمر چنڈ یوں رقمطراز ہیں:

> "یونانی زبان میں لیگین (Legein) کہتے ہیں بولنے کو۔ لیگین سے ایک لفظ بنا ڈایا لیگستھائے (Dialegesthai) جس کا مطلب ہی ہے "بات چیت کرنا"، "گفتگو کرنا"۔ انگلش ڈکشنریوں میں اس کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے وہ toconverse, to discourse ہیں۔ اسی ڈایا لیگستھائے میں سے ایک لفظ نکلا " ڈایالوگوس (Dialogose) "جس سے بعد میں انگریزی لفظ ڈایالاگ (Dialogue) بنا اور اس کا مطلب تھا Discourse ، Conversation اور دوسری جانب لفظ بنا ڈایا لیکٹوس (Dialactos) جس سے انگریزی لفظ ڈایالیکٹ (Dialect) بنا اور معنی بھی وہی گفتگو، بات چیت، بولنے کا ڈھنگ اور کسی ملک یا علاقے کی بولی۔"[1]

اس حوالے سے وہ مزید لکھتے ہیں:

> "ڈایالیکٹ کی معنی "وسعت" کے ہیں البتہ مختلف ادوار میں، مختلف

مواقعوں پر اور مختلف علماء کے درمیان ڈایالیکٹ کے معنی اور مفہوم میں فرق رہا ہے، اب تک ڈایالیکٹ تین معنوں میں مستعمل ہوتا رہا ہے۔

۱۔ ایک طرف ایک ہی نسل (Cogante) والی زبانوں میں سے ہر ایک کو ڈایالیکٹ کہتے تھے، جیسے فرنچ اور اطالوی زبانوں کو رومانس گروہ کے ڈایا لیکٹ جانا جاتا تھا یا انگریزی اور سنسکرت انڈو یورپین (Indo-European) ڈایالیکٹ جانے جاتے تھے۔

۲۔ دوسری طرف لہجے کے عام معنی یہ ہیں کہ زبان کی ایک قسم (Variety) جو افراد کا ایک گروہ استعمال کرتا ہو جس کے الفاظ، گرامر اور تلفظ کی صورتوں میں ایسے الگ ہوں جو اسے دیگر افراد کی اقسام (Varieties) سے علیحدہ کرتے ہوں۔

۳۔ تیسری طرف ڈایالیکٹ زبان کی وہ گروہی صورت ہے جس کی شناخت کی خصوصیات گرامر یا لفظ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایکسنٹ (Accent) کے مقابلے میں جس کی شناخت تلفظ سے ہوتی ہو۔"[۲]

ڈاکٹر مہر عبدالحق ایک انٹرویو میں لہجے کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

"... "لہجہ" عربی زبان کا لفظ ہے۔ "لہج" اس کا مادہ ہے۔ جس کے معنی ہیں "عادی ہونا" اہل زبان جس انداز و وضع تکلم، طرز ادا اور تلفظ سے اپنی زبان بولنے کے عادی ہیں، اسے لہجہ کہتے ہیں۔"[۳]

لہجہ کے لغوی معنی

مختلف لغات میں لہجہ کے معنی کچھ اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

"فیروزاللغات" کے مطابق:

"بولنے کے انداز، تلفظ، زبان کا اُتار چڑھاؤ وغیرہ۔"[۴]

"اعجاز اللغات" میں لہجہ کا مطلب ہے:

"طرزِ کلام، بولنے کا انداز، زبان، محاورہ، الفاظ کی آواز۔"(۵)

"قومی انگریزی۔اُردو لغت" میں لہجہ کے معنی کچھ اس طرح بیان ہوئے ہیں:

"اسلوبِ کلام، طرزِ بیان، محاورہ، کسی خاص ضلعے یا علاقے میں رائج زبان کی شکل، جس کا خاصا مخصوص ذخیرۂ الفاظ اور تلفظ ہوتا ہے۔ کسی زبان کی خاص قسم یا شاخ یا ایسی کئی زبانوں میں سے ایک جنہیں ایک خاندان سمجھا جاتا ہو۔ کسی خاص پیشے یا حرفے کی مخصوص زبان۔"(۶)

"نیو لٹل آکسفورڈ ڈکشنری" کے مطابق:

"A form of a language used in a particular region or by a particular social group".(7)

لہجہ کے متعلق کہاوتیں

لہجہ کے متعلق ہماری زبانوں میں مختلف کہاوتیں مشہور ہیں جیسا کہ:

"بولی ٹھول بارہ کوس" (۸)

یعنی: ہر بارہ کوس کے بعد مقامی گفتگو اور اندازِ بیان میں خفیف سا فرق آجاتا ہے۔
اس ضمن میں پنجابی کہاوت ہے:

باراں کوہ تے بولی بدل جاندی اے۔ ہر بارہ کوس وچ دوجی بولی۔ (۹)

یعنی: ہر بارہ کوہ کے بعد زبان میں تبدیلی آجاتی ہے۔

اس سلسلے میں سندھی کہاوت ہے:

هر ٻارهين ڪوهين ٻولي ٻي (ہر بارہیں کوہیں بولی ٻی)

یا

سنڌ ۾ چپي چپي تي ٻولي ٻي (سندھ میں چپی چپی تے بولی بی)(۱۰)

یعنی: ہر بارہ کوہ کے بعد زبان میں فرق ہوتا ہے۔ لہجہ کے متعلق گجراتی میں ایک کہاوت بہت مقبول ہے :

بار گاویں بولی بدلے، ترو ور بدلے شاکھا
بڑھاپا میں کیس بدلے، لکشن نہ بدلے لاکھا

یعنی: بارہ کوہ کے بعد زبان اس طرح بدل جاتی ہے جیسے درخت اپنی شاخوں کو بدلتا ہے یا بڑھاپے میں بال بدل جاتے ہیں مگر لاکھا (ہندوؤں کی ذات) اپنے عادات نہیں بدلتے۔ (۱۱)

لہجہ کی تعریف

زبان کی طرح لہجہ کی بھی مختلف تعریفات بیان کی جاچکی ہیں۔ ذیل میں چند ماہرین لسانیات کی لہجہ کے متعلق تعریفات کو بیان کیا جاتا ہے۔

Simply any variety of a language is called Dialect.

ڈاکٹر غلام علی الانا، ماریو پائے (Mario Pei) کی کتاب "ڈکشنری آف لنگنگس ٹکس (Dictionary of Linguistics) " کے حوالے سے لہجہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:۔

> "Dialect, is a specific form of a given language, spoken in a certain locality of a geographic area, showing sufficient differences from the standard of litrary form of that language, as to pronounciation, grammetical construction and idiomatic usage of words to be considered a distinct entity, yet not sufficiently distinct from

other dialects of the language to be regarded as a different language".[12]

ڈاکٹر سلیم فارانی کے حوالے سے ڈاکٹر مظفر حسن ملک لکھتے ہیں:

''بولی وہ بے ڈھب سی زبان جو کسی مقام کے عوام میں رائج ہو لیکن نہ اس کی کوئی تنظیم ہو اور نہ وہ ادبی حیثیت تک پہنچی ہو، یعنی اس زبان میں ادبی یا علمی کارنامے نہ ہوں۔''(۱۳)

اس ضمن میں ڈاکٹر شہباز ملک ''پنجابی لسانیات'' میں لہجہ کی تعریف کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''باراں کوہ تے بولی بدل جاندی اے'' لسانیات وچ لسانی تبدیلی دے ایس اٹل اُصول موجب ہر زبان وچ اوہدے علاقائی انگ ہوندے نیں، جنہاں نوں Dialect کہندے نیں۔''(۱۴)

ترجمہ:۔ بارہ کوہ کے بعد زبان بدل جاتی ہے لسانیات میں لسانی تبدیلی کے اس اٹل اُصول کے مطابق ہر زبان میں اس کے علاقائی انگ ہوتے ہیں جن کو ''لہجہ'' کہتے ہیں۔
پروفیسر علی نواز جتوئی اس ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:۔

ترجمہ:

''ہر زبان کا ایک ملک ہوتا ہے جس کی چھوٹی یا بڑی اراضی ہوتی ہے، اس اراضی کے اندر ایک ہی زبان کے مختلف محاورات (لہجے) جدا جدا حصوں میں موجود ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو وہاں کی مقامی بولی (Dialect) کہا جاتا ہے۔''(۱۵)

معیاری یا ٹکسالی لہجہ (Standard Dialect)

کوئی بھی زبان بہت بڑے وسیع علاقے پر حاوی ہوتی ہے جو اس کا وطن کہلاتا ہے۔ اس سارے علاقے میں ایک خطہ ایسا بھی ہوتا ہے جو سیاسی، سماجی اور علمی طور پر دوسرے علاقوں پر فوقیت رکھتا ہے اس علاقے کی زبان کو سرکاری دربار میں معیاری قرار دیا جاتا ہے۔ تحریری حوالوں میں اس کو سند مانا جاتا ہے اور سماجی کاروبار میں اس کو بلند منزلت دی جاتی ہے۔ اس مرکزی علاقے میں جو زبان کا گہوارہ ہوتا ہے عوام کی مادری زبان، خط وکتابت کی زبان، اعلیٰ طبقے کی تہذیبی زبان اور سرکار و دربار کی رسمی زبان یہی معیاری زبان ہوتی ہے۔ مگر اس طبقے سے دور نکل جائیں تو بعض اوقات مقامی زبانیں بطور مادری زبانیں (گھریلو زبان) استعمال کی جاتی ہیں۔ مگر تحریر، اعلیٰ طبقے اور دفاتر میں وہی مرکزی معیاری زبان استعمال کی جاتی ہے۔

معیاری یا ٹکسالی لہجہ کے متعلق ماہرین لسانیات کی آراء

ڈاکٹر غلام علی الانا کے مطابق:

> "ایسا لہجہ جو سرکاری طور، اسکولوں، کالجوں، نشر واشاعت، سرکاری پیغامات، کورٹوں، اسیمبلیوں خواہ مہذب لوگوں کے حلقوں میں استعمال ہو، بولا جائے اور لکھا جائے تو اسے معیاری لہجہ کہا جاتا ہے۔ ملک کی سرکاری زبان میں اس معیاری لہجے کو تسلیم کرتی ہے۔"(١٦)

پروفیسر علی نواز جتوئی کے مطابق:

> "مقامی بولیوں میں سے ایک بولی جو علم و ادب کے اعتبار سے دیگر مقامی بولیوں پر چھا جاتی ہے اور جس کو پڑھا لکھا طبقہ عام طور پر استعمال کرتا ہے، اس کو معیاری زبان (Standard Dialect) کہا جاتا ہے۔"(١٧)

ڈاکٹر شہباز ملک کے موجب

"ہر زبان وچ اوہندے علاقائی انگ ہوندے نیں، جنہاں نوں Dialect کہندے نیں پر نال اک اجیہا انگ وی موجود ہونداا ے جس نوں اوس زبان وچ معیاری دادرجہ حاصل ہونداا ے۔ اوس زبان دے سارے ای علاقیاں دے لوک اوس وچ تخلیق کرکے اوس نوں امیر بناندے نیں۔"(۱۸)

ترجمہ:۔ ہر زبان میں اس کے علاقائی انگ ہوتے ہیں، جن کو لہجہ کہتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ایک ایسا انگ بھی موجود ہوتا ہے جس کو اس زبان میں معیاری کادرجہ حاصل ہوتا ہے اس زبان کے تمام علاقوں کے لوگ اس میں تخلیق کرکے اس کو امیر بناتے ہیں۔

اگر مقامی زبان کو اس زبان کی وسیع بساط کے طرز و انداز سے موازنہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی زبان ہے جو سارے علاقے میں بولی جارہی ہے، مگر مقامی زبان کے الفاظ، طرزِ ادا اور محاورات کا مقابلہ بنظر غائر معیاری زبان سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر خطے میں بارہ کوہ کے بعد چند مخصوص الفاظ، طرزِ تکلم کے انداز اور محاورات موجود ہیں جو اسی علاقے کے لیے خاص ہیں۔ اس لیے مقامی زبان معیاری زبان سے ایک حد تک مخصوص ہوگئی ہے۔ زبان وہی رہی مگر تخصیص کی ہلکی سی صورت پیدا ہوگئی۔

زبان اور لہجہ

زبان ایک زندہ کیفیت ہے۔ ہر زندہ کیفیت وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ یعنی ماحول اور اندرونی تحریکات کے زیر اثر اس کے جسم و روح میں فرق پیدا ہوجاتا ہے یہ تبدیلی قدرتی ہوتی ہے۔ بیرونی زبانوں کے زیرِ اثر، نئے حاکم کے زیرِ اثر، تہذیب کی تبدیلی کے زیرِ اثر، ملک میں نئے کارخانے اور نئے علوم کے داخل ہونے کے سبب۔ زبان اور لہجہ کا جو فرق ہے اس کو عالمی شہرت یافتہ ماہرِ لسانیات سر جارج ابراہم گریئرسن کے حوالے سے ڈاکٹر ناموس یوں بیان کرتا ہے کہ:

"زبان ایک پہاڑ کی مانند ہے اور زبانچہ ایک پہاڑی۔ زبان کو بعض حالات میں زبانچہ کہہ دیتے ہیں اور زبانچہ پر بعض آدمی زبان کا اطلاق کرتے ہیں۔ تاہم یہ مانا جاتا ہے کہ زبان قدیم اور وسیع اور بزرگ ہے زبانچہ اس کے مقابلے میں جدید۔ حدود کے لحاظ سے مختصر اور کوچک۔ ہم یہ بھی سکتے ہیں کہ زبان ماں کی طرح ہے اور زبانچہ بیٹی کی مانند۔ زبان اور زبانچہ کے فرق کو ہم ایک اور طرح سے بھی واضح کر سکتے ہیں۔ ایک زبان کے جتنے زبانچے ہوتے ہیں سب کے بولنے والے ایک دوسرے کی بولی سمجھ لیتے ہیں یعنی ایک زبان کے مختلف زبانچوں میں فرق اتنا کم ہوتا ہے کہ ایک کا جاننے والا دوسرے کو آسانی سے سمجھ لیتا ہے مگر زبانوں کا یہ حال نہیں۔ ایک زبان دوسری زبان سے نمایاں طور پر مختلف ہوتی ہے۔ ایک زبان کا بولنے والا دوسری زبان کو نہیں سمجھ سکتا دوسری زبان کو سمجھنے یا بولنے کے لیے اس کو خاص مہارت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"(۱۹)

سندھی زبان کے لہجے

خطۂ سندھ نہ صرف قدیم ہے بلکہ انتظامی طور پر بھی بہت وسیع و عریض علاقے پر پھیلا ہوا تھا اور ان وسیع و عریض علاقوں میں سندھی زبان تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بولی جاتی تھی اور اب بھی بولی جاتی ہے۔ ان مختلف فرقوں کے ساتھ سندھ یا سندھ سے باہر جو سندھی بولی جاتی ہے وہ سندھی زبان کے مختلف لہجے ہیں۔ ان سندھی زبانوں کے مختلف لہجوں کے حوالے سے کئی محققین نے تحقیقات کی ہیں۔ یہاں سندھی زبان کے ان مختلف لہجوں کے سلسلے میں محققین کی تحقیق کا جائزہ لیں گے۔ سر جارج ابراہم گریئرسن کے مطابق:

"Vicholi, Saraiki, Thareli and Lari the specimens received for this survey, how ever, show that as a dialect of Sindhi, Sariaki has no real existence,

and that, on the other hand, two other dialects, Lasi and Kachi, have to be added to the list.[20]

بھیرو مل مہرچند نے بھی سندھی لہجوں کی تعداد چھ بتائی ہے جس میں سرلی، وچولی، لاڑی، تھریلی، لاسی اور کچھی شامل ہیں۔[۲۱]

میمن عبدالمجید نے سندھی لہجوں کی تفصیل اپنی کتاب "لسانیات پاکستان" میں دی ہے۔ان کے مطابق سندھی لہجوں کی تعداد ۱۳ بنتی ہے۔ جن میں:

۱۔ سریلی، ۲۔ وچولی، ۳۔ لاڑی، ۴۔ تھری، ۵۔ کچھی ۶۔ لاسی، ۷۔ جدگالی، ۸۔ کوہستانی، ۹۔ میمنی، ۱۰۔ فراکی، ۱۱۔ کھیترانی، ۱۲۔ بلوچستان کے دیگر لہجے، ۱۳۔ راجستھان کا سندھی لہجہ[۲۲]

ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کے مطابق:

"سندھی زبان کے اہم لہجے یہ ہیں ۱۔ سریلہ، ۲۔ وچولو، ۳۔ لاڑی، ۴۔ تھری، ۵۔ لاسی، ۶۔ کچھی "[۲۳]

ڈاکٹر غلام علی الانا کے مطابق:

"سندھی زبان کے سات لہجے ہی جن میں اترادی یعنی سریلو، وچولی، لاڑی، تھری، کوہستانی، کچھی اور لاسی۔"[۲۴]

ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی نے بھی سندھی لہجوں پر کام کیا ہے۔انہوں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں سندھی زبان کے لہجوں کی تعداد ۱۱ بتائی ہے۔انہوں نے اپنی کتاب "سبی جی بولی" میں جو سندھی لہجے بیان کیے ہیں۔وہ یہ ہیں:

۱۔ معیاری لہجہ،	۲۔ اترادی لہجہ،	۳۔ ماچھکی لہجہ،
۴۔ جغدالی لہجہ،	۵۔ کھیترانی لہجہ،	۶۔ کوہستانی لہجہ،

۷۔ لاسی لہجہ،	۸۔ جدگالی لہجہ،	۹۔	لاڑی	لہجہ،
۱۰۔ کچھی لہجہ،	۱۱۔ تھری لہجہ"۔ (۲۵)

ڈاکٹر حیدر سندھی نے اپنی تصانیف "سندھی زبان وادب کی تاریخ"، "ہمارا لسانی و ادبی ورثہ" اور "پاکستان کا لسانی جغرافیہ" میں سندھی لہجوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ فطری لہجے، ۲۔ طبعی لہجے۔ ان کے مطابق:

"فطری لہجے وہ ہیں جن کے ساتھ ماضی میں سندھی کا فطری اور اٹوٹ رشتہ رہا اور اب بھی برقرار ہے۔ اگرچہ زمینی، تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور سیاسی و سماجی سطحوں پر ان کے اپنے مرکزی اور معیاری لہجے سے کسی طرح کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ان لہجوں میں کچھی، کاٹھیاواڑی، راجستھانی، گنداوی، ذکری، لاسی، جدگالی، کیچی، لوری چھکی لہجے شامل ہیں۔ سن ۱۹۴۷ء کے بعد سے سندھ پاکستان کے ایک صوبے کی شکل میں نقشے پر نمودار ہوا۔ جو سندھی زبان، صوبہ سندھ میں بولی جاتی ہے، اس کے لہجے صوبے کے طبعی حالات کے مطابق پکارے جاتے ہیں۔ اُن کو طبعی لہجے کہتے ہیں۔ ان میں لاڑی، کوہستانی، سرائیکی، وچولی، لہجے شامل ہیں۔" (۲۶)

اس تفصیل کے بعد سندھی زبان کے لہجوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بیرونی لہجے اور اندرونی لہجے۔

بیرونی لہجے

سندھی زبان کے بیرونی لہجوں سے مراد وہ لہجے ہیں جو موجودہ سندھ کے حدود سے باہر بولے جاتے ہیں۔ کیوں کہ خطۂ سندھ قدیم زمانے سے ایک وسیع اراضی پر مشتمل رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو:

"جب ہمیں سندھی زبان کا پھیلاؤ موجودہ سندھ کی جغرافیائی سرحدوں سے باہر

بھی نظر آتا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ قدیم سندھ کی سرحدیں مشرق، مغرب اور شمال میں پھیلی ہوئی تھیں"۔(۲۷)

اس ضمن میں سید مظہر جمیل یوں رقمطراز ہیں:

" سندھی زبان صدیوں سے بحرِ عرب کے ساحلی علاقوں، مکران، سیستان، کچھ، گجرات، مارواڑ، جودھ پور، جیسلمیر سے لے کر ملتان تک کے علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی رہی ہے اور یہ سارے علاقے "وادیٔ سندھ" کے نام سے موسوم رہے ہیں۔"(۲۸)

ذیل میں ان بیرونی لہجوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

کاٹھیاواڑی:

یہ سندھی زبان کا لہجہ ہے۔ڈاکٹر حیدر سندھی کے مطابق:

"پرانے زمانے میں ہندو راجہ "وکرماجیت" کے دور میں سندھ کے کئی خاندان کاٹھیاواڑ میں جا کر آباد ہوئے۔جب کھتریوں کی حکومت آئی تو انھوں نے "اروڑ" (روہڑی) کو اپنا دارالحکومت بنایا، جس کی بنا پر سندھیوں کے کاٹھیاواڑی لوگوں کے ساتھ سیاسی، سماجی اور لسانی روابط بھی مزید مستحکم ہوئے۔سندھ کے مشہور تاریخی قصے "سورٹھ رائے ڈیاچ" کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے۔یہاں کی بولی کچھی کی ہمعصر ہے۔"(۲۹)

میمن عبدالمجید اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"قیام پاکستان کے بعد اکثر میمن (کاٹھیاواڑی) کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں آباد ہوئے۔جہاں بھی یہ لوگ گئے اپنی زبان ہی بولتے رہے۔چونکہ اس زبان پر گجراتی اور کچھی زبانوں کے اثرات ہیں۔اس لیے یہ

سندھی کا ایک لہجہ بن گیا ہے۔ کاٹھیاواڑی میمن جو لہجہ بولتے ہیں اسے ''کاٹھیاواڑی'' یا ''میمنی'' بھی کہا جاتا ہے۔ کاٹھیاواڑی لہجے کے چند الفاظ ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

کاٹھیاواڑی سندھی تلفظ	اردو تلفظ	معیاری لہجہ	اردو تلفظ	اردو ترجمہ
ڪرو	کرو	ڇا	چھا	کیا
ٻرو	برو	بخار	بخار	بخار
بنان	بنان	بنائڻ	بنائن	بنانا
پان	پان	پاڻ	پان	خود
ونان	ونان	بنان	بناں	اسکے بغیر
گھال	گھال	ڳالھ	گالھ	بات
انگهين	انگھیں	اڳي	اگے	پہلے''(۳۰)

راجستھانی:

سندھ کے صحرا ''تھر'' کے ساتھ راجستھان کا علاقہ ہے۔ جس کے وجہ سے کئی سندھی قبائل وہاں صدیوں سے آباد ہیں۔ اور وہ سندھی بولتے ہیں۔ اس سندھی کو راجستھانی سندھی کہتے ہیں۔ اس ضمن میں حیدر سندھی لکھتے ہیں:

> ''کئی مدتوں پہلے بھی سندھ اور سندھیوں کے راجستھان سے سیاسی، سماجی اور جغرافیائی وتاریخی رشتے ناطے تھے۔ اگرچہ جغرافیائی، سیاسی اور سماجی سطحیں اتنی پختہ نہیں رہیں تاہم لسانی تعلق اب بھی برقرار ہے۔ راجستھان کافی وسیع علاقہ ہے جس میں ''ڈھٹ'' اور ''تھر'' جیسے ریگستان بھی سموئے جاچکے ہیں۔ اس سارے علاقے میں رائج سندھی بولی کو راجستھانی کہاجاتاہے۔''(۳۱)

ڈاکٹر عزیز انصاری کے مطابق:

''راجستھان کے وسیع علاقے میں بھی کئی سندھی قبیلے رہتے ہیں، مثلاً مہر، ماچھی (سو لنگی)، منگریہ، سومرو، بھیہ وغیرہ۔ ان سب کی زبان سندھی ہے۔ اسی پر راجستھان کی دیگر زبانوں کے اثرات بھی ملتے ہیں۔

راجستھانی الفاظ	معیاری سندھی	اردو تلفظ	اردو معنی
اگواڑو	اڳوارو	اگوارو	اگلا حصہ
آنگلی	آڱر	آنگر	انگلی
بھات	ڀت	بھَت	چاول
بھیت	ڀت	بھتر	دیوار
پانڑی	پاڻي	پانی	پانی
تاتو	تتو	تتو	گرم''(۳۲)

گنداوی:

گنداوہ کے بہت سے علاقے ماضی میں سندھ کا حصہ رہے ہیں ان علاقوں میں بہت سے قبائل سندھی بولتے ہیں بقول ڈاکٹر حیدر سندھی:

''بلوچستان کے علاقے بھاگ ناڑی، ساراوان، جھالاوان، سبی اور قلات کو مجموعی طور پر ''گنداوہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ علاقے ماضی میں سندھ ہی کا حصہ تھے۔ جب سندھ پر ''قباچہ حکومت'' تھی، گنداوہ کا علاقہ سندھ میں شامل تھا۔ اس وقت سے یہاں سندھی بولی جاتی ہے۔ لیکن صدیوں سے ان کا مرکزی سندھ سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا ناطہ سندھی بولی سے جڑا ہوا ہے اور اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی یہاں سندھی بولی جاتی ہے۔ جسے یہاں کا گنداوی لہجہ کہا جاتا ہے۔''(۳۳)

ذکری:

اس لہجے کے حوالے سے ڈاکٹر حیدر سندھی لکھتے ہیں:

"بلوچستان کے علاقے سبی میں بعض مقامات پر "ذکری قبیلہ" رہتا ہے۔ جو اپنے آپ کو "ذکری" کہلواتے ہیں اور جو زبان یہاں کے لوگ بولتے ہیں وہ بھی اسی نسبت سے ذکری کہلاتی ہے جو کہ سندھی بولی ہے اور اب بھی سبی کے اسی علاقے میں رائج ہے۔"(۴۴)

لاسی:

یہ لہجہ بھی بلوچستان کے علاقے لسبیلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حیدر سندھی لکھتے ہیں:

"بلوچستان کے علاقے "لسبیلا" میں بسنے والوں کو لاسی اور جو سندھی وہاں بولی جاتی ہے اسے "لاسی" کہتے ہیں۔ یہ لہجہ بھی سندھی لہجے "لاڑی" سے مشابہ ہے لیکن اس پر بلوچی اور براہوی کے گہرے اثرات مرتب ہیں۔ سندھ میں ماضی میں آئے دن مختلف سمتوں سے بیرونی یلغاریں ہوا کرتی تھیں۔ انہیں روکنے کیلئے اس وقت کے راجہ نے کچھ وفادار قبیلے مختلف مقامات پر آباد کیے۔ یہ روایت "رائے" خاندان سے چلی، جسے بعد میں "سمہ" حکمرانوں نے بھی قائم رکھا۔ "رونجھا"، سمہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جو بعد میں لسبیلہ آباد ہوئے اور انہوں نے وہاں تقریباً تین سو سال حکومت کی، بعد میں دوسرا سندھی قبیلہ "نومڑیا برفت" بھی یہاں ۱۷۲۰ء تک حکمران رہا۔ بعد میں حکومت "کوریجہ" خاندان کے ہاتھ میں آئی، جو ۲۱۴ سال تک یہاں برسرِ اقتدار رہا۔ اس مختصر تاریخ سے یہاں بولی جانے والی سندھی کا اپنے مرکز سے تعلق کا پتہ تو چلتا ہے لیکن وہ تعلق قائم نہ رہ سکا۔ تاہم سندھی لسبیلا کی اہم

زبان بن چکی ہے۔ اس لیے جو سندھی رائج ہے اسے علاقے کی نسبت سے لاسی کہا جاتا ہے۔"(۳۵)

سندھی زبان کا یہ لہجہ نہ صرف لسبیلہ میں بولا جاتا ہے بلکہ وہاں سندھی اَدب بھی تخلیق ہوتا رہا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے لسبیلہ سے تعلق رکھنے والے شعراء کا تذکرہ بعنوان "بیلاین جابول" کے نام سے شائع کیا، جس میں لسبیلہ کے بہت سے شعراء کی سوانح اور کلام کا ذکر ملتا ہے۔

جدگالی:

جدگالی لہجے کے حوالے سے حیدر سندھی یوں بیان کرتے ہیں:

"لسبیلہ کے ہی ایک حصہ میں جت قبائل کی کثیر تعداد موجود ہے۔ انہیں پانچویں صدی عیسوی میں رائے دیوانج نے فوجی ملازمتیں دے کر یہاں لسبیلہ میں آباد کیا جہاں سے ایران کے سرحدی علاقے بھی قریب تھے۔ لسبیلہ میں ان کی آبادی قابل ذکر ہے اور انہیں جدگال یا جت اور ان کی بولی کو جت گالی (یعنی جتوں کی بولی) کہا جاتا ہے۔ اسے جدگالی بھی بولا جاتا ہے۔"(۳۶)

اِس ضمن میں میمن عبدالجید لکھتے ہیں کہ:

"بلوچستان میں مکرانی علاقہ میں غیر بلوچ کو جدگال (جغدال) کہا جاتا ہے۔ "جد"، جت یا جٹ کی بدلی ہوئی صورت ہے اور "گال" کا مطلب ہے "بولی"۔ بلوچستان میں سندھی زبان بولنے والے کو "جٹ"، کہا جاتا ہے، اس لیے ان کی زبان کو "جدگالی" کہا جاتا ہے۔ جدگالی بھی سندھی زبان کا ہی ایک لہجہ ہے۔ جس پر مکرانی (بلوچی) کا گہرا اثر ہے"۔(۳۷)

کیچی:

بلوچستان کے علاقے کیچ میں بولی جانیوالی سندھی کو "کیچی" کہا جاتا ہے۔ حیدر سندھی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "بلوچستان کا ایک علاقہ "کیچ" کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس علاقے سے پنہوں کا کردار وابستہ ہے۔ داستان "سسی پنہوں" میں "سسی" کو مجسمہ عظمت و ہمت ثابت کیا گیا ہے۔ پاکستان کی یہ واحد لوک داستان ہے، جسے پورے پاکستان کے تمام صوبوں میں یکساں مقبولیت حاصل ہے۔ کیچ میں بولی جانیوالی سندھی کو کیچ کی وجہ سے "کیچی" کہا جاتا ہے۔"(۳۸)

لوری چھنی:

اس لہجے کے حوالے سے حیدر سندھی لکھتے ہیں:

> "بلوچوں کا ایک قبیلہ "لورہ" مکران کے بڑے حصے میں آباد ہے۔ یہ لوگ جو زبان بولتے ہیں اس میں اگرچہ بلوچی بہت حد تک شامل ہے لیکن سندھی پھر بھی نمایاں نظر آتی ہے اس سندھی کو "لوری چھنی" (لورہ جو زبان بولتے ہیں) کہا جاتا ہے۔ 'لورہ' اور مید پیشے کے لحاظ سے ماہی گیر ہیں۔ تاہم موسیقی ان لوگوں کے خون میں شامل ہے۔ روایت ہے کہ ہخامنشی دور میں "لورہ" لوگ شاہی دربار سے منسلک تھے اور قومی اہمیت کی غمی اد خوشی کی تقریبات ان کے بغیر نہیں ہوتی تھیں۔"(۳۹)

کھیترانی:

کھیترانی لہجہ بلوچستان میں بولا جاتا ہے۔ اس لہجے کے حوالے سے میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

"بلوچستان کے ضلع" لورہ لائی" کے علاقہ "بار کھاں" میں جو سندھی بولی جاتی ہے، اس کو" کھیترانی" کہا جاتا ہے۔ " کھیتران" بلوچستان کی ایک قوم ہے جو غیر بلوچ ہے اور زراعت پیشہ ہے۔ یہ لوگ یہ بولی بولتے ہیں۔ "لفظ کھیتران" کی بنیاد "کھیت" بمعنی "زرعی زمین" ہے۔" (۴۰)

فراکی:

فراکی لہجہ بلوچستان کے علاقے سبی میں بولا جاتا ہے۔اس ضمن میں میمن عبدالمجید دہ لکھتے ہیں کہ:

"بلوچستان کے علاقہ "سبی" کے اکثریت کی زبان بھی" سندھی" ہے۔ یہ علاقہ سندھ کے ضلع جیکب آباد سے ایک سو میل کے فاصلے پر شمال مغرب میں واقع ہے اور سبی، کچھی، نصیر آباد، کوہلو اور ڈیرہ بگٹی اضلاع پر مشتمل ہے۔ یہاں بلوچی، براہوئی، پشتو اور سرائیکی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ لیکن تقریباً نوے فی صد سندھی بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اس سندھی بولی کو "فراکی" کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ "فراخی" کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ جو "فراخ" سے بنا ہے،اس کے معنی ہے 'وسیع زبان'، 'اکثریت کی زبان'۔ اس کے علاوہ اس کو "ملکی" اور "وطنی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ زبان اس علاقہ کے اصل باشندوں کی زبان ہے۔ اس لیے اس کو "ملکی" اور "وطنی" کہا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں براہوئی، بلوچی، پشتو، وغیرہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی زبانیں سمجھیں گئیں۔ فراکی پر بلوچی، براہوئی، پشتو اور سرائیکی زبانوں کا اثر ہے، لیکن بنیادی طور پر یہ لہجہ، شکارپور کی بولی پر مبنی ہے۔" (۴۱)

اندرونی لہجے

اندرونی لہجوں سے مراد وہ لہجے جو موجودہ سندھ کے حدود میں بولے جاتے ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

سریلو:

سندھ کے شمالی علاقہ جات میں بولی جانیوالی سندھی کو "سریلی سندھی" کہا جاتا ہے۔ سرو کے معنی ہیں سر والا حصہ یا اوپر والا حصہ یا علاقہ۔ اس میں خیرپور، لاڑکانہ، شکارپور، سکھر، جیکب آباد کے اضلاع شامل ہیں۔ اور اس کے علاوہ ضلع دادو کے شہر دادو سے لے کر ضلع لاڑکانہ تک کا علاقہ ہے۔ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اس لہجہ کی مختلف شاخیں بھی ہیں۔ شکارپوری لہجہ جو شکارپور ضلع، سکھر تعلقہ، جیکب آباد کے کچھ حصے میں بھی مروج ہے۔ اس لہجہ پر سرائیکی، بلوچی اور پشتو زبانوں کا تھوڑا تھوڑا اثر ہے۔ ضلع جیکب آباد میں جو سندھی زبان بولی جاتی ہے، اس پر سرائیکی اور بلوچی زبانوں کے زیادہ اثرات ہیں۔ سکھر، گھوٹکی، پنو عاقل، میرپور ماتھیلو اور اوباوڑو میں جو سندھی بولی جاتی ہے اس پر سرائیکی کا گہرا اثر ہے۔ اس علاقہ کی بولی کو "ابھے کی بولی" کہا جاتا ہے۔ شکارپوری لہجہ قدیم آریائی زبان سے زیادہ قریب ہے۔ مجموعی طور پر سریلو لہجہ "سرائیکی" زبان سے زیادہ قریب تر ہے۔ اس میں سرائیکی کے کچھ ایسے الفاظ موجود ہیں جو باقی بولے جانے والی سندھی زبان کے لہجوں میں نہیں ہیں۔

سریلو لہجہ کی خصوصیات:

سریلو لہجے کی چند خصوصیات کو میمن عبدالمجید سندھی نے اپنی کتاب "لسانیات پاکستان" میں بیان کیا ہے۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہیں:

> یہ لوگ (سریلو لہجہ بولنے والے) اپنے الفاظ میں "الف" کا اُچار (تلفظ) زیادہ کرتے ہیں۔ مثلاً

معیاری لہجہ	سریلہ لہجہ	اردو
کتھے	کاتھے	کہاں
جتے	جاتے	جہاں
آئوں	ماں	میں
اسیں	اساں	ہم

واحد جمع میں فرق

سندھ میں بولے جانیوالا ''سریلہ لہجہ'' کے واحد جمع باقی لہجوں سے مختلف ہیں۔ اس میں جمع بنانے کے لیے سرائیکی زبان کی طرح علامت ''آں'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

معیاری لہجہ		سریلہ لہجہ	اردو معنی
واحد	جمع	جمع	
زال	زالوں	زالاں	بیوی
کھٹ	کھٹوں	کھٹاں	چارپائی
اجرک	اجرکوں	اجرکاں	اجرک
کھارک	کھارکوں	کھارکاں	چھوارے

بعض الفاظ میں اعراب یعنی زبر، زیر اور پیش کا فرق ہے۔

معیاری لہجہ	سریلہ لہجہ	اردو
رَلی	رِلی	کپڑے کے ٹکڑوں سے بنی چادر
اجرکَ	اجرکُ	سندھی چادر

سریلہ لہجہ میں سرائیکی زبان کی طرح ضمیر متکلم کے لئے فعل کے ساتھ ''م'' کا

لاحقہ شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

سرائیکی لہجہ	اردو	سریلہ لہجہ
وسرنہ دیم	بھول نہیں جاؤں گا	وسری نہ دیندم

سرائیکی میں اسم تصغیر میں "ڑو" لاحقہ کا رواج بہت ہے۔ چونکہ سریلہ زبان پر سرائیکی کے بہت اثرات ہیں، اس لیے سریلہ کے شکارپوری لہجہ میں "ڑو" کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

سجن رُٹھڑا، تے سکھ منٹھڑا خوشی دا سانگ سبھ ٹُٹڑا،
نہ جی چھٹڑا، نہ ڈکھ کھٹڑا ایہہ کٹھڑی مونجھ ول ول دی

سندھی اور سرائیکی میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو بظاہر تو ایک جیسے ہیں لیکن ان میں "ر" اور "ل" کا فرق ہوتا ہے۔ سرائیکی میں "ل" ہے اور سندھی میں "ر" مثلاً

سرائیکی	سندھی
ہولے ہولے	ہوریاں ہوریاں
مول	مور
سویل	سویر
سولی	سوری

"ابھے" کے سندھی بولی میں سرائیکی کی طرح "ل" کا استعمال ہے۔ (۴۲)

وچولی:

سندھ کے درمیانی علاقے کو "وچولو" کہا جاتا ہے۔ اس علاقے کے سندھی لہجے کو "وچولی" کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع نواب شاہ، ہالا، جامشورو، سانگھڑ اور حیدرآباد اضلاع کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس علاقہ کے لہجے کو معیاری کہا جاتا ہے اور تحریر میں بھی زیادہ تر یہی مروج ہے۔ اس پر دوسری زبانوں کے اثرات بہت کم

ہیں۔ ''سریلہ'' اور ''وچولی'' میں جو نمایاں فرق ہے، اس کی کچھ مثالیں میمن عبدالمجید کی کتاب ''لسانیات پاکستان'' سے ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) جمع کے لیے ''سریلی'' میں ''آں'' اور وچولی میں ''اوں'' استعمال ہوتا ہے:

سریلی	وچولی	سریلی	وچولی
کھٹاں (چارپائی)	کھٹوں (واحد: کھٹ)	جیپاں (واحد: جیپ)	جیپوں
کھارکاں (چھوارے)	کھارکوں (واحد: کھارک)	بندوقاں (واحد: بندوق)	بندوقوں
سراں (اینٹیں)	سروں (واحد: سَر)	سلیٹاں (واحد: سلیٹ)	سلیٹوں

(ب) کچھ الفاظ میں ''زیر''، ''زبر'' اور ''پیش'' کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً:

سریلی	وچولی	سریلی	وچولی
رِلی	رَلی	اَجرکُ	اَجرکَ

وچولی لہجے میں: 'ن' کا زیادہ اچار کیا جاتا ہے۔ جیسے:

وچولی	سریلہ	اردو
کیڈانھن	کیڈے	کدھر
ھیڈانھن	ہیڈے	ادھر
جیڈانھن	جیڈے	جدھر (۴۳)

وچولی لہجہ، سندھی زبان کا معیاری لہجہ ہے۔ سندھ میں دفتری، علمی، ادبی اور تعلیمی لحاظ سے مذکورہ لہجہ مستعمل ہے۔ کیونکہ جب سندھی کی موجودہ رسم الخط بنی تھی، تو اس وقت کے زیادہ تر عالم، جنھوں نے ابتدا میں درس وتدریس اور علمی ادبی کتابیں لکھیں وہ حیدرآباد سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا پھر اسی لہجے کو سندھی زبان کے معیاری لہجہ کا درجہ حاصل ہوا۔

لاڑی:

سندھ کے زیریں حصے کو ''لاڑ'' کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں جو سندھی بولی جاتی ہے اس کو لاڑی کہا جاتا ہے اس لہجے کی تفصیل کو میمن عبدالمجید یوں بیان کرتے ہیں:

> ''سندھ کا جنوبی حصہ جو سمندر سے جا ملتا ہے اس کو ''لاڑ'' کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ بدین، ٹھٹہ اور حیدرآباد کے زیریں حصے پر مشتمل ہے۔ لاڑی بولی پر دراوڑی اور داردک (کشمیری اور شناز بانوں کا خاندان) کا اثر نمایاں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ''لاڑ'' میں دراوڑی نسل کے لوگ، مثلاً کولھی، اوڈ، مانگر (مانجر) وغیرہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دار دستان (گلگت والا علاقہ) کے پشاچ لوگ بھی آکر آباد ہوگئے۔ دریائی اور سمندری بندرگاہوں کی وجہ سے سامی نسل کے فنیقی عرب تاجر اور جنوبی ہندوستان، سری لنکا، انڈونیشیا، ملائیشیا وغیرہ کے تاجر بھی آتے رہے۔ سندھی تاجر بھی وہاں جاتے تھے۔ اسی وجہ سے سامی اور دراوڑی زبانوں کا کچھ اثر یہاں کی بول چال پر پڑا۔''(۴۴)

اس لہجے کی کچھ لسانی خصوصیات یہ ہیں:

(الف) اس میں ''ہائیہ'' اصوات کا استعمال بہت کم ہے۔ مثلاً ''کھ'' کے بجائے ''ک'' ''چھ'' کے بجائے ''چ''، 'گھ' کی بجائے ''گ'' استعمال کرتے ہیں۔ نمونے کے طور پر کچھ الفاظ پیش کیے جاتے ہیں۔

لاڑی لہجہ	معیاری لہجہ
گر	گھر (گھر)
گنو	گھڻو (زیادہ)
ڈگو	ڈگھو (لمبا)
باءُ	بھاءُ (بھائی)

(ب) "ڑ" کے بجائے "ر" استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "گھوڑو "کو" گورو" کہیں گے۔

(ج) "ن" غنہ کا استعمال بھی کم ہے۔ مثلاً "تنہنجو" کے بجائے "تو جو" کہیں گے۔

(د) حروف علت کا بھی فرق ہے:

لاڑی لہجہ	معیاری لہجہ
کِجن	کِجَنِ (کرانا)
تو	تُوں (تم)
ہیکڑو	ہِکڑو (ایک)
جِنءَ	جیئن (جیسے)

تھری:

تھر میں بولی جانیوالی سندھی کو تھری کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل ہدایت پریم نے اپنے مقالے "تھر جوں بولیوں" میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ یہاں اس کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

تھر کی معنی ہے، "ریگستان"۔ سندھ کا علاقہ تھر جو پاکستان کا سب سے بڑا صحرا ہے، زبانوں کے لحاظ سے بھی بے حد خوش نصیب علاقہ ہے۔ تھر کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں اور لہجے رائج ہیں۔ یہاں مختلف نسلی گروہ بھی اپنی اپنی زبانیں بولتے ہیں۔ صحرائے تھر میں مندرجہ ذیل زبانیں اور لہجے بولے جاتے ہیں۔ سندھی زبان کا تھری لہجہ، ڈھاٹکی زبان، پارکری زبان، مارواڑی زبان، گجراتی زبان۔ صحرائے تھر میں مسلم اور غیر مسلم جو زبان بولتے ہیں وہ سندھی زبان کا تھری لہجہ ہے۔ تھری لہجے میں بہت سے خالص تھری الفاظ پائے جاتے ہیں جو سندھ کے دیگر حصوں میں نہیں ہیں۔ تھری لہجے کی چند خصوصیات ذیل میں دی جاتی ہیں۔

تھری لہجے میں کچھ حروف معیاری لہجے سے مختلف ملتے ہیں۔ جیسے 'ر' کو 'ڑ' اور 'ڑ' کو 'ر' تلفظ کرتے ہیں۔

اسی طرح الفاظ میں بھی نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ جیسے

معنی	تھری لہجہ	معیاری لہجہ
ہاں	ہوئے	هائو
پیو	پیئو	پيءُ
کھائو	کانون	کائو
میں	میں	مون
اپنا	پانجو	پنهنجو

نون غنہ کا حرف بھی کچھ الفاظ میں تلفظ نہیں کرتے۔ جیسے:

اردو معنی	تھری لہجہ	معیاری لہجہ
تمہارا	توھنجو	تنهنجو
میرا	موھنجو	منهنجو

اسم خاص (Proper Noun) کے ساتھ "یو" لاحقہ ملاتے ہیں۔ جیسے

اردو تلفظ	تھری لہجہ	معیاری لہجہ
ہیرو	ھیریو	هيرو
رامو	رامو	رامُو
سومار (۴۵)	سوماریو	سومار

کچھی لہجہ:

اس ضمن میں بھیرو مل لکھتے ہیں:

"کچھ" اصل میں سنسکرت لفظ ہے جس کا مطلب ہے "کنارہ"۔ خطۂ کچھ جزیرہ ہے، اس کی تینوں اطراف سمندر ہے جس کی وجہ سے اسے 'کچھ' یعنی

سمندر کے کنارے والا خطہ / ملک کہا جاتا ہے۔ وہاں جو سندھی بولی جاتی ہے اسے کچھی یا کچھی کہتے ہیں۔''(۴۶)

ساتویں صدی عیسوی میں کچھ کا حصہ سندھ کی حکومت میں شامل تھا اور بعد میں بھی یہ خطہ سندھ کی زیرِ حکومت رہا، جس کی وجہ سے سندھی زبان کا پھیلاؤ ان اراضیوں میں رہا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر غلام علی الانایوں رقمطراز ہیں:

''سیاسی لحاظ سے کچھ موجودہ دور میں پاکستان کے کسی بھی صوبے کا حصہ نہیں ہے۔ مگر تاریخی، جغرافیائی، سماجی، اقتصادی، ثقافتی اور لسانی لحاظ سے کچھ قدیم دور سے لیکر سندھ کا حصہ رہا ہے۔''(۴۷)

مختلف ماہرین نے کچھی زبان کو سندھی زبان کا لہجہ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں عبدالمجید لکھتے ہیں:

''سر جارج ابراہم گریئرسن نے کچھی بولی کو سندھی زبان کا لہجہ قرار دیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق، ''کچھی لہجے میں وچولی اور لاڑی لہجوں کے کئی عناصر ملتے ہیں''۔ ڈاکٹر سورلی نے بھی ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں کچھی بولی کو سندھی زبان کا ایک لہجہ شمار کیا ہے۔ بھارت کے سندھی محقق لچھمن خوبچندانی نے اپنے مقالے ''کچھ جوں جاتیوں ائیں بولیوں'' (کچھ کے قبائل اور زبانیں) میں لکھا ہے کہ: ''کچھ کا دورہ کرتے عام لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی بولی کو گجراتی کے بجائے سندھی کے قریب سمجھتے ہیں۔''(۴۸)

سندھی زبان کا کچھی لہجہ نہ صرف کچھ میں بولا جاتا ہے بلکہ ان علاقوں میں بھی بولا جاتا ہے جہاں 'کچھ' سے ہجرت کر کے لوگ مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔ موجودہ پاکستان میں بھی کچھ سے ہجرت کرنے والے لوگ جہاں جہاں آباد ہیں سندھی زبان کا یہ لہجہ بولتے ہیں۔ ان کی زیادہ تر آبادی کراچی، ٹھٹہ کے علاقوں میں آباد ہے۔ یہ لوگ خود بھی کچھی کہلاتے

ہیں۔ کچھی لہجہ سندھی کے لاڑی لہجے سے مشابہت رکھتا ہے۔ کچھی لہجے پر گجراتی اور راجستھانی زبانوں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔

کچھی لہجے کی چند خصوصیات:

بھیرومل نے اپنی کتاب ''سندھی بولی جی تاریخ'' میں کچھی لہجے کی چند خصوصیات بیان کی ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

لاڑی لہجے کی طرح تلفظ کے وقت الفاظ کو سکاڑتے ہیں۔ مثلاً:

معیاری لہجہ	کچھی لہجہ	اردو معنی
ڏنائينس	ڏنينس	اس نے دیا
پڇيائينس	پڇينس	اس نے پوچھا

پائیہ اصوات کو حذف کرتے ہیں۔ مثلاً:

معیاری لہجہ	کچھی لہجہ	اردو معنی
کنھن	کین	کس نے
تنھن	تیں	اُس نے

عام طور پر الفاظ کے آخر میں ''این'' لگا کر لمبا کرتے ہیں۔

معیاری لہجہ	کچھی لہجہ	اردو معنی
ڏينھن	ڏيئين	دن
گھر	گھرين	گھر
جانور	جانورين	جانور

کچھی لہجے کے چند مخصوص الفاظ:

کچھی لہجے میں بیشار الفاظ ایسے ہیں جو سندھی کے باقی لہجوں سے منفرد ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

کچھی لہجہ	معیاری لہجہ	اردو معنی
ھاپو	بابو	والد
ھایڙي	زال	بیوی
پگ	پير	پیر / پاؤں
پھاريو	پٽڪو	دستار
لسڻ	ٿوم	لہسن
جوڙو	جُتي	جوتی
گاگرو	پڙو	گاگرہ (۴۹)

کوہستانی لہجہ:

میمن عبدالمجید کے مطابق:

"ضلع دادو، موجودہ ضلع جام شورو کے کوہستانی علاقہ اور تھانہ بولا خان میں جو سندھی زبان بولی جاتی ہے۔ اس کو کوہستانی لہجہ کہتے ہیں۔" (۵۰)

اس ضمن میں رخمان گل پالاری "سیر کوہستان" کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کوہستانی لہجہ ہمیں ضلع دادو اور کراچی ڈویژن کے مغربی حصے اور بلوچستان کے خضدار ضلع کے کوہستانی علاقے تک ملتا ہے۔" (۵۱)

وہ مزید کوہستانی لہجے کے نام اور جو اقوام یہ لہجہ بولتے ہیں، کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اس لہجے پر کوہستانی نام بھی پہاڑی علاقے کی نسبت سے پڑا۔ اس علاقے میں

بلوچ، براہوی اور سماٹ اقوام کے علاوہ ہندو کافی تعداد میں موجود ہیں۔ جو اکثر سندھی بولتے ہیں۔"(۵۲)

کوہستانی لہجہ کی چند خصوصیات:

رحمان گل پالاری نے کوہستانی لہجے کی چند خصوصیات اپنے مقالے "کوہستانی لہجو" میں بیان کی ہیں جو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

"کوہستانی لہجہ، معیاری لہجے سے کچھ قدر منفرد ہے۔ جیسے معیاری لہجے کے ہائیہ اصوات کوہستانی لہجے میں تمام کے تمام بغیر "ھ" کے تلفظ ہوتے ہیں۔ جیسے گھ کے بجائے گ، جھ کے بجائے ج۔ اس کے علاوہ یہ ہائیہ (ھ) حرف کو "ی" میں بھی بدلتے ہیں۔ جیسے :

معیاری لہجہ	کوہستانی لہجہ	اردو
کھڑو	کیڑو	کون سا
تھڑو	تیڑو	ویسا
جھڑو	جیڑو	جیسا
اھڑو	ایڑو	ایسا

معیاری لہجے کے کئی الفاظ کے آخر والی ھمزہ "ئَ" کوہستانی لہجے میں حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے:

معیاری لہجہ	کوہستانی لہجہ	اردو
ماءُ	ما	ماں
ڀاءُ	ڀا	بھائی
ڳاءُ	ڳا	گاؤ
کاءُ	کا	کھاؤ

بہت سے الفاظ میں "ی" بھی حذف کرتے ہیں۔ جیسے:

معیاری لہجہ	کوہستانی لہجہ	اردو
ضایع	ضاع	ضایع
ولایت	وِلات	ولایت

کوہستانی لہجہ میں معیاری لہجے کی صوتیاتی تبدیلی بھی ہوتی ہے۔

معیاری لہجہ	کوہستانی لہجہ	اردو
ی۔ یتیم۔ یاد	ج۔ جتیم۔ جاد	یتیم۔ یاد
د۔ مدد	ت۔ مدت	مدد
م۔ مسجد	م۔ مسیت	مسجد
ز۔ جہاز	ج۔ جُہاج	جہاز (۵۴)

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ چنڈ، محمد عمر، سندھی بولی، لسانیاتی جاگرافی، آرادھایوں ایں لفظی ترتیب (سندھی) حیدرآباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۲۰۰۴ء، ص۔ ۵۴

۲۔ ایضاً

۳۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، انٹرویو، ڈاکٹر مہر عبدالحق، مشمولہ، سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد، شمارہ۔ ۲۳، جلد۔ ۲، ۱۹۹۳ء، ص۔ ۲۱۶

۴۔ فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز پبلشرز

۵۔ تابش، ذوالفقار احمد، اعجاز اللغات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء

۶۔ جمیل جالبی، ایڈیٹر، قومی انگریزی۔اردو لغت، طبع پنجم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۲ء

7. Angus Stevenzon, Editor, New Little Oxford English Dictionary, Eighth Edition, Oxford University Press.

۸۔ ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شنا زبان، بہاولپور، اردو اکادمی، ۱۹۶۱ء، ص۔ ۹۰

۹۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی لسانیات، (پنجابی) لاہور، عزیز بک ڈپو، طبع سوم، ۱۹۹۶ء، ص۔ ۱۲۱

۱۰۔ بھیرومل، مہرچند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع ششم، ۲۰۰۴ء، ص۔ ۹۲

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، (سندھی) جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، طبع سوم، ۱۹۹۵ء، ص۔ ۱۳

۱۳۔ مظفر حسن، ملک، ڈاکٹر، تعلیمی عمرانیات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص۔ ۱۹۲

۱۴۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی لسانیات، ایضاً، ص۔ ۱۲۴

۱۵۔ جتوئی، علی نواز، پروفیسر، علم لسان ایں سندھی زبان، (سندھی) جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف

سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۶ء، ص۔۱۳۶
۱۶۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، ایضاً، ص۔۵
۱۷۔ جتوئی، علی نواز، پروفیسر، علم لسان ائیں سندھی زبان، ایضاً، ص۔۱۳۶
۱۸۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی لسانیات، ایضاً، ص۔۱۲۴
۱۹۔ ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شناز زبان، ایضاً، ص۔۱۰۱

20. Grierson G.A. Linguistic Survey of Pakistan, Vol-iv, Lahore, Accurate Printers, P-9.

۲۱۔ بھیرومل، مہرچند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، ایضاً، ص۔۹۱
۲۲۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء، ص۔۲۵۵
۲۳۔ جونیجو، عبدالجبار، ڈاکٹر، ہدایت پریم، تھر جی بولی، (سندھی) حیدرآباد، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، سندھ، ۱۹۹۴ء، ص۔۱۱
۲۴۔ ایضاً، ص۔۴۶
۲۵۔ بردی، داد محمد، ڈاکٹر، سبی جی بولی (سندھی)، حیدرآباد کراچی، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، ۱۹۹۲ء، ص۔۱۰
۲۶۔ حیدر سندھی، ڈاکٹر، پروفیسر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۹ء، ص۔۸۰
۲۷۔ جونیجو، عبدالجبار، ڈاکٹر، ہدایت پریم، تھر جی بولی، ایضاً، ص۔۱۰
۲۸۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء، ص۔۲۸۱
۲۹۔ حیدر سندھی، ڈاکٹر، پروفیسر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔۸۰
۳۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص۔۲۶۰
۳۱۔ حیدر سندھی، ڈاکٹر، پروفیسر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔۸۰
۳۲۔ عزیز انصاری، ڈاکٹر، مقالہ، ''راجستھانی اور سندھی کا لسانی اشتراک''، مشمولہ، الماس، تحقیقی جرنل، شعبہ اردو، جامعہ شاہ عبداللطیف، خیرپور میرس، ۲۰۰۱ء، ص۔۴۴
۳۳۔ حیدر سندھی، ڈاکٹر، پروفیسر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔۸۰

۳۴۔ایضاً

۳۵۔ایضاً

۳۶۔ایضاً

۳۷۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص۔ ۸۰

۳۸۔ حیدر سندھی، ڈاکٹر، پروفیسر، ایضاً، ص۔ ۸۲

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص۔ ۸۰

۴۱۔ ایضاً، ص۔ ۲۵۷

۴۲۔ ایضاً، ص ص۔ ۲۵۵۔۲۵۶

۴۳۔ایضاً، ص۔ ۲۵۷

۴۴۔ایضاً

۴۵۔ ہدایت پریم، مقالہ: ''تھر جوں بولیوں'' مشمولہ، تھر (سندھی) (مرتبہ: عبدالقادر منگی) کراچی، سندھیکا اکیڈمی، طبع دوم، ۱۹۹۶ء، ص۔ ۲۷۳

۴۶۔ بھیرومل، مہرچند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱۵۱

۴۷۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، ایضاً، ص۔ ۲۶

۴۸۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص۔ ۲۶۰

۴۹۔ بھیرومل، مہرچند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱۵۲

۵۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص۔ ۲۶۰

۵۱۔ پالاری، رخمان گل، مقالہ: ''کوہستانی لہجو'' (سندھی) مشمولہ سندھی بولی، جلد۔اول، شمارہ۔اول، حیدرآباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، سندھ، ستمبر ۲۰۰۸ء، ص۔ ۶۳

۵۲۔ایضاً، ص۔ ۶۵

۵۳۔ایضاً، ص۔ ۶۶

❖......❖......❖

باب۔۴

سندھی زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات وروابط

ایک زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کی وجوہات

دنیا میں کوئی بھی قوم موجود نہیں جسے دیگر اقوام کی تہذیب و تمدن نے متاثر نہ کیا ہو۔ اس طرح دنیا میں کہیں بھی کوئی ایسی زبان موجود نہیں جس نے اپنی ہمسایہ زبانوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا ہو، ان سے کچھ بھی حاصل نہ لیا ہو، کسی پر اپنے لسانی ورثے کے اثرات مرتب نہ کئے ہوں اور اپنی طرف سے انہیں کچھ بھی نہ دیا ہو۔ مختلف اقوام کے ایک دوسرے کی زبان پر جو اثرات موجود نظر آتے ہیں، ان کی کئی وجوہات ہیں۔ اسی طرح زبانوں کے درمیان جو اپنے اپنے سرمایوں کی منتقلی واستفادہ ہوتا رہتا ہے اس کی بھی کئی وجوہات ہیں۔ ڈاکٹر غلام علی الانا نے اس سلسلے میں چند وجوہات بیان کی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

فاتح ہونا

کسی قوم یا ملک پر قابض ہو کر وہاں اپنی تہذیب و تمدن اور زبان کو رائج کرنا یا مفتوح قوم پر اپنی تہذیب و تمدن اور زبان کو مسلط کرنا۔ اس تسلط کی وجہ سے فاتح قوم کی زبان، تہذیب و تمدن اور رسم ورواج کا اثر مفتوح قوم کی زبان، تہذیب و تمدن اور رسم ورواج پر ہوتا ہے۔ پھر فاتح قوم کی تہذیب و ثقافت اور زبان کی اہمیت اس لئے بھی مسلمہ ہے کہ یہ چیزیں حکمرانوں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان حالات میں فاتح قوم کی زبان، مفتوح قوم کی زبان پر مکمل طور پر غالب آجاتی ہے یا پھر فاتح قوم کی زبان کا بے شمار لغوی سرمایہ مفتوح قوم کی زبان کے لغوی سرمائے میں شامل تو ہو جاتا ہے، لیکن مفتوح قوم کی زبان کی ساخت و قواعد کی ترتیب پر اس لغوی سرمائے کے داخل ہو جانے کا کوئی اثر نہیں ہو پاتا۔

آپس میں میل میلاپ

زبانوں کے باہمی اثرات کا دوسرا کارن قوموں اور آبادیوں کا میل جول ہے۔ ایسے ممالک جہاں دو زبانیں ایک ہی سیاسی نظام کے تابع ہوں وہاں یہ دونوں زبانیں باہمی طور پر اثرانداز ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کو کچھ دیتی اور ایک دوسرے سے کچھ حاصل کر لیتی ہیں۔

مستقل ہجرت یا مستقل نقل مکانی

زبانوں کے ایک دوسرے پر اثرانداز ہونے کی تیسری وجہ زبانوں کی ہم سائیگی اور ہمسایہ ممالک کے لوگوں کی ہجرت ہے۔ اس ہجرت کی بھی چند خاص وجوہات ہیں۔ مثلاً پہلی وجہ یہ ہے کہ جب کسی ملک کی خاص زبان یا زبانیں بولنے والے لوگوں کی کثیر تعداد ترک وطن کر کے اپنے ہمسایہ ملک میں جا کر سکونت اختیار کرتی ہے تب ترک وطن کر کے آنے والوں کی طرف سے مقامی باشندوں کے ساتھ میل جول سے لوگوں کے دونوں گروہوں کی مقامی زبانیں ایک دوسرے کے قریب آجاتی ہیں اور باہمی طور پر ایک دوسرے کے لغوی سرمایہ سے استفادہ کر لیتی ہیں۔ ماہرین نے زبانوں کے ایک دوسرے پر اثرات کے جو اسباب بیان کیے ہیں، ان میں سے چند یہ بھی ہیں:۔

تجارتی اور کاروباری تعلقات	سماجی اور ثقافتی تعلقات
باہمی شادیاں اور میل جول	مذہبی یکسانیت اور تبلیغ
آبادیوں کا ترک وطن (1)	

دنیا کی اکثر بڑی اور زندہ زبانیں دوسری زبانوں کے اثرات لیے ہوئی ہیں اور یہ حقیقت بذات خود کوئی بُری بات نہیں۔ کیونکہ کسی زبان کا خالص ہونا اس کی وسعت و عظمت پر دلالت نہیں۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ "A pure language is a poor language.":

یعنی: ایک خالص زبان مفلس زبان بن جاتی ہے جو بولنے والوں کے عصری تقاضوں کے اظہار میں تنگ دستی محسوس کرتی ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر سندھ کے ہمسایہ علاقوں میں سندھی زبان کا پھیلاؤ اور

وہاں کی زبانوں کا اس کے صوتی، صرفی، نحوی اور معنوی اثرات قبول کرنا یقینی ہو جاتا ہے۔ وادیٔ سندھ جو کہ اب پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہے۔ ایک قدیم تہذیب کا گہوارہ ہے۔ اس بات کا ثبوت ہمارے اس خطے سے دریافت ہونے والی قدیم تہذیبوں کے آثار ہیں۔ جن میں موئن جو دڑو، ہڑپہ، آمری نال تہذیب، مہر گڑھ، ٹیکسلا، گندھارہ وغیرہ شامل ہیں اور ان سے ملنے والی اشیاء جن میں مہریں، سکے، پکی مٹی کی ٹھیکریاں، ظروف، مورتیاں وغیرہ شامل ہیں، پر کی گئی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر کی کئی قومیں مختلف ادوار میں، مختلف زبانوں کے ساتھ وادیٔ سندھ میں داخل ہوئیں اور یہاں آباد ہو گئیں۔ ان میں سے کچھ تو مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئیں اور کچھ نقل مکانی کر کے ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں۔ کچھ اقوام یہاں فاتح بن کر آئیں اور کچھ عرصہ کے بعد واپس چلی گئیں۔ آبادی کے اس اتار چڑھاؤ کے علاوہ بھی وادیٔ سندھ کے لوگوں کا دوسری کئی قوموں اور زبانوں کے ساتھ تجارتی، ثقافتی اور مذہبی تعلقات اور روابط بھی رہے۔ باہر کی وہ زبانیں یہاں اپنی اصل صورت میں تو قائم نہ رہ سکیں البتہ اپنے اثرات اور باقیات ضرور چھوڑ گئیں۔ ان زبانوں کے اثرات کو ذیل میں مختصر طور بیان کیا جاتا ہے۔

منڈاری اثرات

برصغیر پاک وہند کی زبانوں کا ایک خاندان ''منڈا خاندان'' بھی ہے۔ وادیٔ سندھ کی زبانوں پر اس خاندان کی زبانوں کا بھی نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس گروہ میں شامل زبانوں کا نقشہ اس طرح ہے۔

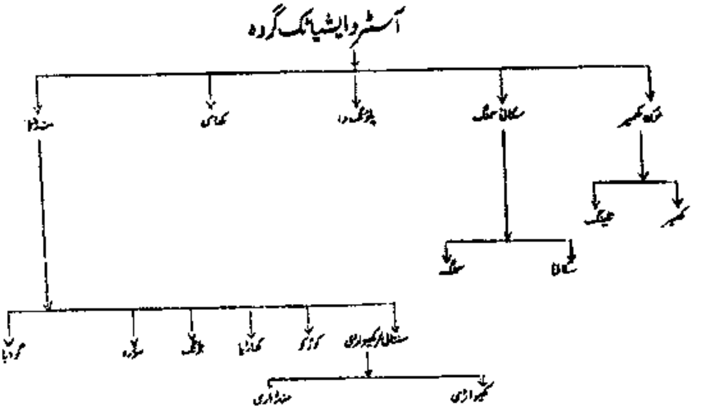

(۲)

آریاؤں کی آمد سے قبل برصغیر پاک وہند میں کولاری، دراوڑی اقوام کا دور دورہ تھا اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں منگولی نسل کے قبائل آباد تھے۔ یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ آریاؤں کی آمد کے وقت وادیٔ سندھ میں دراوڑی قبائل کو بالادستی حاصل تھی۔ درحقیقت آریاؤں کی طرح دراوڑی قبائل بھی یہاں کے حقیقی باشندے نہ تھے بلکہ آریاؤں کی آمد سے کوئی ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل یہاں وارد ہوئے تھے۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ منڈا قبائل برصغیر کے قدیم ترین باشندے ہیں اور دراوڑوں کی آمد سے قبل یہاں آباد تھے۔ اس ضمن میں عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں:

"ماہرین منڈا قبائل کو قدیم آسٹریلوی نسل سے منسلک قرار دیتے ہیں جو کہ ایک وقت میں نیوزیلینڈ سے لے کر پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ برصغیر کا منڈا گروہ کول، بھیل، سنتھال، منڈا، ساورا، کوروا، جانگ اور کورکو وغیرہ قبائل پر مشتمل ہے۔ ماہرین آثارِ قدیمہ نے وادیٔ سندھ کی تہذیب کو چار مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اول آمری نال تہذیب، دوم ہڑپائی یا دراوڑی تہذیب، سوم جھنگر تہذیب اور چہارم جھکار تہذیب۔ ان میں آمری نال تہذیب کو سب پر سبقت حاصل ہے۔"(۳)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"ماہرین آثارِ قدیمہ کے اس نظریہ سے تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ہڑپائی تہذیب سے قبل یہاں آمری نال تہذیب کا دور دورہ تھا۔ جہاں تک ہڑپائی تہذیب کا تعلق ہے۔ اسے دراوڑی تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں۔ سر جان مارشل (John Marshall) ، ڈاکٹر ایچ آر ہال، جناب ولیم ولسن ہنٹر (W.W. Hunter) اور دیگر کئی ایک صاحب الرائے حضرات اس نظریے کے حامی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر منڈا قبائل کو دراوڑی گروہ کے پیشرو تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں 'آمری نال تہذیب'، کو ان قبائل سے منسوب نہ کیا جائے۔"(۴)

اس ضمن میں مشہور ماہر لسانیات سر جارج گریئرسن کا حوالہ دے کر عین الحق فرید کوٹی آگے لکھتے ہیں کہ :

"ایک وقت میں منڈا گروہ کا دائرہ عمل ان کی موجودہ آبادی کی نسبت بہت وسیع ہوگا۔ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے پیشتر ہی یہ قبائل دراوڑی گروہ سے مغلوب ہو چکے تھے۔ اس لیے آریائی قبائل کو وادیٔ سندھ میں وارد ہونے پر زیادہ تر دراوڑوں سے ہی واسطہ پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دراوڑی زبانوں نے نوواردوں کی زبانوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ وہاں منڈا گروہ کی زبانیں اس پر کوئی قابلِ ذکر اثر نہیں ڈال سکیں۔" (۵)

ذیل میں منڈا گروہ کے اثرات سے جو الفاظ سندھی میں داخل ہوئے ہیں، دیئے جاتے ہیں۔

نوٹ :۔ یہاں دیئے گئے الفاظ عین الحق فرید کوٹی کی کتاب "اردو زبان کی قدیم تاریخ" سے ماخوذ ہیں جبکہ سندھی الفاظ راقم نے درج کیے ہیں :

رشتہ جات

منڈاری	سندھی	اردو
نانا	نانو	نانا
نانی	ناني	نانی
ماما	مامو	ماما
مامی	مامي	مامی
پھوپھا	پڦڙ	پھوپھا
پھوپھی	پڦي	پھوپھی
سالا	سالو	سالا
سالی	سالي	سالی
موسی	ماسي	موسی
سانڈھو	سنڍو	ہم زلف
بر	ور/ مڙس	دولہا

اعضائے جسم

منڈاری	سندھی	روو
منڈی	منڍي	سر
کھری	کر	پاؤں
جانگ	جنگھ	ران
موآنرا	مهاندو	چہرہ

زیورات وملبوسات:

منڈاری	سندھی	اردو
نتھ	نٿ	نتھ (ناک کا زیور)
کاجر	ڪجل	کاجل
گہنا	گھ	زیور / گہنے
انگا	انگ	لباس
گانجی	گنجي	بنیان
لیجا	ليڙ	کپڑا
باگلی	بگهري	تھیلی

ضروریاتِ زندگی:

منڈاری	سندھی	اردو
آوا	آوي	بھٹہ
ہانڈا	هنبدي	ہنڈیا
ڈالی	ڏلهي	چھوٹی ٹوکری
چولاہا	چلهو	چولہا
چمٹا	چمٽو	چمٹا
سڑھی	چاڙهي	سیڑھی
آرا	آري	آرہ
سوٹا	سوٽو	چھڑی
ڈنڈا	ڏنڊو	ڈنڈا

ڈھال	ڏال	ڈھال
بھنڈار	ڀنڊار	بھنڈار
بوہنی	ٻوڻي	بوھنی
چپری	ڇپري	چھپری
جھوپڑی	جهوپڙي	جھوپڑی
پھاٹک	ڦاٽڪ	پھاٹک

افعال:

منڈاری	سندھی	اردو
اٹکار	اٽڪل	اٹکل
اڑاؤ	اڙي	اڑیل
ہاکاؤ	هڪلڻ	ہانکنا
لاہ	لاهڻ	اتارنا
مانجاؤ	ماجڻ	مانجنا
نبراؤ	نبيرڻ	نبیڑنا
تانگی	تانگ	انتظار
الار	الار	مارنے کی کوشش

متفرق الفاظ:

منڈاری	سندھی	اردو
آڑا	آڏ	آڑ
بھاڑہ	ڀاڙو	بھاڑا/کرایہ

باؤ/باسی	باسي— پاروٺو	باسی
چترکابر	چٽڪمرو	چتکبرا
چیلا	چيلو	چیلا
دھندہ	ڌنڌو	دھندہ/ کاروبار
دھوڑ	ڌوڙ	دھول
گنجاؤ	گنج	گنج
گیرو	گيڙو	گیرو
لار	لار	قطار
مت	مت	مت/ عقل
مورکھ	مورک	مورکھ
نج	نج	نجی
روڑا	روڙو	روڑا
سگڑ	سگھڙ	سگھڑ
آسے پاسے	آسي پاسي	آس پاس
چتربتر	تتربتر	تتربتر
دھوم دھام	ڌوم ڌام	دھوم دھام
کھٹ پٹ	کٽ پٽ	کھٹ پٹ

پیمانے:

قدیم زمانے میں اناج کی ناپ تول کے لیے لکڑی یا دھات سے پیمانے بنائے جاتے تھے جو مختلف ناموں سے منسوب تھے۔ اس ضمن میں عین الحق فرید کوٹی یوں بیان کرتے ہیں:

''زمانہ قدیم میں غلے کو تولنے کے علاوہ اسے ناپ تول کر بھی تقسیم کیا یا بیچا جاتا تھا۔ یہ ناپ تول ایک مخصوص مقدار کے لیے لکڑی یا دھات سے بنائے جاتے تھے۔ پنجاب (سندھ) کے دیہات میں آج بھی یہ پیمانے ''ٹوپا'' اور ''وٹی'' کے نام سے مستعمل ہیں۔ ذیل میں قریباً برابر مقدار کے منڈاری، دراوڑی، پنجابی، کشمیری اور سندھی پیمانے درج ہیں۔

منڈاری	سندھی
لپ (ہتھیلی بھر)	لپ
پائی، غلے کا پائی	پاٽي/ پوٽا ٻه سير
پیانہ	ساھمي/ وَٽ
...	ڏڙي/ پنج سير

ان میں پائی یا وٹی کا پیانہ قدامت کے لحاظ سے سب سے پرانا معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ ہڑپائی دور کی غلے کی دکانوں پر یہ پیمانہ عام مستعمل ہوگا۔ گنتی کے لحاظ سے منڈاری اور سندھی دونوں میں دو کے ہندسے کے لیے ''ٻہ'' (ٻا) کا لفظ مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ اسی طرح منڈاری زبانوں میں کوڑی بمعنی بیس گنتی کی اکائی کے طور پر مروج ہے۔ منڈاری لفظ 'کر' بمعنی ہاتھ اس کی اصل ہے۔ کوڑی لفظ 'کر' کی جمع ہے جس کے معنی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کا مجموعہ یعنی بیس انگلیاں۔ غالباً قدیم زمانے سے ہی منڈا قبائل ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی تعداد کو گنتی کی اکائی کے طور پر استعمال کرتے ہوں گے۔ آج بھی پنجاب (سندھ) کے دیہات میں یہی اکائی عام مروج ہے جیسے کہ سو کو وہ پنج ویہاں (پانچ بیسے) اور ایک سو تیس کو چھ ویہاں تے دس یعنی چھ بیسے اور دس کہتے ہیں۔''(۲)

نوٹ:۔ منڈاری زبانوں اور اردو، سندھی، پنجابی، سرائیکی زبانوں کے الفاظ میں مماثلت کو عین الحق فرید کوٹی نے اپنی تصنیف ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' میں بیان کیا ہے۔ یہاں سندھی سے متعلق الفاظ کو مختصر طور بیان کیا جاتا ہے۔

کوئی چیز لینے یا بھرنے کے لیے دونوں ہاتھ ملائے جاتے ہیں۔ سندھی میں اس کے لیے ٻڪ (بک) لفظ ملتا ہے۔ یہی لفظ منڈاری گروہ کی زبان میں ''ہاتھ'' کے معنی میں ملتا ہے۔ مثلاً منڈاری اور سنتھالی میں ''ہاتھ'' کے لیے ''بک''، کرٹیہ میں ''بکپ'' اور ''جوآنگ'' میں ''بکو'' الفاظ ملتے ہیں۔ کاشتکار کے لیے سندھی میں ہاری (هاري) کا لفظ ملتا ہے۔ منڈاری میں اسی معنی کے لیے ''ہاڑا'' کا لفظ ہے۔ بلی کے لیے سندھی زبان کے لاڑی محاورہ میں ''پوسٹی'' (پوسٽي) کا لفظ ہے۔ سنتھالی اور منڈاری زبانوں میں اسی معنی کے لیے ''پوسی'' کا لفظ ملتا ہے۔ پنجابی اور سندھی میں والد کو مخاطب کرکے ''بابا'' اور ''ابا'' کہتے ہیں۔ منڈاری گروہ کی زبان جوآنگ میں ''بابا'' اور کرڑکو میں ''ابا'' والد کے معنی میں آیا ہے۔ منڈاری میں ''آپو'' اور ''کرٹیہ'' میں ''اپا'' ملتے ہیں۔ پنجابی میں اسی معنی کے لیے ''باپو'' اور ''پیو'' اور سندھی زبان میں والد کے معنی میں ''پيءُ'' کا لفظ ملتا ہے۔ سندھ اور پنجاب میں چھوٹے بچے کو پیار میں ''کاکو'' اور بچی کو ''کاکی'' کہتے ہیں۔ منڈاری گروہ کی زبان جوآنگ میں ''بھائی'' کے لیے ''کاکو'' اور بہن کے لیے ''سورہ'' زبان میں ''کاکی'' کا لفظ ملتا ہے۔ سندھ میں چھوٹے لڑکے کو پیار میں ''کاکو'' کرکے پکارتے ہیں۔ منڈاری گروہ کی زبان ''سورہ'' میں بھائی کے لیے ''کاکو'' مستعمل ہے۔ سندھی میں ''آگے'' کے لیے ''اگیان'' اور ''اڳتي'' بھی ملا ہے۔ منڈاری گروہ کی زبان جوآنگ میں اسی معنی کے لیے لفظ ''اگتا'' ملتا ہے۔ سندھی زبان میں ''کیا'' کے لیے ''چھا'' لفظ ملتا ہے۔ منڈا گروہ کی زبانوں میں اسی نوعیت کے اور کئی الفاظ بھی ملتے ہیں۔ مثلاً سنتھالی میں ''چھی'' اور ''کرڑکو'' میں ''چھو'' اس معنی کے لیے ہے۔ سندھی میں لفظ ''کیونکہ'' کے لیے ''ڇاڪاڻ'' (چھاکان) لفظ ملتا ہے منڈاری

میں ''کیا'' کامترادف ''چھکان'' ہے۔

> اردو، پنجابی اور سرائیکی میں ''کیوں'' کا لفظ آتا ہے۔ اسی معنی میں سندھی میں ''چھو'' کا لفظ مستعمل ہے۔ منڈاری گروہ کی زبان منڈاری میں اس کے لیے ''چھکان'' سنتھالی میں ''چھی'' اور کرکو میں ''چھو'' اور ''چھون'' الفاظ ملتے ہیں۔ سندھی میں ''کیونکر'' کے لیے ''چھو'' کا لفظ ہے۔ منڈاری، پنجابی اور سندھی میں مندرجہ ذیل الفاظ ایک ہی معنوں میں مستعمل ہیں: ''اناج، ان پانی، دال، گڑ، ببول (سندھي- ببر)، بڑ، (پنجابي۔ بوڑھ)، کریلا، ککڑی، دھتورہ (یادھاتورہ)، نیم (سندھی، پنجابی: نم) پپیتا (پپیتو)۔''(۷)

مندرجہ بالہ حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منڈا گروہ کی زبانوں اور سندھی کے الفاظ میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ تاہم اس کو منڈا گروہ کی زبانوں میں شامل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ لسانی ساخت کے اعتبار سے منڈاری زبانیں مختلف ہیں۔ بقول بھیرومل مہرچند آڈوانی:

> ''منڈاری/سنتھالی زبانوں میں پہلے فعل آتا ہے اور اس کے ساتھ لاحقے شامل کر کے جملہ بنایا جاتا ہے۔ مثلاً سنتھالی میں دل کے معنی ''مارنا'' اس کے ساتھ لاحقے شامل کر کے اسی طرح جملہ بنایا جاتا ہے۔ ''دل۔ اوچو۔ آکن۔ تہنن۔ ت،، تن، آ۔ ای''
>
> ایک ہی لفظ کے آخر میں لاحقے (Suffixes) ملانے سے یہ ایک جملہ بن گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جو اس کا ہے وہ جو میرا ہے سو خود کو مروا تا رہے گا۔ اس '' دل'' لفظ کے درمیان میں اگر ''پ'' حرف کا اضافہ کیا جائے تو اس سے ''دپل'' لفظ بنے گا اور اسی سے ایک دوسرے کو مارنے کا مفہوم نکلے گا۔''(۸)

مذکورہ جملے کی ساخت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ سندھی زبان کی ساخت اس طرح کی نہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو منڈاری گروہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ تاہم سندھی میں منڈاری کی باقیات سے منڈا گروہ کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

دراوڑی اثرات

برصغیر پاک و ہند میں ہند آریائی گروہ کے علاوہ دوسرا قدیم گروہ دراوڑی زبانوں کا ہے جو آریائی زبانوں سے مختلف ہے۔ اس خاندان کی شاخوں کا نقشہ اس طرح ہے:

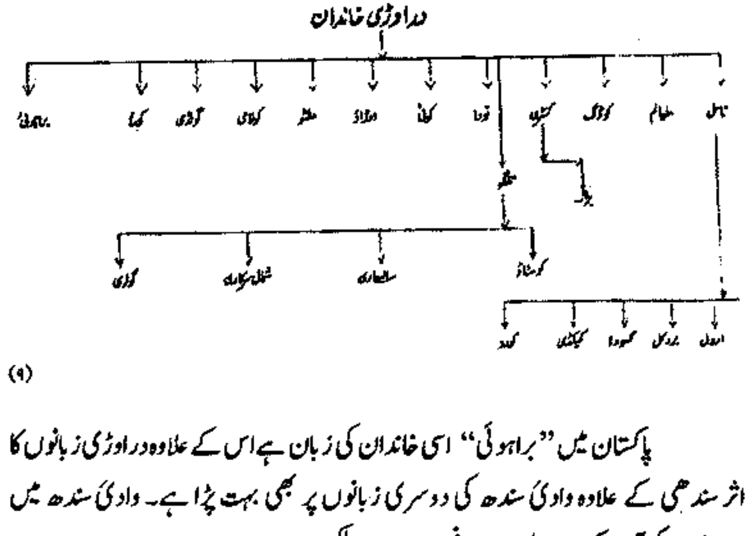

(۹)

پاکستان میں ''براہوئی'' اسی خاندان کی زبان ہے اس کے علاوہ دراوڑی زبانوں کا اثر سندھی کے علاوہ وادئ سندھ کی دوسری زبانوں پر بھی بہت پڑا ہے۔ وادئ سندھ میں دراوڑوں کی آمد کے حوالے سے پروفیسر سجاد حیدر لکھتے ہیں :

> ''وادئ سندھ میں آٹھ ہزار سال قبل مسیح میں دراوڑ قوم فاتحین کی حیثیت سے داخل ہوئی۔ یہ بحیرہ روم کی طرف سے آئی۔ میسوپوٹیمیا، (عراق)، عرب اور بلوچستان سے ہوتی ہوئی وادئ سندھ میں داخل ہوئی اور اپنی مشہور تہذیب کے مراکز موہن جو دڑو اور ہڑپہ قائم کیے۔ اس وقت مقامی قومیں سست اور کاہل ہو چکی تھیں اور یہ قوم کافی مہذب اور طاقتور تھی۔''(۱۰)

دراوڑوں کے آغاز کے متعلق سید محی الدین قادری زوریوں رقمطراز ہیں:

''ڈراویڈوں کے آغاز کے متعلق جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ وہ بحیرۂ روم کے قرب وجوار کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک عرصہ تک عراق میں رہ چکے ہیں۔ جب بقادیوں یا سامیوں کا دباؤ بڑھنے لگا تو بلوچستان کے راستے سے (جہاں ان کی ایک زبان براہوی اب تک موجود ہے) ہند میں داخل ہوئے اور سندھ اور گنگا کی وادیوں کے کنارے کنارے، پھیل گئے۔ لیکن ان علاقوں سے انہیں ازمنۂ ماضی کی سیاہ فام نسلوں میں ضم ہونا پڑا۔ ڈراویڈوں نے دکن میں بڑی قوت حاصل کرلی اور دریائے کاویری کے اطراف میں ان کا تمدن پھیلنے لگا۔ ڈراویڈوں کے متعدد گروہ تھے۔ جن میں کنڑی، تلنگی، تامل اور ملیالم بولنے والے سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ تھے۔ ان کے غیر متمدن قبیلوں میں براہوی، گونڈ اور اوراؤں کا شمار کیا جاتا ہے۔ جو ممکن ہے ابتدا میں کول ہوں۔ لیکن ڈراویڈی زبان اختیار کرلی اور ہمیشہ ڈراویڈوں سے جدا اور ترقی سے محروم رہے۔'' (۱۱)

دراوڑی زبانوں کے عالم بشپ رابرٹ کا ڈویل (Rov. Robert Caldwell) نے آریاؤں کے وادیٔ سندھ میں ورود کا تذکرہ کیا ہے۔ جس کو عین الحق فرید کوٹی یوں بیان کرتے ہیں:

''آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں بسنے والے قبائل تعداد کے لحاظ سے غالباً ان کی نسبت زیادہ تھے۔ جن پر اگرچہ آریاؤں نے فتح ضرور حاصل کرلی لیکن مقامی آبادی نیست و نابود نہیں ہوئی بلکہ آہتہ آہتہ وہ آریائی معاشرہ میں جذب ہو کر اس قوم کا ایک حصہ بن گئی اور فاتح قوم کے بہت سے رسم و رواج اور لغوی سرمایہ کا کچھ حصہ اپنالیا۔ اکثریت میں ہونے کی بناء پر انہوں نے بھی آریائی تمدن، مذہب اور زبان پر گہرا اثر ڈالا ہوگا۔'' (۱۲)

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں:

''کافی عرصہ سے میں اس امر کا قائل ہو گیا ہوں کہ کتنے ہی دراوڑی الاصل الفاظ سنسکرت کے لغوی سرمائے میں داخل ہو چکے ہیں۔ اغلب ہے کہ الفاظ کا اس سے بھی زیادہ حصہ کئی دوسری مقامی زبانوں (منڈا وغیرہ) سے سنسکرت میں شامل ہوا ہو۔ اگرچہ سنسکرت میں دراوڑی الاصل الفاظ کی ایک بڑی تعداد موجود ہے لیکن جب کوئی ایسا لفظ سامنے آتا ہے جو کہ دراوڑی اور سنسکرت میں مشترکہ طور پر موجود ہو تو بلا سوچے سمجھے یہ تصور کر لیا جاتا ہے کہ یہ سنسکرت اصل سے تعلق رکھتا ہے''(۱۳)

انہی خیالات کا اظہار سر جارج گریئرسن نے بھی کیا ہے۔ جس کو عین الحق فرید کوٹی کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''آریائی قبائل جو کہ شمال مغرب کی سمت سے برصغیر میں داخل ہوئے ان کے ورود کے ابتدائی دور ہی سے ان کا واسطہ دراوڑی اقوام سے پڑا۔ نو واردوں نے ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کیے اور ان کے اکثر دیوی دیوتاؤں اور رسم و رواج کو اپنا لیا۔ خاص کر لشوی حروف کے حامل الفاظ جو کہ بنیادی طور پر آریائی زبانوں میں موجود نہیں۔ آریائی قبائل کے برصغیر میں داخل ہونے کے بعد ان کی زبان میں شامل ہوئے۔ ایسے الفاظ دراوڑی اور منڈا گروہ کی زبانوں میں عمومیت کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ غیر آریائی زبانوں کے اثرات کے تحت خود آریائی الاصل الفاظ کا تلفظ بھی بدل گیا۔''(۱۴)

اس ضمن میں عین الحق فرید کوٹی اپنے مطالعے کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

''جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہڑپائی

تہذیب کے دور میں یہاں کے باشندے دراوڑی اور منڈا گروہ کے لسانی حلقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کا بین ثبوت نہ صرف بلوچستان میں دراوڑی بولنے والے براہوئی قبائل کا وجود ہی ہے بلکہ مقامی زبانوں میں دراوڑی اور منڈا عنصر کی موجودگی بھی اس امر کی زندہ شہادت ہے۔"(۱۵)

سندھی زبان میں دراوڑی الفاظ زیادہ ملتے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند الفاظ دیئے جاتے ہیں:

(نوٹ: مندرجہ ذیل الفاظ میمن عبدالمجید کی تصنیف "لسانیاتِ پاکستان" سے لئے گئے ہیں اور سندھی الفاظ راقم نے دیئے ہیں۔)

دراوڑی	سندھی	اردو
وایے/بایے	وات	منہ
تلی/تل	تري	ہتھیلی
تی	تئو	توا
نیل/نیر	نير	پانی/نہر
من/منڈ	منڍ	آگے
آپی/آپا	آپا	آپا
مامن/ماما	ماما	ماما
نانوں	نڻان	نند
ان	ان	اناج
مولا/مولانگی	موري	مولی
آری	آري	آری
کٹلی	کٽ	چارپائی
چاٹی	ڍلو	گھڑا

تنتو	تند	تند/دھاگہ
کارو	کارو	کالا
مکت	موتي	موتی
کوٹ	کوٽ	قلعہ/کوٹ(۱۶)

صوتیات کے اعتبار سے بھی سندھی اور دراوڑی زبانوں میں ہم آہنگی ملتی ہے۔ اس سلسلے میں میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

''صوتیات کے لحاظ سے بھی سندھی اور دراوڑی زبانوں میں مماثلت نظر آتی ہے۔ غنہ آوازوں کی تعداد سندھی اور دراوڑی زبانوں میں پانچ ہے۔ ج، گ، ھ، ن، ڻ۔ آریائی زبانوں (انگریزی / سنسکرت وغیرہ) میں بعض الفاظ کا پہلا حرف ساکن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی الفاظ میں دو یا تین حروف بھی ایک ساتھ آتے ہیں۔ مثلاً انگریزی لفظ "Strength" میں شروع کے تین حروف Str مرکب صورت میں ادا ہوئے ہیں۔ سنسکرت لفظ ''کرشٹ'' میں تین آوازیں ایک ساتھ ادا ہوتی ہیں۔ سندھی میں یہ خصوصیت موجود نہیں ہے۔ اس لیے /کرشٹ/اکو/کرشٹ/ کی صورت میں ادا کیا جائیگا۔ دراوڑی زبانوں میں دو یا تین آوازوں کے مرکب نہیں ہیں۔ ہر آواز الگ الگ ادا کی جاتی ہے۔ لفظ کے درمیان میں دو آوازیں ایک ساتھ نہیں آتیں۔ دراوڑی زبانوں میں اسم اور ضمیر کے ساتھ لاحقہ /ک /کی/ شامل ہوکر ''حروف جار'' کے معنی دیتا ہے۔ ہند یورپی زبانوں کی کسی بھی شاخ میں /ک / یا/ کی / سے مشابہت رکھنے والا کوئی بھی حرف جار نہیں پایا جاتا۔ سندھی میں /کھ /ملتا ہے جو دراوڑی لفظ /ک / سے مشابہت رکھتا ہے۔''(۱۷)

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگا کہ سندھی اور دراوڑی زبانوں میں الفاظ کے

لحاظ سے مماثلت ہے۔ لیکن ساخت اور صرف ونحو کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو زیادہ مماثلت نہیں ملتی۔ ان زبانوں کی ساخت اور صرف ونحو میں بہت فرق ہے۔ اس فرق کو بیان کر سکتے ہیں۔ میمن عبدالمجید یوں بیان کرتے ہیں:

"سندھی صفت میں، اسم کے عدد، جنس اور حالت کے مطابق تبدیلی ہوتی ہے۔ مثلاً:

اردو	سندھی	سنسکرت
اچھا آدمی	چگو ماڻهو	بھدر دمنش

(اردو میں چنگا کا لفظ (چنگا آدمی) بھی بھلا چنگا کی ترکیب میں موجود ہے)

اردو	سندھی	سنسکرت
اچھے آدمی	چڱا ماڻهو	بھدرے منشاہ
اچھی عورت	چڱي عورت	بھدرا ستری
اچھی عورتیں	چڱيون عورتون	بھدرا ستریاہ

دراوڑی زبانوں میں صفت کی صورت تبدیل نہیں ہوتی۔ مثلاً:

اردو ملیالم گونڈی کوروا ٹوڈا ملٹو تیلگو
اچھا آدمی نل منش چوکونسال چھلومنس اےآل ایڑومالے منچھی واڑ
اچھے آدمی نل منشیار چوکونسالوڈ چھلومنسرا اےآل ایڑوطر منچھی وار
اچھی عورت نل اول چوکوآر چھلوواراتی اُلے گگس ایڑوپیلیو منچھی دی
اچھی عورتیں نل تری گل چوکوآسک چھلوواراتی/انگا اےگگس ایڑو پیلیو منچھی ستری لو

آریائی زبانوں میں فاعل کی جنس اور عدد کے مطابق فعل کی صورت تبدیل ہوتی ہے۔ دراوڑی زبانوں میں بھی اس نوعیت کی تبدیلی ہوتی ہے۔ لیکن بہت سی صورتوں میں یہ تبدیلی نہیں بھی ہوتی۔ اس قسم کی باریک تبدیلی کا نظام جس حد تک سندھی میں موجود ہے۔

اس طرح کا باریک نظام دوسری آریائی زبانوں میں نہیں۔ نمونے کے طور پر کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

اردو	انگریزی	دراوڑی زبانیں	سنسکرت	سندھی
ہم ہیں	we are	کناری / ناوایدیو	شمہ بھوامہ	اسان آھیون
تم ہو	you are	نیوایدیو	تست بھوتا	توھان آھيو
وہ ہیں	They are	اورایدار	سنسیتی بھونتی	اھي آھن
میں تھا	I was	ملیالم: ایمیں آیسی	آسم بھوم	آئون ھوس
وہ تھا	He was	اون آئی	آسیت ابھوت	ھُوھو
ہم تھے	We were	نتل آئی	آسما بھواما	اسین ھئاسین[18]

دراوڑی اور سندھی زبان کے اس تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سندھی زبان میں دراوڑی اثرات موجود ہیں۔

آریائی اثرات

آریائی زبان ہندوستان میں اکیلی زبان کی شکل میں نہیں داخل ہوئی، بلکہ متعدد بولیوں کے ایک گروہ کی حیثیت سے جو متفرق آریائی قبیلوں کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئی تھیں۔ ان میں سے صرف ایک ابتدائی بولی ویدوں کی زبان ہونے کی وجہ سے محفوظ رہی، مگر اس دور میں یقیناً دوسری بولیاں بھی رائج تھیں۔ جو تغیر کے بعد آج جدید ہند آریائی زبانوں کی شکل میں موجود ہیں ان قدیم ہند آریائی بولیوں میں جو باہمی اختلاف واتحاد تھا اس کی نسبت اس وقت زیادہ مواد موجود نہیں ہے مگر یہ گمان غالب ہے کہ تین ہزار سال پہلے بھی ہند آریائی زبانوں کے درمیان کچھ اختلافات موجود تھے۔ آریاؤں کی آمد کے حوالے سے سید محی الدین زور لکھتے ہیں:

"آریا بولنے والے ہندوستان میں 1500 ق م سے پہلے ہی وارد ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ وید کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔ ہندوستان آنے سے پہلے آریا قبیلے کچھ عرصہ کے لیے افغانستان میں ٹھہر کر تازہ دم ہوتے رہے اور پھر دریائے کابل اور قرم کے کنارے کنارے پنجاب میں داخل ہوئے۔"(۱۹)

آریا ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے ایران اور افغانستان میں بھی قیام پذیر تھے۔ بقول سید محی الدین قادری:

"آریا ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے مشرقی ایران اور افغانستان میں چند دن ٹھہر چکے تھے اور وہاں ان کی زبان ایک حد تک ارتقا پا چکی تھی۔ اسی کو ہم ہند ایرانی یا آریائی زبان کہتے ہیں۔"(۲۰)

دنیا کی زبانوں اور ہند آریائی خاندان کی زبانوں کا نقشہ

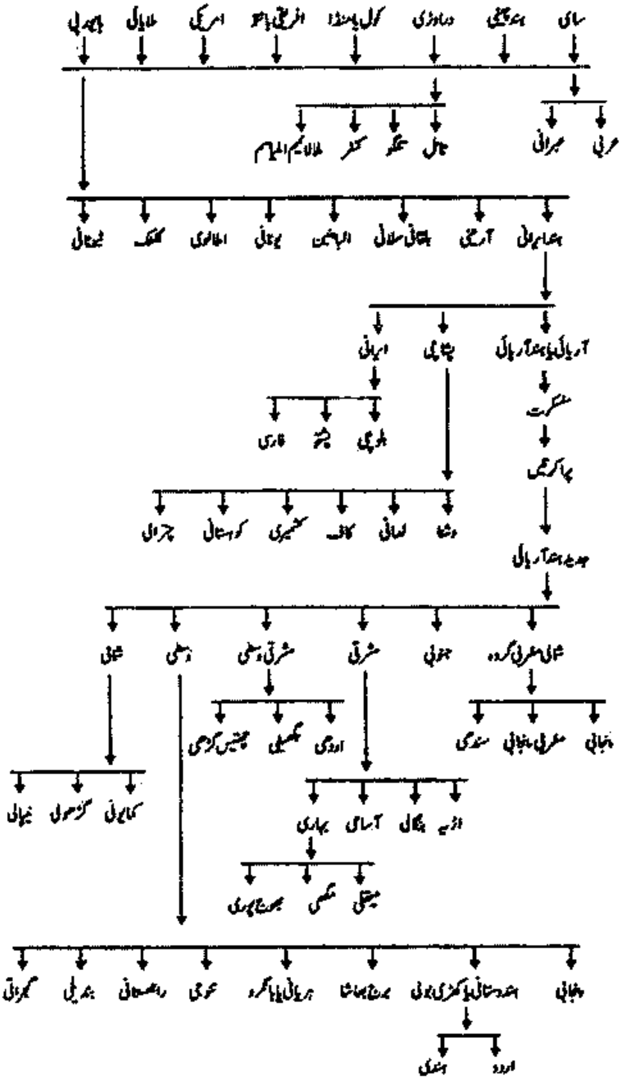

(۲۱)

سندھی اور وادیٔ سندھ کی دیگر زبانوں پر آریائی زبانوں کے اثرات کے سلسلے میں میمن عبدالمجید سندھی یوں رقمطراز ہیں:

"پنجابی اور وادیٔ سندھ کی دیگر زبانوں پر سب سے نمایاں اثرات آریائی زبانوں نے مرتب کیے۔ یہاں تک کہ ان کی صورت بھی آریائی زبانوں کے قالب میں ڈھل گئی اور یہ آریائی زبانوں ہی کے گروہ میں شامل ہو گئیں۔"(۲۴)

آریائی زبانوں کے الفاظ اس قدر ان میں داخل ہوئے کہ اس کا احاطہ کرنے کے لیے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت پڑے گی۔ بہر حال نمونے کے طور پر چند مثالیں جو میمن عبدالمجید نے اپنی تصنیف "لسانیاتِ پاکستان" میں بیان کی ہیں: ملاحظہ ہوں:

اردو	سنسکرت	اوستا	سندھی
ایک	ایکہ	ائیو	هڪ (ہک)
دو	دو	دو	ٻه (بہ)
تین	تریہ	تیہ	ٽي (ٹرے)
چار	چتوارہ	چار	چار (چار)
پانچ	پانچ	پانچ	پنج (پنج)
میں	اہم	ازم	مان (ماں)
ہم	ویم	ویئم	اسان (اساں)
تم	یویم	یوزم	توهان (توہاں)
وہ	سہ	او	هو (ہو)
ہاتھ	ہستہ	زست	هٿ (ہتھ)
پاؤں	پد	پاؤہ	پير (پیر)
ناک	ناسکا/سانا	وینا	نڪ (نک)

دانت	دنت	وانت	ڈند (ڈند)
سر	سرہ	سرہ	سر/ مٿو (متھو)
زبان (قدیم اردو جیبھ)	جبوا	ہزو	جيڀ (جبھ)
چاند/چندا	چندرہ	ماہ	چنڊ (چنڈ)
آگ	اگنی	آتزس	باہ (باھ)
باپ	پتا	پتر	پيءُ (پی)
ماں	ماتا	ماتر	ماءُ (ماؤ)
بھائی	بھراتا	براتر	ڀاءُ (بھاؤ)
بیٹا	پتر	پسو	پٽ (پٹ)
بیٹی/دھی	دہتا	دختر	ڌيءُ (دھی)

الفاظ کے علاوہ صوتیات میں بھی مماثلت ہے سنسکرت کے تمام صوتیے سندھی میں ہیں۔ ٻ۔ ڄ۔ ڳ۔ ڱ۔ ڻ۔ [۲۳]

سندھی زبان میں بہت سے الفاظ میں سابقے ملتے ہیں۔ یہ صورت سنسکرت زبان میں بھی ہے۔ مندرجہ ذیل سابقے سنسکرت اور سندھی میں ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ ''آپ، اَو، اَ، وِ، ابھ، ان (ان)، سَ، سُ، ک، ڈر (ڈ)'' بعض الفاظ میں لاحقے بھی ہیں: ''آ، اِک، تا، اَل، ونت، وند، ئی''۔

صرف و نحو میں بھی خاصی مماثلت ہے۔ تاہم کچھ فرق بھی ہے۔ اس ضمن میں میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

> ''سنسکرت زبان میں واحد جمع کے علاوہ ''تثنیہ'' بھی ہے لیکن، سندھی زبان میں تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ سنسکرت اور دیگر آریائی زبانوں میں بعض الفاظ میں دو یا تین حرف ایک ساتھ ادا ہوتے ہیں لیکن سندھی میں یہ صورت نہیں۔ سنسکرت کے کچھ الفاظ ساکن حروف سے شروع ہوتے ہیں۔ سندھی

کے الفاظ میں کسی بھی لفظ میں دو یا تین آوازوں کے مرکب نہیں ہیں اور نہ کوئی لفظ ساکن حرف سے شروع ہوتا ہے۔

سندھی میں تذکیر و تانیث کا بہت ہی لطیف اور باریک نظام موجود ہے۔ نیز جملے میں فاعل کی جنس اور عدد کے مطابق فعل کی تبدیلی کا بھی باقاعدہ نظام پایا جاتا ہے۔ اس طرح سنسکرت اور دیگر آریائی زبانوں میں بھی اسی نوعیت کا نظام ملتا ہے۔ لیکن ایسی مثالیں بھی پائی گئی ہیں جن میں کئی صورتوں میں یہ تبدیلی نہیں بھی ہوتی۔ مثلاً:

اردو	سنسکرت	پہلوی	سندھی
وہ مارے	مارینتی	زند	هو ماري
وہ ماریں	مارینتی	زند	اهي مارين
اس نے مارا	تینا ماریتہ	زد	هن ماريو
میں نے مارا	میا ماریتہ	...	مون ماريو
ہم نے مارا	اسما بھر ماریتہ	زد	اسان ماريو
تم نے مارا	یشما بھر ماریتہ		توهان ماريو

ضمیری لاحقے بھی صرف پنجابی، سرائیکی، کشمیری اور سندھی میں ہیں۔ ضمیری لاحقہ /م/ معنی ''میں'' کی مثال یہ ہے۔

اردو	سندھی
میں نے مارا	ماریم

یہ لاحقے اردو، ہندی اور دیگر آریائی اور ایرانی زبانوں میں نظر نہیں آتے۔''(۴۴)

اس تفصیل کی روشنی میں موجودہ دور کے ماہرین لسانیات کی یہ رائے درست ہے کہ سندھی اور پاک و ہند کی تمام زبانیں سنسکرت سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ قدیم مقامی پراکرتوں سے ظہور پذیر ہوئیں۔ جنہیں عوامی زبانوں کا درجہ حاصل تھا۔ یہ پراکرت کوئی ایک زبان نہیں تھی۔ بلکہ اس کی علیحدہ علیحدہ صورتیں تھیں جو مختلف علاقوں میں مروج تھیں۔ بقول عین الحق فرید کوٹی:

"جب آریائی قبائل یہاں وارد ہوئے تو انہوں نے ان زبانوں سے گہرے اثرات قبول کیے اور کچھ حد تک مقامی زبانوں کو بھی متاثر کیا۔ لیکن اس سے مقامی زبانوں کا لغوی پہلو ہی متاثر ہوا اور صرف و نحو کا بنیادی ڈھانچہ ان اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہا جو آج بھی موجود ہے۔"(۲۵)

سندھی اور جپسی زبان

عین الحق فرید کوٹی جپسیوں اور ان کی زبان کا تعارف کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں جپسی نہ ہوں اور کوئی پیشہ ایسا نہیں جسے وہ بُرا سمجھتے ہوں۔ یہ لوگ تجارت سے لے کر قسمت کا حال بتانے تک سب کام کر لیتے ہیں۔ بعض نسلی خصوصیات کے علاوہ جو خاص بات ان میں قدرِ مشترک ہے وہ ہے ان کی زبان جسے اب "روما (Roma)" کہا جانے لگا ہے۔"(۲۶)

ڈاکٹر غلام علی الانا اپنی کتاب "سندھی صورتخطی" میں جپسیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ترجمہ: جپسیوں کو بنجارا بھی کہتے ہیں "بنجارا" لفظ سندھی لفظ "وٹجارا" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ جپسی (وٹجارا) قوم ابتدا میں برصغیر کے شمال۔ مغرب (پنجاب۔ سندھ) والے حصے کے باسی تھے اور وہاں سے نقل مکانی کرکے پہلے ایران اور میسوپوٹیمیا ایراضیوں میں آکر آباد

ہوئے اور پھر وہاں سے مصر کی جانب گئے۔ جپسی زبان اور سندھی میں جو مماثلتیں ثابت ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم اصل سندھ کے باشندے تھے۔ یہ قوم یورپ کے کچھ حصوں میں خود کو ''زنگنلی''، کہیں پر ''رومی'' تو کہیں پر ''سنتی'' کہلاتی ہے۔ غور کیاجائے تو ''سنتی''، ''سندھی'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ خود جپسی بھی ایک دوسرے کو مخاطب ہوتے وقت ''سنتی'' کہتے ہیں جس کا مطلب ہے ''ساتھی''۔ (۲۷)

الانا صاحب، مزید لیلو رچندانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

''سندھی نامی ایک چھوٹی ہندی قوم، کالے سمندر (Black Sea) کے نزدیک ٹامن نامی جزیرے میں رہتی تھی۔ وہ دور عیسوی صدی سے چھے آٹھ سو برس پہلے کا ہے۔'' (۲۸)

مذکورہ بالا حوالوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ جپسی قوم سندھی بنجارے (وشجارا) تھے۔ جو چھے، آٹھ سو سال ماقبل عیسوی سن کالے سمندر (Black Sea) تک پہنچ چکے تھے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ سندھی زبان کے آثار چھ، آٹھ سو سال ق۔م میں بھی ملتے ہیں جو جپسی زبان کی بدلی ہوئی صورت میں موجود ہیں۔

ذخیرۂ الفاظ:

سندھی اور جپسی زبان میں بہت سے الفاظ ایک جیسے ملتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھی زبان ۶۰۰۔ ۸۰۰ ق۔م میں بھی معیاری زبان تھی اور جس کا موجودہ ڈھانچہ بالکل اس دور والی زبان سے مماثلت رکھتا ہے۔ ذیل میں ایسے الفاظ کی مثالیں ملاحظہ کیجئے:

جپسی	سندھی	اردو	جپسی	سندھی	اردو
چُھری	چُھری	چُھری	بال	وار	بال

کن	کن	کان	نک	نک	ناک
یک	ہک	ایک	کارو	کارو	کالا
توں	توں	تم	مانس	ماٹھو	آدمی
بکرو	بکرو	بکرا	سنگ	سنگ	سینگ
انگر	آنگر	انگلی	تُد	ڈدھ	لسی
پانی	پانی	پانی	رت	رت	خون
میل	میل۔مر	میل	رانی	رانی	رانی
چور	چور	چور	ارو	اٹو	آٹا
مڑس	مڑس	شوہر	جَو	جَو	جو
دریاو	دریاہ	دریا	فین	بھین	بہن
فرل	بھاءُ	بھائی	سسرو	سہرو	سُسَر
سسَہ	سس	ساس	کاک	کاکو/ چاچو	چچا
سالو	سالو	سالہ(۴۹)			

سامی زبانوں (عربی) کے اثرات

ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب "سندھی بولی جو ابھیاس" میں بھی جیبیوں کے متعلق لکھا ہے۔ سندھی زبان کو سامی زبانوں خصوصاً عربی زبان نے کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ یہ اثرات نہ صرف ذخیرہ الفاظ کی حد تک ہیں بلکہ رسم الخط اور گرامر بھی اس اثر سے نہ بچ سکے۔ اس ضمن میں میمن عبدالمجید کی تحقیق کا جائزہ لیتے ہیں۔ بقول میمن عبدالمجید:

> "ہندوسندھ کے بارے میں قدمائے عرب سے ہمیں یہ روایت ملتی ہے کہ ہندوسندھ سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ نیز یہ کہ ہندوسندھ جنوبی عرب کے ہم نسب تھے۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے:

لنا الہند و السند والارسیون

واہل الشرق واہل الغرب

ترجمہ: (ہند بھی ہمارا تھا سندھ بھی ہمارا تھا۔ اریسوں بھی ہمارے تھے مشرق والے بھی ہمارے تھے مغرب والے بھی ہمارے تھے)

سر جان مارشل نے اپنی کتاب ''موہن جو دڑو'' میں جن مہروں کے نقوش نقل کیے ہیں ان میں سے بعض مہروں سے ملتی جلتی مہریں عیلم کے پایہ تخت ''سوسا'' سے تین ''لغاش'' سے اور ایک ''کش'' سے بھی دستیاب ہوئی ہے۔ان مہروں اور دوسری اشیاء کا عراق و عیلم میں پایا جانا سندھ اور عراق کے درمیان گہرے رابطے کا پتا دیتا ہے۔آثار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۲۷۵۰ ق م تک سندھ اور عراق کے درمیان بڑی مدت سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ زمانہ عراق کے اندر سومیوں کے روزافزوں زوال اور سامیوں کے عروج کا تھا۔ مغربی ماہرین آثار قدیمہ اور پاکستانی ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی ''ہڑپا'' اور ''موہن جو دڑو'' کی تہذیب پر سامی اثر تھا۔''(۳۰)

میمن مجید آگے مولانا ابوالجلال ندوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''موہن جو دڑو'' کی مہروں کے حروف جنوبی یمن کی تحریروں سے مطابقت رکھتے ہیں۔سندھی مہروں کے یہ حروف ہم کو جنوبی عرب کی تحریر میں جب بھی ملتے ہیں تو وہ جدا جدا مہروں کی بجائے ایک مربوط عبارت کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ ان تمام نوشتوں کو خواہ ان کے حروف الگ الگ مہروں پر ہوں یا کسی مربوط عبارت کی شکل میں ملیں، انہیں اسی زبان کی مدد سے پڑھا جاسکتا ہے جو مہر نویسوں کی تھی اور اتفاق سے اس شہادت کا دامن اہل عرب، ان کی تاریخی قدامت، زبان کے تدریجی ارتقا اور عربی زبان کی ان مختلف حالتوں سے وابستہ ہے جن کا مجموعی زمانہ بہت ہی محدود ہے۔ لہٰذا ہمیں عرب

ہی نہیں بلکہ عبرانیوں اور فنیقیوں کی تاریخ اور حسب نسب پر بھی نظر ڈالنی ہوگی۔ تاکہ مہروں کی عبارتیں پڑھی جاسکیں۔ قدیم زمانے میں بلوچستان پر جنوبی عرب کے لوگ چھائے ہوئے تھے۔ آثار قدیمہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب پر ایک طرف تو بلوچستان کا اثر ہے اور دوسری طرف ہڑپا کا۔ ہڑپا کے آثار قدیمہ سے شمال مشرقی ایران کا اثر بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کے علاوہ عراق کی تہذیب کا رنگ بھی نمایاں ہے۔"(۳۱)

مذکورہ حوالوں سے قطع نظر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قدیم عراقی تہذیب اور قدیم وادیٔ سندھ کی تہذیب کے باشندوں کے درمیان گہرے تجارتی، ثقافتی اور ذاتی نوعیت کے تعلقات تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے "سندھی زبان کی تاریخ" میں یہ نظریہ پیش کیا کہ تھا کہ سندھی زبان سنسکرت سے نہیں نکلی تھی بلکہ یہ قدیم سندھ کی ایک علیحدہ زبان ہے جو مختلف ارتقائی مراحل سے گزر کر ایک مضبوط زبان بنی اور سامی صفت کی زبانوں کی ہمعصر ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وادیٔ سندھ کی زبانوں کے اثرات اور باقیات بھی اس میں موجود ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ مسلمانانِ عرب کی حکومت سے بھی پہلے اپنے پڑوسی ممالک ایران و عرب سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ اس حوالے سے میمن عبدالمجید سندھی، مولانا سید سلیمان ندوی کا حوالہ دے کر یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ نے ایک عرب سیاح سے پوچھا ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا: اس کے دریا موتی ہیں۔ اس کے پہاڑ یاقوت ہیں اور اس کے درخت عطر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہند اور سندھ اور عرب کا اہم راستہ جو خلیج فارس کے ذریعے تھا۔ وہ ہمیشہ عربوں کے ساتھ رہا ہے۔ سواحل کے پارسی اور عرب ہمیشہ اپنا سامان اس راستے سے لاتے اور لے جاتے رہے۔"(۳۲)

اس پر مزید لکھتے ہیں کہ:

"نہ صرف یہ بلکہ ایران اور عرب کے تاجر عراق، بندر گاہ عباس شہر اور بصرہ سے نکل کر سندھ کی بحری اور دریائی بندر گاہوں سے ہوتے ہوئے گجرات کی طرف جاتے تھے اور کناروں پر آباد شہروں اور تجارتی منڈیوں تک ان کی آمد و رفت جاری تھی یا سندھ کے ہندو تاجر بھی ایران، افغانستان، عرب، بلخ اور بخارا تک جا پہنچے تھے اور اس آمد و رفت کی وجہ سے کئی الفاظ کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں جب وادیٔ سندھ میں مسلمانانِ عرب کی حکومت قائم ہوئی تو اسلامی لشکر عراق اور شیراز سے گزر کر لسبیلہ کے راستہ سندھ میں پہنچا۔ جس کی وساطت سے کئی عربی اور فارسی الفاظ سندھ میں رائج ہو گئے۔ اس وقت سینکڑوں عرب اور ایرانی سوداگر بھی سندھ میں مقیم ہو گئے۔ علاوہ ازیں بحری جہازوں کے افسر اور خلاصی بھی دنیا کے دور دراز ممالک میں پہنچ کر وہاں کی زبانوں کے کئی الفاظ اپنے ساتھ لائے۔"(۳۳)

آٹھویں صدی عیسوی میں عباسی خلیفوں کے دور میں وادیٔ سندھ کے بعض قبائل بغداد کی طرف آتے جاتے رہے۔ "تاریخ بغداد" (عربی) میں مرقوم ہے کہ سندھ کے ایک بہت بڑے قبیلے کے لوگ خلیفہ ہارون الرشید کے یہاں محکمہ دفاع میں ملازم تھے۔ ان لوگوں کو "زط" کہا جاتا تھا۔ یہ "زط" قبیلہ وہی ہے جو وادیٔ سندھ میں "جٹ" اور "جاٹ" کہلاتا ہے۔ سنہ ۱۲۳ ہجری (یعنی آٹھویں صدی عیسوی) میں خلیفہ بغداد نے سندھ کے کئی پنڈتوں کو اپنے دربار میں بلایا اور انہیں تعلیمی اور طبی شعبوں پر مقرر کیا۔ ان پنڈتوں نے بغداد میں رہ کر علم طب اور علم ریاضی کی متعدد کتب کا عربی میں ترجمہ کیا۔ حکومت بغداد کی طرف سے ان ایام میں وسیع علمی شعبہ قائم کیا گیا تھا جس میں متعدد علوم کے تراجم متعدد زبانوں سے عربی میں کیے جاتے تھے۔ اس وقت سینکڑوں سندھی اور ہندی اصطلاحات اور عطریات و ادویات

کے نام عربی زبان میں داخل ہوئے اور آج تک مروج ہیں۔

جہازوں پر جو پلنگ بچھائے جاتے تھے انہیں سندھ اور ہند کے لوگ متفقہ طور پر "پلنگ" ہی کہتے ہیں۔ جسے سن کر عرب کے لوگ بھی اسے اپنے مخصوص عربی لہجے میں "بلنج" کہنے لگے۔ اسی طرح عربی زبان میں چندن کو "صندل"، "کپور" کو "کافور"، "کرن پھول کو "کرنفل" کہا گیا۔ "بھات" جو چاولوں سے تیار کیا جاتا ہے اور سندھی اور ملتانی میں اسے "بھت" کہتے ہیں۔ عربی میں "بہط" کہلانے لگا۔ "انب"(آم) جو سندھی، پنجابی اور ملتانی میں "انب" مروج ہے، اسے "امبج" کہتے رہے۔ "کافور" کا لفظ تو قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ لفظ "سندس" بھی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ جو دراصل "سندھن" کی عربی صورت ہے۔ سندھ کا بنا کپڑا عرب اور دیگر بیرونی ممالک میں مشہور تھا۔ جس کو سندھ کی نسبت سے "سندھن" کہا جاتا تھا۔ عرب اور فارسی ملاحوں میں لفظ "بارجہ" مشہور تھا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ اصل میں ہندی لفظ "بیڑہ" ہے۔ (بارجہ فارسی لفظ بارچہ کی معرب صورت معلوم ہوتا ہے۔ بار یعنی بوجھ کی نسبت سے باربردار کا ہم معنی دکھائی دیتا ہے۔ کشتی سے چونکہ بار برداری کا کام بھی لیا جاتا تھا اس لیے قیاس کہتا ہے کہ اس کا نام بارچہ یا بارجہ رکھا گیا ہوگا۔ سندھی زبان میں بھی بڑی کشتی کو "بیڑو" اور چھوٹی کشتی کو "بیڑی" کہتے ہیں۔ دوسرا لفظ "دونیج" مشہور تھا۔ یہ سندھی لفظ "دونگی" کی عربی صورت ہے۔ سندھی میں "دونگی" یا "ڈنگی" چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں۔ (۴۴)

اس سلسلے میں میمن عبدالمجید نے اپنی تحقیق کے حوالے سے چند نتائج بیان کئے ہیں، جو ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

وادیٔ سندھ کے اکثر علاقوں میں لوگ عربی زبان بولتے تھے۔ ابھی مسلمانوں کی حکومت کو نہ تو زیادہ عرصہ گزرا تھا اور نہ اس ملک میں عربی زبان کے لیے مدرسے کھولے گئے تھے جس کی بناپر یہ کہا جاسکے کہ لوگ قلیل عرصے میں عربی زبان کے اس قدر ماہر ہوگئے کہ اپنی مقامی زبان کی طرح عربی بھی روانی کے ساتھ بول سکتے۔ ان کی عربی دانی توان کے تاجرانہ ماحول کاایک قدیم حصہ تھی۔

اسلامی حکومت سے قبل سندھ کے تاجر، تجارت کی غرض سے عرب ممالک جانے کی وجہ سے عربی زبان روانی کے ساتھ بول سکتے تھے۔

ہندی لفظ ''کپور'' قرآن مجید کے نزول سے بھی پہلے ''کافور'' بن کر عربی زبان میں داخل ہو چکا تھا اور عربی کا جزو بن گیا تھا۔ اس لئے قرآن حکیم میں استعمال ہوا۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل سندھی/ہندی الفاظ بھی قرآن حکیم میں پائے جاتے ہیں:

مشک (ہندی: مسک)، زنجبیل (ہندی: سونٹھ یا ادرک، سندھی ''سنڈھ'') سندس (معنی: کپڑا، سندھی: ''سندھن'')

اسلامی دور حکومت میں بھی سندھ کے سوداگر اپنے قدیمی دستور کے مطابق تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلفاء بغداد کے دور حکومت میں وادیٔ سندھ میں اصلاحات کی وجہ سے ترقی کا دور دورہ ہوا اور بیرونی ممالک کے ساتھ تجارتی مراسم زیادہ بڑھے اور تجارتی منڈیاں بھی قائم ہوئیں تو بغداد ان تمام اشیاء کا مرکز بن گیا۔ وادیٔ سندھ کے وہی تاجر جو عرب ممالک میں عموماً اور بغداد میں خصوصاً آتے جاتے ہوں گے وہ مانوس عربی الفاظ کا ذخیرہ بھی اپنے ساتھ ضرور لائے ہوں گے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ جوں جوں اقوام و ممالک میں تہذیب کی روشنی بڑھنے لگتی ہے ان کی زبان میں بھی مزید اصلاح اور ترقی ہوتی گئی۔ ایسے وقت میں متعدد علوم، متعدد اسباب، متعدد اشیاء اور متعدد ضروریات خود بخود نمودار ہوتی جاتی ہیں۔ لہٰذا الفاظ اور اصطلاحات کا ذخیرہ فطری طور پر خود بخود بڑھنے لگتا ہے اور گھروں،

بازاروں، محفلوں، مجلسوں، دفتروں، درباروں اور تجارتی کاروبار میں ان کا استعمال بکثرت ہونے لگتا ہے۔

اس زمانے میں وادیٔ سندھ کے ہندوؤں میں عربی اور دوسری زبانوں کے بارے میں کسی قسم کی نفرت اور چھوت چھات موجود نہ تھی اور نہ وہ عربی زبان کو اپنی ہندو سبھیتا کے خلاف تصور کرتے تھے۔

وادیٔ سندھ کے جو پنڈت عربی تراجم کے سلسلے میں بغداد گئے اور انہوں نے برسوں تک وہاں رہ کر متعدد ہندی کتب عربی میں منتقل کر ڈالیں وہ یقیناً عربی کے بھی ماہر ہوں گے۔ انھوں نے ترجمے جیسا مشکل اور اہم کام خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ کتب علوم کا ترجمہ عربی زبان میں اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک عربی علوم اور اصطلاحات سے وہ بخوبی واقف اور لغات عربیہ کے کامل عالم نہ ہو۔

اس سے پہلے بھی دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وادیٔ سندھ کی زبان سنسکرت سے نہیں نکلی بلکہ وہ قدیم دور کی ایک منفرد زبان ہے اور اس کا کسی قدر تعلق ایک طرف آریائی یا سنسکرت اور دوسری مقامی زبانوں کے ساتھ ہے تو دوسری طرف سامی زبانوں کے ساتھ زیادہ گہرا ہے۔ وادیٔ سندھ کے لوگ ۱۲۔۱۳ سو برس پہلے سے عربی جانتے تھے اور بول بھی سکتے تھے اور بغرض تجارت عرب ممالک کی طرف آیا کرتے تھے اور ان کا تجارتی لین دین بھی عربوں کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ لوگ شاید قدیم زمانے سے عربی رسم الخط بھی استعمال کرتے ہوں۔

وادیٔ سندھ کے لوگ مدتوں سے عربی زبان لکھ پڑھ سکتے تھے اور دوسرے ممالک کی زبان سے بھی آگاہ تھے۔ یہ چیز ان کی خداداد صلاحیت اور ذہانت پر بھی دلالت کرتی تھی کہ وہ دوسری زبانوں پر ایسے قادر ہوتے تھے جیسے اپنی مقامی زبان پر۔

وادیٔ سندھ میں عربوں کے دور حکومت میں سب سے بڑی ترقی یہ ہوئی کہ وادیٔ سندھ کی علاقائی زبانوں، محاورات اور روز مرہ میں ایک قسم کی مرکزیت پیدا ہوئی اور ایک

جامع "سندھی، سرائیکی زبان" (یا جو نام اس وقت اس کا تھا) کی تشکیل ہوئی۔ یہی زبان عام ملکی زبان بنی اور اس کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ اس لسانی مرکزیت کی کئی خاص وجوہات تھیں۔ وادیٔ سندھ میں ایک طاقتور نظام حکومت عمل میں آگیا اور تاریخ سندھ میں پہلی منظم حکومت وجود میں آئی جس نے ملک کے گوشے گوشے میں قضا اور خراج کے نظام کے ذریعے رعایا کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔ تقریباً تین سو برس تک سندھ کی حکومت عرب سیاست کے زیر نگین رہی۔ وادیٔ سندھ کے لوگ حلقۂ اسلام میں شامل ہوتے گئے اور اسلامی عقائد اور اسلامی زندگی نے سیاسی ولسانی مرکزیت کو اور بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم بنادیا۔ قبائلی امتیازات ختم ہوتے گئے اور اسلامی شریعت نے علاقے میں گھر کرلیا۔

عرب حکمران کے دور میں کئی شہر آباد ہوئے اور تجارتی مقاصد کے لیے متعدد نئے بری اور بحری راستے اختیار کیے گئے۔ تجارت میں ترقی ہوئی اور قافلوں کی آمدورفت کی وجہ سے ملک کے مختلف حصے آپس میں مل کر ایک ہوگئے اور ان تعلقات کی وجہ سے ملک کی مختلف زبانوں اور ان کے محاورات میں لسانی وحدت پیدا ہوئی اور وادیٔ سندھ کی مرکزی زبان ترقی کرکے بام عروج تک جا پہنچی۔ ایسے میں یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وادیٔ سندھ کی زبان جاذبیت سے تہی دامن رہ جائے اور اس پر عربی زبان کی لسانی کیفیات اور نفسیات کا اثر نہ ہو؟ اردو اور وادیٔ سندھ کی زبانوں کے الفاظ کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایسے بہت سے الفاظ مل جائیں کے جن کی شکل وصورت عربی الفاظ سے ملتی ہے۔ اس قسم کے چند الفاظ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

عربی	سندھی	اردو
خرج	خرچ (خرچ)	خرچ
مخ	مِک مُکھ (ہڈیوں کی)	مُکھ
مصالح	مصالو (مصالو)	مصالا (مسالا)
بط / بطخ	بدک (بدک)	بطخ

قفل	قلف (قلف)	قفل
عِطر	عطر (عطر)	عطر
دلو(ڈول)	دلو (دلو)	ڈول
آبؔ	ابو(ابا)	ابا
امؔ	امان(اماں)	اماں
صِھر	سهرو (سہرو)	سُسر
قاطع	ڪاتي (کاتی)	چھری
قند	ڪنڊ (کھنڈ)	چینی
غنہ	گھٽو (گھٹو)	کشیر
کوب	ڪوپ(کوپ)	کوپ
دمدمہ	ڌماڌم (دھمادھم)	دھمادھم
قوافی	ڪافي(کافی)	کافی
بزاز	بجاجي(بجاجی)	بجاجی/بزاز
قمیض	قميص (قمیص)	قمیص
قتل عام	قتلام (قتلام)	قتلام/قتل عام
صبح	صبح (صبح)	صبح
کیسہ	کيسو(کھیسو)	کھیسا
مسخری	مشڪري(مشکری)	مسخری
طبلہ	دٻلو(دبلو)	دبلہ
فوارہ	ڦوهارو (پھوہارو)	فوارہ
نقارہ	نقارو (نقارو)	نقارہ
جلؔ	جهل(جھل)	...

سیرانی	سيلاني (سیلانی)	سیلانی
نفیر	نفيل (نفیل)	نفیل۔ نفیر (۳۵)

اب ذیل میں عربی الفاظ کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جس کی بناپر قارئین کرام خود اندازہ لگا سکیں گے کہ سندھی زبان پر عربی زبان کا کتنا گہرا اثر ہے۔

''ابابیل۔ ابجد۔ ابدل۔ ابر۔ ابرق۔ ابلق۔ ابلیس۔ اجازت۔ اجر۔ آخرت۔ آدم۔ آدمیت۔ آفت۔ آل۔ ابتدا۔ ابتر۔ ابرار۔ بصار۔ ابواب۔ ابیات۔ اتباع۔ اتحاد۔ اتصال۔ اتفاق۔ اثبات۔ اثر۔ اجابت۔ اجازت۔ اجماع۔ اجتناب۔ اجتہاد۔ اجرت۔ اجل۔ اجلاس۔ اجمال۔ احتجاج۔ احتراز۔ احترام۔ احتساب۔ احتشام۔ احتیاج۔ احتیاط۔ احد۔ احرام۔ احساس۔ احسان۔ احسن۔ احقر۔ احکام۔ احمر۔ احمق۔ احوال۔ اخبار۔ اختتام۔ اختصار۔ اختلاج۔ اختلاف۔ اختیار۔ اخذ۔ اخراج۔ اخلاص۔ اخلاق۔ اخوت۔ ادارہ۔ ادب۔ ادبار۔ ادراک۔ ادغام۔ اولاد۔ ادنی۔ ادیب۔ اذان۔ اِذن۔ انکار۔ اذیت۔ ارادو/خیر۔ شر۔ تیر۔ فہرست۔ فساد۔ فرحت۔ غم۔ فکر۔ اقرار۔ انکار۔ قدر۔ قیمت۔ حشمت۔ ہمت۔ لباس۔ طعنو۔ طاقت۔ تقدیر۔ جلسو۔ اشراف۔ اسرار۔ تقدیر۔ تکبیر۔ تحقیق۔ تحقیقات۔ ورثو۔ کرسی۔ عرش۔ شہید۔ شاہد۔ عقیدو۔ ایمان۔ تصویر۔ صورت۔ کمال۔ زوال۔ جمال۔ بخار۔ غبار۔ شروط۔ مشابہت۔ شکل۔ عذاب۔ ثواب۔ خطا۔ صلاح۔ حال۔ حالت۔ صلح۔ فتح۔ تعلق۔ تحریک۔ منظور۔ قبول۔ قیدی۔ مختار۔ معلوم۔ منصوبو۔ امداد۔ مدد۔ قمیص۔ صاف۔ صفا۔ دائم۔ قائم۔ شروع۔ شریر۔ شرارت۔ درزی۔ حجام۔ صراف۔ عام۔ خاص۔ انتظار۔ البتہ۔ رخصت۔ شک۔ شبہو۔ شراب۔ شربت۔ خارج۔ داخل۔ مبارک۔ موقعو۔ آخرت۔ عاقبت۔ دین ودنیا۔ استعفائی۔ موقوفی۔ مقرری۔ لفافو۔ شخص۔ حیوان۔ انسان۔ ظاہر۔

باطن۔ ضلعو۔ رعیت۔ بغاوت۔ خالق۔ مخلوق۔ خاص۔ خلق۔ خلقت۔ نقصان۔ غریب۔ غنی۔ مرید۔ مرشد۔ فقیر۔ صوفی۔ فنا۔ بقا۔ صلو۔ وسیلو۔ تمام۔ مخالف۔ موافق۔ وفا۔ وعدو۔ روح۔ راحت۔ جسم۔ جثو۔ وقت۔ سنہ۔ تاریخ۔ عمر۔ ملائک۔ ملک۔ جماعت۔ قوم۔ موت۔ حیات۔ قتل۔ قاتل۔ بندوق۔ اسباب۔ انقلاب۔ نثر۔ نظم۔ شعر۔ شاعر۔ الفت۔ صحت۔ اتفاق۔ اتحاد۔ علاج۔ دوا۔ شفا۔ مرض۔ مریض۔ طمع۔ شمع۔ محفل۔ مجلس۔ مفتون۔ عشق۔ عاشق۔ حبیب۔ طبیب۔ حکیم۔ حاکم۔ مشکل۔ محل۔ فوج۔ رسالو۔ عقل۔ فصل۔ خریف۔ ربیع۔ بیان۔ باب۔ اظہار۔ وکیل۔ وکالت۔ وزیر۔ وزارت۔ مال۔ امیر۔ دولت۔ شان۔ فتح۔ نصرت۔ امین۔ فیصلو۔ فتویٰ۔ منصف۔ امانت۔ عدل۔ عادل۔ انصاف۔ غلط۔ صحیح۔ عالم۔ جاہل۔ سوال۔ جواب۔ سبق۔ امتحان۔ استاد۔ مدرسو۔ علم۔ عمل۔ تعلیم۔ تحریر۔ تقریر۔ لفظ۔ معنیٰ۔ مضمون۔ خوف۔ جلد۔ ورق۔ صفحو۔ حساب۔ کتاب۔ قلم۔ کاغذ۔ قانون۔ منشی۔ وغیرہ۔ علیٰ ھذا القیاس۔ (۳۶)

ان کے علاوہ بہت سے عربی الفاظ اصل صورت میں یا تھوڑی سی املائی تبدیلی کے ساتھ سندھی زبان میں موجود ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔ ان کے ساتھ بہت عربی الفاظ سندھی زبان میں زبان کی اپنی ساخت کے مطابق مصدر کی صورت میں استعمال ہوتے ہیں۔ نمونے کے طور پر کچھ مصادر پیش کیے جاتے ہیں۔

عربی	اردو	سندھی
طلب	طلبنا	طلبڻ (طلبن)
ضرب	ضربنا	ضربڻ (ضربن)
نظر	نظرنا	نظرڻ (نظرن)
شرم	شرمانا	شرمائڻ (شرمائن)

اب عربی کے ان الفاظ کی فہرست ملاحظہ فرمایئے جو سندھی کے اپنے مصادر معاون کے ساتھ مل کر یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

عربی	اردو	سندھی
بشارت	بشارت دینا	بشارت ڏيڻ (بشارت ڈین)
اثر	اثر کرنا	اثر ڪرڻ (اثر کرن)
احرام	احرام باندھنا	احرام ٻڌڻ (احرام بدھن)
احسان	احسان ماننا	احسان مڃڻ (احسان منجن)
اخذ	اخذ کرنا	اخذ ڪرڻ (اخذ کرن)
اخلاص	اخلاص بڑھانا	اخلاص وڌائڻ (اخلاص ودھائن)
ارادہ	ارادہ کرنا	ارادو ڪرڻ (ارادو کرن)
استخارہ	استخارہ کرنا	استخارو ڪرڻ (استخارو کرن)
بیان	بیان کرنا	بيان ڪرڻ (بیان کرن)
تابع	تابع کرنا	تابع ڪرڻ(تابع کرن)
تاثیر	تاثیر کرنا	تاثيرڪرڻ (تاثیر کرن)
تاکید	تاکید کرنا	تاڪيدڪرڻ (تاکید کرن)
تاویل	تاویل کرنا	تاويل ڪرڻ(تاویل کرن)
تائید	تائید کرنا	تائيدڪرڻ (تائید کرن)
تبدیل	تبدیل کرنا	تبديل ڪرڻ (تبدیل کرن)

عرب دور حکومت میں سندھی زبان کے صوتیات اور صرف و نحو پر عربی کا گہرا اثر پڑا۔ ان اثرات کی وجہ سے سندھی میں مرکزیت، نفسیاتی تبدیلی اور تمدنی ترقی ہوئی۔ چنانچہ حروف تہجی میں مندرجہ ذیل حروف کا اضافہ ہوا۔

"ث۔ح۔خ۔ص۔ض۔ط۔ظ۔ع۔غ۔ف۔ق"

علاوہ ازیں الفاظ اور جملوں کی ساخت پر بھی عربی کے اعراب کا اثر ہوا۔ چنانچہ حرف جار کے سلسلہ میں سندھی "لائے" دراصل عربی حرف جار "ل" سے مشتق ہے۔ اس کے علاوہ "فی ماہ"، "فی صدی"، "باللہ"، "واللہ" وغیرہ کے الفاظ سندھی زبان میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

حروف ندا:

"یا"، "الا"، "شل" (ان شاءاللہ) بھی عربی الاصل ہیں۔ (۳۷)

فارسی زبان کے اثرات:

ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی کے مطابق:

> "فارسی ایک آریائی زبان ہے۔ اس کا تعلق آریائی زبانوں کے خاندان کی ایرانی شاخ سے ہے۔ یہ زبان جنوبی ایران کے خطہ پارس میں بولی جاتی تھی۔ اسی نسبت سے یہ پارسی (فارسی) کے نام سے موسوم ہوئی۔ فارسی نے موجودہ شکل اور موجودہ نام ایران میں اسلام کی آمد کے بعد تیسری صدی ہجری میں اختیار کیا۔" (۳۸)

فارسی کی ابتدا کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> "فارسی کی اصل کے سلسلے میں ایک اور زبان کا ذکر بھی ضروری ہے اور وہ اوستائی ہے۔ اوستا زرتشتیوں کی مقدس کتاب ہے۔ جس زبان میں لکھی گئی وہ "اوستائی" کہلاتی ہے۔ بعض محقق اسے ایران کی قدیم ترین زبان قرار دیتے ہیں۔ اس کی قدامت کا تعین زرتشت کے زمانے ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ زرتشت کا ظہور بعض کے خیال میں ۱۱۰۰ ق م اور بعض کے نزدیک ۶۰۰ ق م میں ہوا۔ اب زیادہ تر محقق ۶۰۰ ق م پر متفق ہیں۔ ایرانیوں کی یہ

مذہبی کتاب بیلوں کی چار سو کھالوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن ہخامنشی دور میں سکندر اعظم کے حملے میں یہ کھالیں ضائع ہو گئیں۔ موجودہ اوستا کی تدوین کا کام اشکانی بادشاہ بلاش سوم ۱۶۸۔۱۹۱ء کے زمانے میں شروع ہوا اور ساسانی عہد میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ موجودہ اوستا جس خط میں لکھی گئی ہے وہ دنیا کا مکمل ترین خط ہے۔ اور ''دین دبیرہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اوستا ۸۳۰۰۰ کلمات پر مشتمل ہے۔ ہخامنشیوں کی زبان فارسی باستان، اوستا کی زبان سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ دونوں زبانیں کسی ایک زبان کی شاخیں معلوم ہوتی ہیں۔ دونوں کے قواعد صرف و نحو بھی ملتے جلتے ہیں۔ ان مشابہتوں کے باوجود دونوں ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی ہیں۔ یہی دونوں زبانیں فارسی کا نقش اولین کہی جا سکتی ہیں۔ ان دونوں زبانوں کا تعلق فارسی کے ارتقا کے اولین مرحلہ سے ہے۔''(۳۹)

ایران میں اسلام کی آمد کے بعد فارسی پر عربی کے اثرات کس طرح ہوئے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر شبلی لکھتے ہیں:

''ایران میں اسلام کی آمد کے بعد ایرانی بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ عربی کو دینی و سرکاری اور علمی زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ اس لیے عربی، فارسی پر اثر انداز ہوئی۔ عربی کے بہت سے الفاظ و تراکیب فارسی میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح یہ زبان ساسانیوں کی پہلوی سے مختلف ہو گئی۔ پہلوی کا رسم الخط بہت ہی مشکل تھا۔ یہ دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا۔ اس میں حروف کی تعداد ۲۵ تھی۔ بعض حروف کئی کئی آوازوں کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اس لیے اس کا لکھنا اور پڑھنا دونوں بہت مشکل تھے۔ ایران میں عربوں کی حکومت کے بعد پہلوی خط آہستہ آہستہ متروک ہو گیا۔ اس کی جگہ عربی خط نے لی جو پہلوی خط کے مقابلے میں بہت آسان تھا۔''(۴۰)

تاریخی پس منظر میں دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ایران اور برصغیر کے سماجی، معاشرتی اور تہذیبی تعلقات بہت پرانے اور دور کی بات ہے۔ یہاں تک کہ آریاؤں کے تمدن اور ان کی حکومت سے بھی پہلے یہ تعلقات اور روابط قائم رہے ہیں۔ بقول محمد کیومرثی:

''وادیٔ سندھ یا سندھ اور موہن جو دڑو میں جو آثار و شواہد پائے جاتے ہیں وہ سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان دونوں قوموں کے درمیان پہلے ہی سے بہت مشابہتیں موجود ہیں۔ ایران اور وادیٔ سندھ یا موجودہ پاکستان کے مشترکہ تعلقات خاص طور پر سیاسی، تہذیبی سطح پر یہ روابط ماقبل تاریخ کے دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ تاریخ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ پیشتر ادیان اور ہخا منشیاں جو ایران کی پہلی حکومتوں کی حیثیت سے ظاہر ہو گئیں تو اسی زمانے سے ان دونوں ممالک میں آنا جانا اور آمد و شد شروع ہو گیا۔''[۴۱]

اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد صدیق شبلی یوں رقمطراز ہیں:

''برصغیر میں فارسی مسلمان فاتحین کے ساتھ آئی۔ ان کی فتوحات کا سلسلہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے شروع ہوتا ہے۔ لشکر کشی سے پہلے محمد بن قاسم چھ ماہ تک ایران کے شہر شیراز میں مقیم رہا اور وہاں لشکر تیار کرتا رہا۔ بعض کا خیال ہے کہ محمد بن قاسم کے لشکر میں ایرانی سپاہی بھی موجود تھے۔ شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ دہلوی نے یہاں تک لکھا ہے کہ سندھ کی فتح کو عربوں کی فتوحات میں شمار کرنا درست نہیں ہے۔ ایک عرب اس لشکر کا سپہ سالار ضرور تھا لیکن اس لشکر میں ایرانی بھی شامل تھے۔ ایرانیوں کے ساتھ ان کی زبان بھی سندھ میں پہنچی۔ سندھ میں ایرانی تمدن کے اثرات محمد بن قاسم کی لشکر کشی سے بہت پہلے پہنچ چکے تھے۔ عرب مؤرخین اور جغرافیہ دانوں نے دریائے سندھ کا نام مہران لکھا ہے اور یہ خالص ایرانی نام ہے۔ اسی

طرح برہمن آباد نام کا ایک شہر سندھ میں موجود ہے۔ اس شہر کے نام کے ساتھ آباد کا لاحقہ اس کے ایرانی اصل ہونے کی دلیل ہے۔ دراصل ایران اور سندھ کے درمیان صدیوں سے سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم چلے آرہے ہیں۔ سندھ ایرانی مقبوضات میں بھی شامل رہا۔ ایرانی بادشاہ بہمن اردشیر نے اپنے نام پر تین شہر آباد کیے تھے ان میں سے ایک بہمن آباد سندھ میں تھا۔ یہی شہر سندھ میں برہمنوں کے عہد حکومت میں برہمن آباد ہو گیا۔ سندھ میں عربوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایرانی خاندان بھی سکونت پذیر رہے ہیں۔''[۴۲]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''تیسری صدی ہجری کے آغاز میں عباسی خلیفہ معتمد باللہ (۲۵۶۔۲۷۹ھ) نے اپنے ایک امیر یعقوب بن لیث صفاری کو سندھ کی حکومت عطا کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی عمرو بن لیث سندھ کا حاکم بنا۔ دونوں کے ساتھ ایرانی فوج اور عامل سندھ آئے۔ ۲۷۲ھ میں سندھ میں ایک اسماعیلی حکومت قائم ہو گئی۔ ان واقعات سے سندھ میں ایران کے بڑھتے ہوئے اثر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے سندھ اور اس کے نواح میں مروج زبانوں کے بارے میں اپنی کتابوں میں مفید معلومات تحریر کی ہیں۔''[۴۳]

پھر آگے لکھتے ہیں:

''فارسی ملتان اور مکران میں رواج پا چکی تھی۔ مکران کی سرحد، ایران سے ملتی ہے اس لیے اس کا ایران کے اثر میں ہونا قدرتی بات ہے۔ ملتان ایران کی سرحد سے تو دور تھا مگر یہ بہت تجارتی مرکز تھا اور ایران سے آنے والے تجارتی قافلوں کی گزرگاہ پر واقع تھا۔ اس لیے یہاں فارسی سمجھی جاتی تھی

اگرچہ سندھ کا علاقہ ایک مدت سے سیاسی و ثقافتی طور ایران کے زیر اثر رہا لیکن عرب سیاحوں کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ منصورہ اور دیبل کی زبان عربی اور سندھی تھی۔ پاکستان کے معروف محقق پیر حسام الدین راشدی نے ان بیانات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ ان کے خیال میں جب فارسی ملتان اور مکران میں سمجھی جاتی تھی اور لوگ اس میں گفتگو کرتے تھے تو سندھ فارسی سے محروم کس طرح رہ سکتا تھا۔ جبکہ منصورہ اور دیبل وغیرہ بہت بڑے تجارتی مرکز تھے۔ ان دلائل سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ فارسی برصغیر میں سب سے پہلے سندھ میں آئی۔ چونکہ مسلم فتوحات کا سلسلہ ایک مدت تک سندھ تک محدود رہا اس لیے فارسی سندھ سے دوسرے علاقوں میں منتقل نہ ہو سکی۔ برصغیر میں فارسی کی اشاعت کا اصل کارنامہ غزنویوں (۳۸۶۔۵۸۲ھ) اور سلاطین دہلی (۵۸۲۔۹۳۳ھ) نے انجام دیا۔ ان سب نے فارسی کی ترویج میں گہری دلچسپی لی۔" (۴۴)

ایران اور سندھ کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر نواز علی شوق بیان کرتے ہیں کہ :

"سندھ اور ایران کے درمیان قبل از تاریخ گہرے روابط کے آثار پائے جاتے ہیں۔ تاریخی کھنڈرات سے کشف شدہ چیزیں، سماجی اور تجارتی تعلقات کا پتہ دیتی ہیں۔ قدیم سلطنت بہمن آباد، ساسانی ساخت کارنی کوٹ دیوار چین کا چھوٹا سا نمونہ ہے یا خود میرے تاریخی قصبہ بہمن کے نام سے اس بات کی شہادت آج بھی موجود ہے کہ ہمارے سیاسی روابط کے نقوش قدیم زمانہ ہی سے کس قدر گہرے ہیں۔" (۴۵)

ڈاکٹر صاحب آگے سید حسام الدین شاہ راشدی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

"اسلام کے بعد ایران اور سندھ کے باہمی روابط اتنے گہرے اور اس طرح

مرتب رہے ہیں کہ چودہ سو برس میں کبھی یہ سلسلہ ٹوٹنے نہیں پایا۔ سیاسی پہلو ہو یا ثقافتی، فرہنگی ہو یا فنی بہر حال کسی نہ کسی روپ اور ڈھنگ میں یہ روابط ہر دور اور ہر سمے میں قائم اور مستحکم رہے ہیں۔،،(۴۶)

مسلمانوں کی بدولت فارسی تقریباً آٹھ سو سال تک برصغیر کی سرکاری علمی، تہذیبی اور عربی کے بعد دینی زبان بھی رہی۔ دفتروں میں یہ رائج تھی۔ مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھی۔ علمی حلقوں میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لوگ فخر سے فارسی بولتے تھے۔ دراصل برصغیر میں آنے والے مسلمان فاتحین ایک مختلف تہذیبی و ثقافتی پس منظر سے آئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ بہت سی ایسی اشیاء اور تصورات لائے جو یہاں پہلے سے موجود نہیں تھے۔ جہاں یہ اشیاء اور تصورات عام ہوئے ان کے ساتھ ساتھ ان کے فارسی نام بھی ترجیحاً رائج ہوگئے۔ برصغیر میں فارسی کی ترویج سے یہاں کی تمام زبانیں اور بولیاں متاثر ہوئیں۔ ان زبانوں میں شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جس نے فارسی سے اثر نہ لیا ہو۔ بقول میمن عبدالمجید:

"پاکستان کے مغرب میں ایران ہے قدیم زمانے سے اس ملک سے بھی ہمارے روابط رہے ہیں۔ بہت سے آریائی قبائل ایران سے وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے۔ بعد میں بھی ایران سے تعلقات قائم رہے۔ ایران کے حکمران سندھ اور پنجاب پر حملہ آور بھی ہوتے رہے اور وادیٔ سندھ کے علاقوں پر بعض اوقات قابض بھی ہوئے۔ ان تعلقات کی بناء پر ایرانی تمدن اور زبان کے اثرات ان علاقوں میں کافی وقعت اختیار کر گئے۔ یہی وجہ ہے کہ وادیٔ سندھ کی تمام زبانوں اردو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو، بلوچی وغیرہ پر فارسی زبان کا یکساں اثر پڑا۔ بے شمار فارسی الفاظ ان زبانوں میں اصلی صورت یا تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ رائج ہوئے۔،، (۴۷)

سندھی زبان پر فارسی کے اثرات کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

مذہب سے متعلق الفاظ

خدا، پیغمبر، رسول، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ایمان، کفر، مسجد۔

متعلقات حرب

توپ، بندوق، تفنگ، تیر، پسپا، یلغار، اردو (لشکر)، آل تمغا (تمغو)، سپاہی، سپاہ، فوج، سپہ سالار، جمعدار، منصب دار۔

کھانے

قلیہ (قلیو)، قورمہ (قورمو)، قیمہ (قیمو)، کوفتہ (کوفتو)، پلاؤ (پلاءُ)، بریانی (، مزعفر، زردہ (زردو)، شوربا (شوربو)، نان، یخنی، کباب، سموسہ (سموسو)، کلچہ، (گزک)، طاہری، قبولی، حلوہ (حلوو)، مربا (مربو)۔

ظروف

دیگ، دیگچہ، کفگیر، طشت، کشتی، قرابہ، بادیہ، شقاب سینی، قاب، آفتابہ وغیرہ

لباس

پاجامہ (پاجامو)، شلوار، قمیض، پیراہن (پہراڻ)، جبہ (جبو)، چوغا (چوغو)، رومال، کرتہ (ڪرتو)، جیب، گریبان، شال، دوشالہ، برقعہ (برقعو)، صدری، لحاف۔

سواری اور اس کے متعلقات

زین، لگام، رکاب، مہمیز، تنگ، زیربند، فراک، پویہ، نعل، سم، دریف، پائدان، کجاوہ، شتربان، محمل، مہار، عماری، چابک، ابلق، سائیس، سمندر، سبزہ، ملاح، کشتی، بادبان، لنگر، مستول۔

عمارت اور اس کے متعلقات

محل، قلعہ، بارہ دری، برج، مینار، گنبذ، محراب، روکار، شہ نشین، طاقچہ (طاق)، دیوار، فیل، پایہ (پایو)۔

سامان نوشت وخواند

قلم، دوات، قلمدان، قلمتراش، خط، کاغذ۔

رشتے

بیگ، بیگم، خان، خانم، آکا، آتون، خاتون، انگہ، باجی، خالہ، خسر۔

فرنیچر ومتعلقات

کرسی، میز، تخت، منبر، مسند، چادر، چارپائی (کٹ)، قالین۔

خوشبو ومتعلقات

عطر، عطردان، مشک، عنبر، عود، عوددان۔

روشنی

چراغ، فتیلہ، فتیلہ سوز، فانوس، شمع، شمعدان۔

پیشے

زردوز، قصاب، درزی، حلوائی، آبدار، صیقل گر، آتش باز، باورچی، مشعلچی، ایلچی۔

سکہ وحساب

دام، اشرفی، مہر، ریزگاری، خوردہ، مبلغ، باقی، تحویل، برآمد، جمع، دستوری، دکان، صراف، صرافہ۔

شادی بیاہ کے متعلقات

جہیز، آرسی، نسبت، عقد، نکاح، شادی، وداع۔

تجہیز و تکفین

قبر، تعویذ، جنازہ، مزار، کفن، چہلم، قل۔

ساز

طبل، طنبورہ (طنبورو)، شادیانہ (شادیانو)، طاؤس، سرود، رباب، قرنا، قانون، شھنا (شہنائی)۔

اعضاء

دل، گردہ (گردو)، سینہ (سینو)، معدہ (معدو)، مغز، جگر۔ (۴۸)

فارسی الفاظ کی بڑی تعداد اپنی اصل شکل یا تھوڑی سی تبدیلی سے سندھی زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے کلمات والفاظ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسے مصادر اور افعال موجود ہیں جو ڈاریکٹ فارسی مصادر، افعال اور کلمات سے بنائے گئے ہیں اور ان کی جڑوں میں کافی مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے چند مثالیں۔

فارسی ضرب الامثال

فارسی زبان کے اثرات کی وجہ سے نہ صرف فارسی الفاظ و مصادر کی بڑی تعداد سندھی زبان میں اصل صورت یا کچھ تبدیلی سے مستعمل ہیں بلکہ فارسی ضرب الامثال اور محاورات بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے

دیر آید درست آید
دشمن دانابہ از دوست نادان
ایک انار وصد بیمار

نیکی وپرسش

عقل را یک اچارہ بس باشد

نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملا خطرہ ایمان

یار زندہ صحبت باقی

مال مفت دل بے رحم

آمدن بہ ارادت رفتن بہ اجازت

دیوار ہم گوش دارد

خود کردہ اعلاجی نیست

قہر درویش بہ جان درویش

اول بطعام بعد کلام

باادب بانصیب بےادب بے نصیب

با مسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام

زیارت بزرگان کفارہ گناہ

ہمت مردان مدد خدا

یک جان دو قالب۔ (۴۹)

اس طرح کے بے شمار محاورات وضرب الامثال یکساں طور پر مستعمل ہیں۔ فارسی نے نہ صرف روز مرّہ استعمال ہونے والے الفاظ و محاورات کو متاثر کیا ہے بلکہ ادبی لحاظ سے بھی اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ فارسی کے سایہ میں نشوونما پانے والی سندھی زبان نے نظم ونثر، اُسلوب و مضمون، بحر و قافیہ اور شکل وہیئت ورثے میں پائی۔ ان دنوں میں جو شاعری پروان چڑھ رہی تھی اس پر فارسی کا رنگ غالب تھا اور یہ اثر اس حد تک عمیق اور وسیع ہے کہ اس دور کی شاعری فارسی شاعری کا پر تو نظر آتی ہے۔ تمام شعری اصناف مثلاً قصیدہ، غزل، مثنوی، مرثیہ، رباعی، ترکیب بند، ترجیع بند، مسمط، مستزاد، شہر آشوب وغیرہ فارسی سے ان کے ناموں

اور ہیئتوں سمیت مستعار لیں۔ ان تمام اصناف میں سندھی شعراء نے فارسی اساتذہ کی پیروی کی۔ یہ تقلید صرف ہیئت کی حد تک نہیں تھی بلکہ فارسی کے بعض مضامین و پیرایوں کو بھی اپنے اندر سمولیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''سندھی شاعری تے فارسی شاعری جو اثر'' بنیادی کام ہے۔

ترکی زبان کے اثرات

عابدہ حنیف ترک قوم کے حوالے سے لکھتی ہے کہ:

> ''ترک قوم کا نام چھٹی صدی عیسوی میں گوک۔ ترک(Gok-Turk) ریاستوں کے معرض وجود میں آنے سے سامنے آیا۔ یہ قوم چینیوں کے ہاں توکن اور باز نطینیون میں ترکوئی (Turkoi) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔''(۵۰)

آگے ترکی زبان کا تعارف عابدہ حنیف نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

> ''ترکی ایک قدیم زبان ہے اس کی تاریخ تقریباً دو ہزار سال پرانی ہے۔ لسانیاتی تقسیم کے لحاظ سے یہ مغربی ترکی کی شاخ ہے۔ جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آج تک ترکی زبان کے لیے تقریباً اٹھارہ رسم الخط استعمال ہو چکے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ترکوں نے عربی رسم الخط اختیار کیا۔ سلطان محمد ثانی کا ایک فرمان اور یغوری اور عربی رسم الخط میں موجود ہے۔ مصطفی اتاترک کی حکومت نے ترکیہ میں عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط رائج کیا۔ ترکی آئین کے مطابق ترکی زبان سرکاری زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔''(۵۱)

وادیٔ سندھ اور ترک وتاتار

وادیٔ سندھ اور وسط ایشیاء کے ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع ہونے کی بناء پر

دونوں خطوں میں ازمنہ قدیم ہی سے گہرے ثقافتی تعلقات موجود رہے ہیں۔ وادیٔ سندھ بالکل وسط ایشیا کی دہلیز پر واقع ہے۔ وسط ایشیا سے جو بھی لہر اٹھی وہ ان پانچ دریاؤں کی سرزمین تک ضرور پہنچی۔ سمرقند و بخارا کی وادیوں سے گذریوں، جنگجوؤں، مہم بازوں، سیاحوں، تاجروں، مبلغوں اور درویشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ کوہِ ہمالیہ کے دردن سے گزر کر وادیٔ سندھ کی زرخیز زمین میں وارد ہوتا رہا اور کچھ قیام کے بعد گنگا اور جمنا کی طرف رخ کرتا رہا۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ وادیٔ سندھ کے نوآبادکار وسط ایشیا کی سرزمین میں جا نکلے اور وہاں بدھ مذہب کے جھنڈے گاڑ دیے اور ان زمینوں کو گندھارا آرٹ سے روشناس کرایا۔ ان ثقافتی تعلقات کے نتیجے میں دونوں خطوں کے لسانی عناصر کا ایک دوسرے سے گہرے طور پر متاثر ہونا لازمی امر تھا۔

اگر وادیٔ سندھ اور ترکی و تاتاری قبائل کی آبائی سرزمین وسط ایشیا کے باہمی تعلقات کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی شروعات تاریخ کے دھندلکے دور میں پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی آثاراتی مطالعہ، تاریخی شواہد اور تقابلی لسانی جائزے کی روشنی میں یہ امر ضرور پایہ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ آریاؤں کے ورود سے قبل ہڑپائی اور وسط ایشیا کی ہم عصر تہذیبوں کے درمیان گہرے ثقافتی مراسم موجود تھے۔ اس ضمن میں عین الحق فرید کوٹی روسی ماہر آثارِ قدیمہ وی ایم میسن (V.M.Masson) کی تصنیف "روسی وسط ایشیا کا آثاراتی مطالعہ" کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> "وسط ایشیا میں حالیہ کھدائیوں کے دوران جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنوبی ترکمانیہ کی چار ہزار تا دو ہزار سال قبل از مسیح کی مستقل زرعی نظام کی حامل تہذیب کا اپنی ہمعصر ایرانی، افغانی اور پاک و ہند تہذیبوں سے گہرا رشتہ تھا"(۵۲)

ایک اور برطانوی ماہر آثارِ قدیمہ سٹیورٹ پگٹ (S.Piggott) کی تصنیف "قبل از تاریخ کا ہندوستان" کے حوالے سے فرید کوٹی لکھتے ہیں کہ:

"روس ترکستان میں واقع 'انو' اول اور 'انو' دوم (چار ہزار تا اڑھائی ہزار سال قبل از مسیح) کے مقامات سے دستیاب شدہ سیاہ نقوش والے سرخ برتن، سرخ اور کالے نقوش والے پیلے برتن اور نمایاں طور پر نظر آنے والے زینہ نما نقوش کی ساخت والے پیلے برتن ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا حقیقی وطن بلوچستان ہے۔ کیونکہ وہ یہاں کے آثارات سے برآمد ہونے والے مٹی کے برتنوں سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔"(۵۳)

جہاں تک وادیٔ سندھ میں ترک قبائل کی آمد کا تعلق ہے اس کہانی کا پہلا باب یوہ چی قبائل کے ورود (پہلی صدی عیسوی) سے شروع ہو کر عہدِ غزنوی سے کچھ عرصہ قبل گندھارا کے علاقے میں ترکی شاہی خاندان کی حکومت کے خاتمے پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا باب ترکان یاغمر کے سپہ سالار امیر سبکتگین کے حملے سے شروع ہوتا ہے اور ایبک، قلیچ (خلجی) اور تغلق خاندان سے ہوتا ہوا تیموری خاندان پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ ترکان امراء کے ساتھ تعلقات کی جو داستان پہلی صدی عیسوی سے شروع ہوئی تھی وہ عہدِ ظفر میں ختم ہوتی ہے۔ دو ہزار سال کے اس طویل مدت میں جہاں ایک طرف وادیٔ سندھ کی زبان نے ترکی اور تاتاری زبانوں کو مختلف طور پر متاثر کیا۔ وہاں تاتار اور ترک قبائل کی زبانوں نے وادیٔ سندھ کے لسانی ڈھانچے کو متاثر کیا ہے۔ برصغیر میں ترکوں کی آمد کے حوالے سے میمن عبدالمجید سندھی بیان کرتے ہیں:

"برصغیر میں ترکوں کی آمد کا سلسلہ سلطانی دور ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ وہ پاک و ہند میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ وادیٔ سندھ میں ترکی النسل لوگ آج بھی موجود ہیں لیکن ان میں اب ترکوں کی کوئی علامت باقی نہیں رہی۔ شکل و صورت اور لباس و رہائش میں ترکوں سے ان کی کوئی مناسبت باقی نہیں۔ تاہم انہیں ترکوں کے ابتدائی قافلوں کی وساطت سے براہِ راست چند ترکی الفاظ بھی وادیٔ سندھ کی زبانوں میں شامل ہو گئے۔"(۵۴)

وادیٔ سندھ کی زبانوں میں ترکی الفاظ کی آمیزش کے حوالے سے عین الحق فرید کوٹی کا موقف کچھ یوں ہے:

> ''ہر نئی آنے والی قوم اپنے مخصوص ملبوسات، طعام، ظروف، اوزار، آلات حرب اور رشتوں ناطوں کے نام اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔ نئی سرزمین ان اجنبی چیزوں کے نام بعض دفعہ جوں کے توں اپنی اصل صورت میں اور بعض دفعہ تبدیل شدہ صورت میں اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ یہی کچھ ترکوں کے وادیٔ سندھ میں ورود کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا۔ آج کتنے ہی ترکی الفاظ ہماری روزمرہ کی زبان میں مروج ہیں۔''(۵۵)

ایک اندازے کے مطابق ترکی اور پاکستان کے اندر بولی جانے والی زبانوں میں ۳۵۰۰ کے لگ بھگ الفاظ مشترک ہیں۔ یہ الفاظ اردو، سندھی اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں مختلف کھانے، مثلاً پلاؤ، شوربہ، سلاد، جاجی اور باورچی خانے میں استعمال ہونے والی اشیاء مثلاً روزمرہ استعمال کے الفاظ یعنی قلم، کتاب، مشعل، مشغول وغیرہ کا مشترک ہونا اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ترکی اور ہماری زبانیں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ ترکی زبان کا لاحقہ ''چی'' سندھی زبان میں عام استعمال میں ہوتا ہے۔ جیسے صندوقچی، باورچی، ڈھنڈورچی وغیرہ... تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ محاورات اور ضرب الامثال بھی کافی حد تک ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ کیجئے وہ الفاظ جو سندھی زبان میں ترکی زبان کے اثرات کی وجہ سے مستعمل ہیں:

آلات حرب: توپ، بندوق، تفنگ، چاقو

جنگی اصطلاحات: یلغار، یورش، یرغمال، ہراول، بکاول، تمغہ

آلات اور ظروف: قینچی، تسمہ، طشت، قاب، چمچی، چلمچی

معاشرتی القابات: آغا، آقا، بیگ، بیگم، خان، خانم، خاتون، باجی، آتا، بی بی، انگہ، اتالیق

کھانوں کے نام: قورمہ، قیمہ، دولمہ

متفرقات: قاش، قالین، غالیچہ، چوغہ، چق، ایلچی، قزاق، خچر وغیرہ۔ (۵۶)

کچھ ضرب الامثال جو حرف بہ حرف ایک ہیں:

ضرب الامثال

ظالم کی عمر کوتاہ ہوتی ہے — ظالم جي عمر ڪوتاه ٿئي ٿي

Zalimin omru as olur

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا — ٻڏندڙ کي ڪک جو سهارو

Denize dusen yilana sarln

چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ — چادر ڏسي پير ڊگهيريو

ayagm yorgana gore uzat

بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے — وڏي مڇي ننڍي مڇي کي ڳڙڪائي ٿي

buyuk balik kucuk baligayutan

جھوٹ کی ناؤ نہیں چلتی — ڪوڙ جي ٻيڙي ٻڏي ٿي

yalancinin gemisi yurumez

آج کا کام کل پر مت چھوڑو — اڄ جو ڪم سڀاڻي تي نه ڇڏيو

Bugunku isini yarina birkma

باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا — ڳالهين مان پيٽ نه ٿو ڀرجي

Lafla karin doymaz

بات پر بات یاد آتی ہے — ڳالهه سان ڳالهه ياد اچي ٿي (۵۷)

lakirdi lakrdiy acar

نوٹ: یہاں سندھی جملے راقم کے دیے ہوئے ہیں۔

یونانی زبان کے اثرات

سکندر اعظم نے وادیٔ سندھ میں مختصر سے قیام (۳۲۶ق م) کے دوران یہاں چند ایک نئی چھاؤنیوں کی بنیاد رکھی جہاں یونانی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کو آباد کر دیا۔ اس کے ساتھ اپنے مقرر کردہ صوبہ داروں کی معیت میں یونانی حفاظتی دستے تعینات کیے۔ لازماً یہ یونانی آپس میں اپنی مادری زبان ہی میں بات چیت کرتے ہوں گے لیکن جہاں تک مقامی آبادی سے راہ و رسم کا تعلق ہے اس کے لیے انہیں ماسوائے اشاروں اور کنایوں کے کسی حد تک مقامی زبان سیکھنی پڑی ہوگی۔ نیز وہ طبقہ جن کا شب و روز یونانیوں سے واسطہ پڑتا ہوگا کئی ایک یونانی الفاظ سے بھی واقف ہو گیا ہوگا۔ لیکن سکندر کی آنکھیں بند ہوتے ہی وادیٔ سندھ میں یونانی بالادستی ختم ہو گئی اور چندر گپت موریہ نے ایک نئی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح اس وقت یونانی زبان بھی سیاسی طور پر قریب قریب ختم ہو گئی۔ اس لئے اس دور کو لسانیاتی لحاظ سے کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

قدیم زمانے میں یونانی اور مقامی زبانوں کے استعمال کے حوالے سے عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں کہ:

> "۱۹۵ق م میں دیمتریس (Demetrius) کے حملے سے لے کر ۵۰ء میں ہرمیوس (Hermios) کی حکومت کے خاتمے یعنی اڑھائی سو سال کے عرصے تک یونانیوں کی سیاسی بالادستی کے ساتھ ساتھ یونانی زبان کو بھی حکمرانوں کی زبان ہونے کی حیثیت حاصل رہی۔ ہند یونانی عہد میں درباری اور سرکاری کاروبار کے لیے یونان اور مقامی دونوں زبانیں مستعمل تھیں جس کا اندازہ اس عہد کے سکوں کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے جن کے ایک طرف یونانی زبان یونانی حروف ابجد میں اور دوسری طرف مقامی زبان خروشتی رسم الخط میں کندہ ہے۔"(۵۸)

یونانی زبان کی داستان ہند یونانی شہزادوں کی حکومت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں یا تو یہ زبان عوام میں اتنی زیادہ مقبول ہو چکی تھی کہ آنے والے حکمران بھی اسے ختم نہ کر سکے یا پھر اس نے سرکاری کاروبار پر اتنا گہرا تسلط جمالیا تھا کہ بعد میں اسے قائم رکھے بغیر کوئی اور چارہ کار نظر نہ آیا۔ کشن عہد ۱۴۰ تا ۳۶۰ء میں سکوں پر خروشتی اور براہمی کے ساتھ ساتھ یونانی تحریر بھی استعمال ہوتی رہی۔ سابق شمال مغربی سرحدی صوبے کے دور دراز علاقوں سے بعض ایسے قیمتی پتھروں کے نمونے دستیاب ہوئے ہیں جن پر یونانی دیومالا کے کردار منقش ہیں اور ان پر یونانی عبارت کندہ ہے۔ اسی طرح ایسی پتھر کی لوحیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جن پر یونانی عبارت مرقوم ہے۔ یہ لوحیں پشاور اور لاہور کے عجائب گھروں میں محفوظ ہیں۔ ختن اور چینی ترکستان کی کھدائیوں کے دوران جو اشیاء دستیاب ہوئی ہیں ان میں علاوہ سنسکرت خروشتی اور براہمی زبان کی تحریروں کے یونانی زبان کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ عین الحق فرید کوٹی یونانی زبان کی تحریروں کے متعلق محققین کی آراء کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ”محققین کی رائے ہے کہ یہ تحریریں گپتا خاندان کے عہد سے تعلق رکھتی ہیں۔ یقیناً وادئ سندھ کے نو آباد کار نقل مکانی کرتے وقت یہ زبانیں اور رسم الخط اپنے ساتھ لیتے گئے ہوں گے۔ روسی ماہرین کی ایک رپورٹ کے مطابق اس علاقے میں آج بھی ایسے قبائل آباد ہیں جو کہ وادئ سندھ کی موجودہ زبانوں سے ملتی جلتی زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح وادئ سندھ میں یونانی زبان کا دور پانچ ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصے تک جا پہنچتا ہے۔ کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ اس طویل عرصے میں یونانی زبان نے مقامی زبانوں کو بالکل متاثر نہ کیا ہو؟ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ دو دھارے ایک ہی راستے پر چلیں اور آپس میں نہ ملیں۔ دو تہذیبیں ایک ہی سرزمین میں پرورش پائیں اور ایک دوسرے سے متاثر نہ ہوں؟ یقیناً اس عہد

میں کتنے ہی یونانی الفاظ یہاں کی روز مرہ کی زبان میں شامل ہوگئے ہوں گے۔ ان میں سے کچھ تو مرور زمانہ کے ساتھ زبان سے متروک ہوگئے۔ پھر بھی کچھ الفاظ ضرور ایسے ہوں گے جو ہماری زبان کا ایک حصہ بن گئے۔آج ان کی شکل کچھ ایسی بدل چکی ہے کہ گھس پٹ کر ہماری زبان میں اس طرح ڈھل چکے ہیں کہ ان کا پہچاننا مشکل ہے۔اب ان پر غیریت کا گمان نہیں ہوتا۔ پھر بھی اگر کوشش کی جائے تو ان الفاظ کی پہچان کرنا ناممکنات میں سے نہیں۔" (۵۹)

عین الحق فرید کوٹی کے مطابق وادیٔ سندھ کی زبانوں میں چار قسم کے یونانی اصل الفاظ پائے جاتے ہیں۔

"اول: وہ الفاظ جو آریائی زبانوں کا مشترکہ سرمایہ ہونے کی حیثیت سے سنسکرت اور یونانی دونوں میں مشترکہ طور پر پائے جاتے ہیں۔اگرچہ مقامی زبانوں میں یہ یونانی سے نہیں بلکہ سنسکرت سے آئے ہیں۔دوسرے وہ الفاظ جو عربی اور فارسی کی راہ سے وادیٔ سندھ میں وارد ہوئے۔ تیسری: قسم کے وہ یونانی الفاظ ہیں جو مغربی زبانوں خاص کر انگریزی کے ذریعے ہماری زبان میں داخل ہوئے۔ چوتھے: وہ الفاظ ہیں جو ہند یونانی عہد یا اس کے بعد براہ راست یونانی زبان سے منتقل ہو کر ہماری زبان کا ایک حصہ بن گئے۔" (۶۰)

یونانی الفاظ قافلہ، افرنگ کے ہمراہ

مغربی اقوام کے ذریعے جو الفاظ ہماری زبانوں میں وارد ہوئے اس سلسلے میں عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے ہم ان الفاظ کا ذکر کرتے ہیں جو مغربی اقوام کے ذریعے ہماری زبان میں آئے۔ سائنس، انجینئرنگ اور میڈیکل کی اصطلاحات تو زیادہ تر

یونانی الفاظ ہی پر مشتمل ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں مشتے از خروارے کے مصداق صرف چند ایک الفاظ قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتے ہیں۔ جیسے کہ: "اسکول، اکادمی، کیمرہ، ڈراما، تھیٹر، کلرک، گراموفون، فوٹو گراف، ٹیلیگراف، کارڈ، کلینڈر، گرامر، جغرافیہ، جیومیٹری، پتلون، پالیسی، ڈیموکریسی، پروگرام اور ایٹم وغیرہ۔" (۶۱)

عرب ویونان کے تعلقات

عربوں اور یونانیوں کے تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرید کوٹی لکھتے ہیں:

"عربوں اور یونانیوں کے تعلقات کا تذکرہ بذات خود ایک طویل داستان ہے۔ عرب اور یونان جغرافیائی لحاظ سے ایک حد تک پڑوسیوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں عرب اسی شاہراہ پر آباد تھے جہاں سے یونانی جہازران شب و روز گزرتے تھے بدھ مذہب کی کتاب "مسائل" میں مینینڈر کے عہد (۱۵۵تا۱۴۰ق م) میں یونانیوں کے ساتھ ساتھ عرب جہاز رانوں اور تاجروں کا وادیٔ سندھ کے شہروں میں موجود ہونا مذکور ہے۔ اس کی تائید پہلی صدی عیسوی کے مشہور بحری سفر نامہ بحرہ قلزم کی سیر (Periplus) سے بھی ہوتی ہے جس میں کئی جگہ تجارت پیشہ اور جہازران عربوں کا ذکر آتا ہے۔

حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضور ﷺ کے ماموں تجارت کی غرض سے ملک چین گئے ہوئے تھے۔ جہاں اس وقت عرب تاجروں کی ایک چھوٹی سی بستی موجود تھی۔ چین میں سب سے پہلی مسجد کانٹن میں ۶۲۷ء میں یعنی حضور ﷺ کی وفات سے پانچ سال قبل تعمیر ہوئی تھی۔ بلکہ ایک تاریخ دان نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: "چند عرب جہاز ۳۰۰ء میں کانٹن اور ہانگ چاؤ کی بندرگاہوں پر پہنچے"۔ جنوبی ہند میں بھی زمانہ قدیم سے عربوں کی آمد و رفت کا پتہ چلتا ہے۔ خاص کر وہاں پہلی صدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

سینیٹ ٹامس کی آمد اور وہاں پر شامی عیسائیوں اور یہودیوں کا ازمنہ قدیم ہی سے موجود ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی عرب قافلے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کرتے تھے۔ خود حضور ﷺ بھی بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر ان قافلوں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے جاتے تھے۔ اگرچہ ان دنوں شام اور اس سے ملحقہ علاقے رومن سلطنت میں شامل تھے تاہم وہاں کی فضا یونانی تہذیب و تمدن اِن میں رچی بسی تھی۔ ان حالات میں بعض یونانی اور لاطینی الفاظ کا عربی زبان میں شامل ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ نیز اپنے عروج کے زمانے میں جب عرب دانشور یونانی علم و حکمت کی کتابوں کا ترجمہ کر رہے تھے تو انہوں نے بعض یونانی الفاظ کو جوں کا توں اپنی اصل شکل میں رہنے دیا۔"(۶۲)

ذیل میں ایسے یونانی الاصل الفاظ کی مختصر سی فہرست دی جاتی ہے جو کہ عربی کے ذریعے اردو اور پنجابی (سندھی) میں داخل ہوئے۔

عربی	یونانی	یونانی الفاظ کے معنی	سندھی
قانون	کانانوس (Kananos)	قانون، چھڑی	قانون
دفتر	دیفتھیرا Diphthera	باریک کاغذ یا جھلی جو کہ زمانہ قدیم میں لکھنے کے کام آتی تھی	دفتر
درہم	درہم Drachma	ایک یونانی سکہ اور وزن کا نام	درهم
قیراط	کیراٹیئن Keration	ایک وزن (تقریباً دس رتی کے قریب)	قيراط
قرن	خرانوس Khronos	زمانہ	زمانو
اجنب	زینوس Zenos	غریب الوطن، اجنبی	اجنبي
صوفی	سوفوس Sophos	دانشور، عقلمند (کہہ نہیں سکتے کہ آیا یہ لفظ عربی کے ذریعے آیا یا فارسی کے)	صوفي
شاب	ہیب Hebe	جوان	جوان

سیف	زیفوس	Xiphos	تلوار	تلوار
زرع	اگروس	Agros	کھیت (گ کا ز یا ج سے تبادل عام ہے)	زراعت
بلغم	پھلگم	Phlegam	بلغم	بلغم
ذمی	دیموس	Demos	عوام الناس نے والا	ذميدار
الکیمیا	خیمیا	Chemeia	کیمیا	کيميا
الاکسیر	کسیران	Xeron	سفوف، دوائی	اکسير- دوا
تریاق	تھریاک	Theriake	سانپ اور دوسرے زہریلے جانوروں کے کاٹے کی دوائی	ترياق
قولنج	کالیکوس	Kolikos	بڑی آنت کا درد یونانی کالون Kolon بمعنی بڑی آنت سے مشتق	قولنج
آبنوس	ابنوس	Ebenos	ایک قسم کی سخت لکڑی	آبنوس
اسطرلاب	اسٹرولابن	Astrolabon	اجرام فلکی کے ارتقا وغیرہ معلوم کرنے کا آلہ	
زنار	زوناریون	Zonarion	یہودیوں اور مشرقی عیسائیوں کے گلے میں پہننے کی مالا	زنار
طلسم	تلسماً	Telesmos	جادو	طلسم
کلیسہ	اکلیسیا	Ekklesia	اکٹھے ہونے کی جگہ، گرجا	کليسا
تابوت	تافوس	Tophos	مقبرہ	تابوت
کفن	کوفینوس	Kophinos	مردے رکھنے کے لیے صندوق یا ٹوکرا	کفن

نوٹ:۔ یہاں سندھی الفاظ راقم نے درج کیے ہیں۔

ایران اور یونان

ایران اور یونان کے تعلقات اور فارسی اور یونانی زبانوں کے لسانی اثرات ور وابط پر بحث کرتے ہوئے عین الحق فرید کوئی لکھتے ہیں:

> "اگرچہ لسانی لحاظ سے ایرانی اور یونانی آریائی گروہ کی دو بڑی شاخیں ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے بھی ایران اور یونان ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع ہیں لیکن قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ یہ دونوں بھائی ہمیشہ آپس میں برسرپیکار رہے۔ ان کی باہمی چپقلش تاریخ عالم کا ایک اہم باب ہے۔ سکندر یونانی کے حملے کے بعد خانوادۂ سیلوکس کو ایک عرصے تک سرزمین ایران پر بالادستی حاصل رہی۔ اُس سے جہاں زندگی کے دیگر شعبے متاثر ہوئے وہاں زبان کے معاملے میں بھی باہمی لین دین کا ثبوت ملتا ہے۔" (۶۳)

ذیل میں فارسی اور یونانی الفاظ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

فارسی	یونانی		یونانی الفاظ کے معنی	سندھی
ناؤ	ناوس	Navos	کشتی	نائو- ٻيڙي
موسیقی	موسیکاس	Moushikos	موسیقی	موسيقي
ققنس	ککنوس	Kyknos	ہنس	هنس/هنج
زمرد	زمردوس	Smargdos	ایک قیمتی پتھر	زمرد
فانوس	پھانوس	Phanos	چراغ، چمکدار	فانوس
کلید	کلیدوس	Kleidos	چابی	ڪليد/چابي
خربزہ	کرپوش	Karpos	پھل	گدرو/خربوزو

نوٹ:۔ سندھی الفاظ راقم نے درج کیے ہیں۔

ھندآریائی

یونانی اور سنسکرت زبانوں کے رشتے اور باہمی اثرات کو عین الحق فرید کوئی یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ یونانی اور سنسکرت دونوں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں۔ گو یہ قصہ ابھی تک زیر بحث ہی ہے کہ آیا ان کی اصل وسط ایشیا ہے یا مرکزی یورپ یا ان کا آبائی وطن بحر منجمد شمالی تھا یا مشرقی یورپ۔ بہر حال یہ قبیلہ شروع میں کسی ایک ہی چراگاہ میں آباد تھا۔ وہاں اچانک کسی وجہ سے سب نے جلاوطن ہونے کی ٹھان لی یا پھر کسی دوسرے طاقتور قبیلے نے ان کے آبائی وطن پر قبضہ کر کے انہیں باہر دھکیل دیا۔ اس پر انھوں نے اپنی اپنی بھیڑ، بکریاں اور گھوڑے سنبھالے اور جس طرف منہ اُٹھایا، چل دیے۔ نئے دیشوں کے نئے ماحول سے لب و لہجے میں تبدیلی آگئی۔ مقامی لوگوں کے ساتھ گھلنے ملنے سے زبان بھی بدل گئی۔ گو آج ہزاروں سال بیت چکے ہیں لیکن پھر بھی اگر ان زبانوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو آج بھی ان میں بنیادی مشابہت اور مطابقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔"(۶۴)

یونانی اور سنسکرت زبانوں کے چند مشترکہ الفاظ بطور نمونہ:

سنسکرت	یونانی		فارسی	معنی	سندھی
ستھان	ختھان	Chithon	ستان	ستان	آستان
گرام	کومی	Kome	گام	گاؤں	گوٹھ
دوار	تھیر	Thyral	در	در	در
مندر	ماندر	Mandra	...	مندر	مندر

اکشی	ازسے Osse	...	آنکھ	اک
بھرو	اوفرس Ophrys	ابرو	ابرو	آبرو
باہو	پازو Pazus	بازو		ٻانهن
واک	ایپاس Epos	آواز	آواز	آواز
ہنس	خین Khin	...	ہنس	هنس
مھیش	بشان Bishon	...	بھینسا	مينهن
اشو	ھیپوس Hippos	اسپ	...	اسپ
بھوی	گی Ge	زمین	زمین	ڀون
وسنت	ھار Har	بہار	بہار	وسنت، بهار
پوروا	بوریا Boreas	...	پروا	پردو
پتی	پوتیس Potes	زند	پتی	پتي، ور
دیو	تھیوس Theos	دیو	دیو	ديو
راجن	ریجن Regien	ریکس	راجہ	راجا
پلیتا	پولیوس Polios	...	پیلا	پيلو
...	مزدوس Mizdos	مزد	مزدوری	مزدوري
امرت	ایمبروسیا...Ambrosia		آب حیات	امرت
سنوشہ	نوس Nous	...	بہو	نُنهن
تری	تریس Treis	...	تین	ٽي، ٽري
سپت	ھپت Heptha	ہفت	سات	ست
داشا	ڈیکا Deka	دہ	دس	ڏھ
بھرو	پھرونو Phrunos	...	بھورا	ڀورو

نوٹ:۔ سندھی الفاظ راقم نے درج کیے ہیں۔

یورپی زبانوں کے اثرات

سنہ ۱۴۰۰ای۔ ۱۵۰۰ء میں پرتگالی، ڈچ اور فرانسیسی اور اس کے بعد انگریز وادیٔ سندھ میں بغرض تجارت وارد ہوئے۔ اس ضمن میں بھیرومل مہرچند "سندھی بولی جی تاریخ" میں لکھتے ہیں کہ:

> "پندرہویں سولھویں صدی میں پرتگیزی، فرینچ، ڈچ اور انگریز تجارت کی غرض سے ہندوستان میں آکر کوٹھیاں قائم کیں تو بہت سے الفاظ سندھی اور دیگر دیسی زبانوں میں مروج ہوگئے۔"(۶۵)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> "حیرت کی بات ہے کہ "روٹی" اور "مانی" الفاظ بھی ہمیں پرتگیزوں نے سکھائے ہیں۔ سنسکرت لفظ "پرشٹ" معنی پکی ہوئی اس لفظ کا تلفظ پرتگیزوں نے بگاڑ کر "پاروٹی" یعنی "پکی روٹی" ہم نے "پا" کو حذف کر دیا باقی صرف " روٹی" رہ گیا۔ "مانی" Manna لفظ اصل بنی اسرائیل (یہودیوں) کا ہے وہ بھی پرتگیزوں نے ہمارے یہاں استعمال کیا۔ پیسہ، (سندھی۔ پیسو) لفظ بھی پرتگیزوں نے ہمارے یہاں استعمال کیا جو اصل میں اسپین (Spain) کا Pess ہے۔"(۶۶)

انگریزوں کی آمد سے پہلے پرتگالیوں نے برصغیر کا رخ کیا۔ ۱۴۹۸ء میں واسکوڈی گاما کے برصغیر کے مغربی ساحل پر پہنچنے کے ساتھ برصغیر اور یورپ کے درمیان براہ راست تعلقات کی ابتدا ہوئی اور پھر پرتگالیوں نے تجارت کا پروگرام بنایا۔ اس طرح پرتگال سے سمندری جہاز یہاں آنے لگے۔ یہ لوگ یہاں سے ادرک، سیاہ مرچ، مصالحہ، چمڑا، کپڑا وغیرہ لے کر یورپ کی منڈیوں کی طرف جاتے۔ واسکوڈی گاما کے بعد پیدررو الوں ارس کیبرل یہاں

آیا۔ اس کے بعد الفالشوری البوکرک نے مغربی ساحل کے کئی مقامات پر قبضہ کر لیا اور ۱۵۱۰ء میں گوا کو پرتگال کے سمندر پار حکومت کا دارالخلافہ بنالیا گیا۔ اب پرتگالیوں اور برصغیر کے باشندوں کے سماجی، تمدنی اور تجارتی تعلقات مستحکم ہونگے۔ اس کے بعد اس کے جانشینوں نے مزید ساحلی شہروں بمبئی حتٰی کہ گوادر (بلوچستان) کو بھی اپنے دائرہ اختیار میں شامل کر لیا۔ ۱۶۰۲ء میں ہالینڈ میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر کے مشرقی اور مغربی ساحلی علاقوں سے تجارت کے لئے قائم ہوئی۔ یہ کمپنی ۱۸۷۲ء تک قائم تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۶۶۸ء میں فرانسیسیوں نے سورت میں ایک تجارتی کوٹھی قائم کی۔ ۱۶۶۹ء میں گولکنڈہ کے حکمران عبداللہ قطب شاہ کی اجازت سے مسولی پٹم میں فرانسیسیوں نے ایک اور تجارتی کوٹھی قائم کی۔ چار سال بعد ۱۶۷۳ء میں دو فرانسیسی تاجروں نے مدارس کے جنوب میں ساحل کارامنڈل کے قصبہ ولی کونڈاپورم کو وہاں کے حکمران سے حاصل کر لیا۔

برطانیہ اور برصغیر کے تعلقات کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالرحمان براہوی یوں لکھتے ہیں:

"برطانیہ اور برصغیر کے تعلقات سولہویں صدی عیسوی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام کی وجہ سے عمل میں آئے۔ انگریز جب یہاں پہنچے تو برصغیر کے دونوں ساحلوں پر پرتگالیوں کا قبضہ تھا اور یہاں پرتگالی ہندوستانی بولی بول چال کا ذریعہ تھی۔ یہاں کے کئی الفاظ انگریزی اور دوسری زبانوں میں چلے گئے۔ Dr.S.R.Dalgado نے تین سو سے زائد الفاظ کی نشاندہی کی ہے جس میں سے بہت سے اب متروک ہو چکے ہیں۔ ان تعلقات سے صدیوں قبل یونانی، لاطینی، عرب وغیرہ یہاں کی تجارتی اشیاء کے ناموں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ مثلاً کافور، پلپل، کوپرا، شکر، جنجر، صندل وغیرہ۔ برطانیہ اور برصغیر کے تعلقات سولہویں صدی میں قائم ہوئے۔ تعلقات کی ابتدا تجارت سے ہوئی اور صدیوں قائم رہی اس لیے ابتدا میں تجارتی اور معاشی الفاظ کا

تبادلہ ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خاتمہ کے بعد جب انگریزوں نے بر صغیر پر قبضہ کر لیا تو دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی تعلقات کا بھی آغاز ہوا اور سیاسی، انتظامی، فوجی، تجارتی، معاشی، سماجی الفاظ کا بھی تبادلہ ہوا۔''(۶۷)

ذیل میں یورپی زبانوں کے الفاظ کی فہرست ملاحظہ کیجئے۔ جو سندھی زبان میں مستعمل ہیں:

پرتگالی الفاظ

نیلام، فالتو، فٹ (فنا)، پگھار، ٹرنک، پستول، پیپ، صابن، تولیہ، بالٹی وغیرہ۔

اطالوی الفاظ

انٹلکچوئل اسٹیڈیم، فورم، لسٹ، میل، میٹر، نیوکلیر انرجی، اومنی بس، ریفرنڈم، کمرہ (پرتگالی اپنے ساتھ لائے)

لاطینی الفاظ پادری (پرتگالی اپنے ساتھ لائے)

فرانسیسی الفاظ:

آملیٹ، کارتوس، ڈیزل، بالکونی، جوبلی، بینک، کیمرہ، ایمبولینس، کریکٹر، ایسڈ، نوٹ، فیکلٹی، پلاسٹک، پیکٹ۔

ہسپانوی الفاظ سگریٹ، کوکا، پلاٹینیم، سگار۔(۶۸)

انگریزی زبان کے اثرات

انگریزی زبان، موجودہ دور کی ایک اہم اور زیادہ بولی جانیوالی زبان ہے۔ اپنی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے وہ پوری دنیا میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ بقول ڈاکٹر عطش درانی:

"انگریزی زبان کے علمی ارتقا کی کہانی تین چار سو سال سے زیادہ پرانی نہیں۔ ایک زندہ زبان کی طرح یہ زبان بھی عروج و زوال کا شکار ہوئی۔ قدیم انگریزی جس پر انگلستان کو ناز کرنا چاہیے تھا جدید صنعتی انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئی۔اس کے لہجے، ہجے، معانی اور استعمالات بدل گئے۔ قواعد و ضوابط میں ترمیم ہوئی۔ بیسوی صدی کے اوائل میں ایک ایسی انگریزی سامنے آئی جو اس صدی کے آخر تک اپنے علمی و اصلاحی ذخیرے اور اسالیب بیان پر فخر کر سکتی ہے۔"(۶۹)

انگریزی جرمانوی گروہ کی زبان ہے۔اس مین جرمن، ولندیزی، فلیمش، ڈینش، سویڈش، اور نارویجن زبانیں شامل ہیں۔اس کے قواعد اور ذخیرہ الفاظ کا ان زبانوں کے ساتھ خاصا اشتراک ہے۔ لیکن اس کا نصف سے زیادہ ذخیرہ لاطینی سے آیا۔ کچھ براہ راست اور کچھ فرانسیسی اور رومانوی زبانوں کی وساعت سے۔ نتیجتاً انگریزی کا موجودہ ذخیرۂ الفاظ زیادہ تر لاطینی، فرانسیسی، اطالوی ہسپانوی اور پرتگالی زبانون پر مبنی ہے۔

انگریزی زبان کا سندھی زبان پر گہرا اثر پڑا اور بے شمار انگریزی زبان کے الفاظ داخل ہوگئے۔بقول میمن عبدالمجید:

"انگریزی کے کئی الفاظ تو ایسے ہیں جو سندھی زبان میں براہ راست آئے اور اپنی اصل پر قائم ہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے داخل ہونے کے بعد ان کی صورت کسی قدر تبدیل ہوگئی ہے۔"(۷۰)

مثلاً:

انگریزی	اردو	سندھی
اسٹیشن	سٹیشن	ٽيشن
ٹکٹ	ٹکٹ	ٽڪس

ہاسپٹل	ہپتال	اسپتال
ٹاول	تولیہ	توال
پسٹل	پستول	پستول
اسٹامپ	اشٹام	اشتام
باٹل	بوتل	بوتل
ربر	ربڑ	رہڑ
گوڈاؤن	گودام	گدام

اس طرح کے دیگر کئی انگریزی الفاظ سندھی زبان میں تھوڑے رد و بدل کے ساتھ مستعمل ہیں۔ عربی اور فارسی زبان کے برعکس انگریزی کا کوئی ایسا لفظ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا جو سندھی علامت مصدر کے ساتھ تمدنی مصدر کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، بقول میمن عبدالجید:

> "انگریزی زبان عربی اور فارسی کی طرح ہمارے ملک کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ البتہ تعلیم یافتہ اور امیر طبقے میں ملکی زبانوں کے معاون مصادر شامل کر کے انہیں تمدنی مصادر بنانے کا رواج کسی قدر ہو چلا ہے اور بعض الفاظ ان کی بول چال میں بھی جاری ہو گئے ہیں۔"(۷۱)

اس ضمن میں ڈاکٹر ہدایت پریم کے مقالے: "سندھی بولی تے انگریزی بولی جو اثر" میں بھی سندھی پر انگریزی اثرات کے حوالے سے مختصر روشنی ڈالی گئی ہے جو نومبر ۱۹۹۸ء میں شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر کے تحقیقی جرنل کلاچی میں شائع ہوا ہے۔

اُردو زبان اثرات و روابط

اردو اور سندھی کے ایک دوسرے پر اثرات و روابط کے حوالے سے ڈاکٹر شرف

الدین اصلاحی کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' اور ڈاکٹر خالد خان خٹک کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''سندھی، پشتو، اور اردو کے لسانی روابط'' نہایت اہم اور بنیادی حوالے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے علماء اور محققین نے اس ضمن میں بہت سے مقالے اور مضامین لکھے ہیں۔ یہاں ڈاکٹر غلام علی الانا کی کتاب ''زبان اور ثقافت'' سے اردو زبان کے سندھی زبان پر اثرات کا مختصر جائزہ بیان کیا جاتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آبادیوں کے تبادلوں کا سلسہ شروع ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں وہ مسلمان جن کی مادری زبان اُردو تھی، ہندوستان کے مختلف علاقوں سے ہجرت کر کے مستقل طور پر سندھ میں آئے اور زیادہ تر سندھ کے بڑے بڑے شہروں میں آباد ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کراچی، حیدر آباد، نواب شاہ، میر پور خاص اور سکھر وغیرہ جیسے بڑے شہروں میں آباد لوگوں کی اکثریت کی زبان اُردو بن گئی۔ علاوازیں پنجاب، شمالی علاقہ جات اور صوبہ خیبر پختونخوا کے لوگ روزگار کی خاطر جوق در جوق مذکورہ شہروں میں آکر رہائش پذیر ہوئے تو انہوں نے بھی رابطے کے لئے اُردو کو وسیلہ بنایا، جس کی وجہ سے مقامی زبان سندھی ان شہروں میں اقلیت کی زبان بن کر رہ گئی۔

مہاجرین اور سندھیوں کے اکٹھے رہنے کی وجہ سے باہمی بول چال کا ذریعہ اُردو ہی رہی۔ جس کے باعث اُردو کا سندھی زبان پر قدرے گہرا اثر، لغوی الفاظ کے روپ میں ظاہر ہونے لگا ہے۔ اِس کے برعکس دیہاتوں، قصبوں اور چھوٹے شہروں میں جہاں اکثریت کی زبان سندھی ہے، اردو بولنے والوں، پٹھانوں اور پنجابیوں کی زبانوں پر سندھی زبان اثرانداز ہوئی ہے۔ اب دونوں صورتوں میں اردو اثر قدرے گہرا ہو رہا ہے۔ بول چال کے علاوہ ادبی سطح پر بھی، سندھی ادب اُردو ادب سے واضح طور پر متاثر نظر آنے لگا ہے۔ سندھی کے ممتاز ادیب اور شعراء نے اردو میں بھی شہ پارے تخلیق کیے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ایسے علماء میں پیر حسام الدین شاہ راشدی، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، شیخ ایاز، ڈاکٹر ابرہیم خلیل، لطف اللہ بدوی، شیخ عبدالرزاق راز، غلام محمد گرامی، امر جلیل، نورالہدیٰ شاہ اور دیگر شخصیات کے نام فخریہ

پیش کیے جاسکتے ہیں۔

قومی زبان کی حیثیت سے اُردو کو سندھ کے اسکولوں میں بھی لازمی قرار دیا گیا۔ ان مخصوص وجوہات کے علاوہ رابطے کی زبان ہونے کے ناتے سے اُردو پہلے ہی سندھ میں عموماً اور پورے پاکستان میں خصوصاً رابطے کے واحد ذریعے کی حیثیت سے مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان پاکستان میں ہر صوبے کی مادری زبان سے ہم آہنگ نظر آنے لگی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے علاوہ فلموں اور ڈراموں (اسٹیج ڈراموں) نے اِس زبان (اردو) کو دور دراز علاقوں تک رسائی حاصل کرنے میں مزید آسانی پیدا کر دی ہے۔ یوں بھی برصغیر کی تحریک آزادی کے دوران اُردو، جہاں دیگر علاقوں میں کثرت سے اظہار کا ذریعہ بنی تھی وہاں اس سے سندھ میں بھی لوگوں کو شناسائی ہو چکی تھی اور اس طرح قیام پاکستان سے قبل سندھ کے بڑے بڑے شہروں کے لوگ اردو لکھنے اور پڑھنے لگے تھے۔ باوجود اس کے کہ سندھی اور اردو کو عربی اور فارسی کے حوالے سے لغوی ذخیرہ حاصل ہوا ہے لیکن کئی اردو مصادر، اصطلاحیں، کہاوتیں اور ضرب الامثال قیام پاکستان کے بعد بھی سندھی لغات میں شامل ہوئی ہیں۔ ان میں سے خاصی اصطلاحیں، کہاوتیں اور ضرب الامثال پہلے ہی ہندی کے حوالے سے دونوں زبانوں میں مستعمل رہی ہیں۔

ان اسباب کے علاوہ بعض خاندانوں کی باہمی رشتہ داریوں کی وجہ سے سندھ میں اردو مروّج ہونے کے لئے زیادہ وسائل میسر آئے۔ مطلب یہ کہ شہروں پر اُردو کے غلبے، ادیبوں اور شاعروں پر اردو ادبیات کا اثر اور بعض خاندانوں کی طرف سے گھروں میں اردو کو مادری زبان کے طور پر استعمال کرنے کی وجہ سے سندھی زبان پر اردو صرف و نحو کا نمایاں اثر نظر آنے لگا ہے۔ درج ذیل میں ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جنس:

بے شمار ایسے اسم ہیں جو کہ سندھی زبان میں جنس مونث واحد کے طور پر مروج ہیں لیکن اردو اثرات کے بعد رفتہ رفتہ مونث کی بجائے مذکر واحد کی صورت میں تلفظ ہونے

لگے ہیں۔ مثلاً ''موسم'' کو سندھی زبان میں عموماً مؤنث کے صیغے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اب بعض لوگ اس لفظ کو ''مذکر'' صیغے میں استعمال کرنے لگے ہیں۔

عام سندھی استعمال	اردو اثر کے بعد استعمال
موسم سٹھی آہے	موسم سٹھو آہے
موسم ٿڌھی آہے	موسم ٿڌھو آہے

اس قسم کی دیگر مثالیں یہ ہیں۔

لفظ	عام سندھی فقرہ	اردو فقرہ	اردو اثر کے بعد سندھی فقرہ
دل	منهنجي دل	میرا دل	منهنجو دل
کتابؑ	منهنجو ڪتاب	میری کتاب	منهنجي ڪتاب
کتابؑ	منهنجا ڪتاب	میری کتابیں	منهنجون ڪتابون

لفظ	عام سندھی استعمال	اردو	اردو اثر کے بعد سندھی فقرہ
غزل	تنهنجو غزل	تیری غزل	تنهنجي غزل
غزلَ	تنهنجا غزلَ	تیری غزلیں	تنهنجون غزلون
نظم	منهنجو نظم	میری نظم	منهنجي نظم
نظمَ	منهنجا نظم	میری نظمیں	منهنجون نظمون

مصدر:

مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کے بہت سے مصدر سندھی لغات میں شامل ہو گئے ہیں۔ مثلاً:

اردو مصدر	سندھی مصدر	اردو مصدر	سندھی مصدر
پھیلانا	ڦهلائڻ	اپنانا	اپنائڻ

ڈھلنا	ڊلڻ	مسکراتا	مسڪرائڻ
خریدنا	خريدڻ	پہچانا	پهچائڻ

حرف اضافت:

شہروں کے اسکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم اختیار کرنے کا اردو بولنے والی اکثریت کے محلے میں رہنے یا ایسے خاندان جو اپنی روزمرہ گفتگو میں سندھی نحوی ترکیب میں کوئی فرق نہیں کرتے ان کے ساتھ روابط کی وجہ سے بہت سارے نوجوانوں کی زبان بہت تیزی سے متاثر ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر:

اردو فقرہ	اردو کے زیر اثر فقرہ	عام سندھی فقرہ
کون سی والی کتاب	ڪهڙي واري ڪتاب	ڪهڙو ڪتاب
پہلی والی کتاب	پهرين واري ڪتاب	پهريون ڪتاب
کس کی نظم	ڪنهن جي نظم	ڪنهن جو نظم

ضرب الامثال:

یوں اردو اور سندھی کا صدیوں کا ساتھ ہے لیکن قیام پاکستان کی تحریک سے لے کر ان دونوں زبانوں کی قربت گہری ہو رہی ہے۔ اس قربت کی وجہ سے سندھی زبان نے بہت ساری ضرب الامثال بھی مستعارلی ہیں لیکن یہاں محض یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ زیادہ تر ہندی کہاوتیں اور ضرب الامثال جو ادبی کتب، خصوصاً ڈراموں، ناولوں اور افسانوں کے تراجم کے ذریعے سندھی نے اپنائی ہیں۔ تقریباً وہی کہاوتیں اور ضرب الامثال اردو نے بھی اپنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً

جیسی کرنی ویسی بھرنی
اتحاد میں برکت ہے
آپ سکھی تو جگ سکھی

آپ گھاتی مہا پاپی

ایک پنتھ دو کاج

بڑا کہاون بڑاڈکھ پاون، چھوٹے کاڈکھ دور

آسمان کا تھو کا منہ میں آتا ہے

اونٹ کے منہ میں زیرہ

آٹے میں نمک

تو بھی رانی میں بھی رانی کون بھرے گا پانی

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

پیسہ پھینک تماشادیکھ (۷۲)

گجراتی زبان اثرات وروابط

سندھ کے لسانی جغرافیہ کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھی زبان کے کچھی، لاڑی، تھری اور پارکری بولیوں پر گجراتی زبان کا اثر زیادہ رہا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ اور تھرپارکر کے علاقے، گجرات کے ہمسایہ علاقے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ کی مکمل تجارت گجرات کے زیراثر تھی۔ دوسری جانب سندھ اور گجرات کے آپس میں سیاسی اور سماجی تعلقات سومرہ عہد (۱۰۱۰ ء۔۱۳۵۱ ء) تک حکومت سے بھی پہلے موجود تھے۔

انگریز دورِ حکومت کے ابتدائی دنوں (۱۸۴۷ء) میں سندھ کو بمبئی صوبے سے ملا کر بمبئی پریذیڈنسی قائم کی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے ہزاروں گجراتی اور کاٹھیاواڑ کے تاجروں نے سندھ میں سکونت حاصل کی اور سندھ و گجرات کے درمیان تجارت کو مزید فروغ حاصل ہوا۔ یہی وہ دن تھے جب سندھ کے سکولوں میں سندھی کے ساتھ ساتھ گجراتی پڑھائی جانے لگی تھی۔

علاوہ ازیں خواجہ، میمن، بوہرہ، کچھی، پارسی اور گجرات سے آئی ہوئی دیگر قومیتیں

روزمرہ کاروبار میں گجراتی ہی بولتی تھیں جس کی وجہ سے سندھ کے کراچی، حیدرآباد، میرپورخاص اور سکھر وغیرہ جو کہ تجارتی مراکز بھی تھے وہاں گجراتی کا بہت اثر رہا۔ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ آبادی کی ہجرت، عام لوگوں، امیروں اور حاکموں کی رشتہ داریوں اور باہمی شادیوں کے علاوہ کاریگروں، فنکاروں، علماء، فضلاء اور مبلغین کی آمد ورفت نے بھی دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا تھا۔ اس سلسلے میں مسرا کے حوالے سے ڈاکٹر غلام علی الانا یوں رقمطراز ہیں کہ :

> "سندھ کے لوگوں کی کثیر تعداد بردوہ میں مقیم تھی، جہاں وہ ریاست کی پولیس اور فوج میں شامل ہیں۔ اور اسی طرح شمالی گجرات کے علاقے پالینور کی طرف بھی سندھ کے لوگوں کی بڑی تعداد پولیس اور دیگر سرکاری ملازمتوں میں موجود ہے۔ سندھ کے بعض لوگ ساحلی سمندر پر بھی آباد ہیں جو کہ پیشہ کے اعتبار سے کشتیوں کے ناخدا اور ملاح ہیں۔"(۷۳)

یہ اور اس قسم کے دیگر تعلقات کی وجہ سے سندھی زبان کا گجراتی زبان پر اثر ہوا، اسی طرح گجراتی زبان نے سندھی زبان کو بھی متاثر کیا۔ ذیل میں سندھی زبان پر گجراتی زبان کے اثرات کی چند مثالیں ڈاکٹر غلام علی الانا کی کتاب "زبان اور ثقافت" سے دی جاتی ہیں۔ سندھی زبان کی کچھی بولی پر تو گجراتی کا بہت بڑا اثر ہے، لیکن اس کی لاڑی، تھری اور پارکری بولیاں بھی ان اثرات سے خالی نہیں ہیں۔ مثلاً:

صوتیاتی اثر

صوتیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو سندھی زبان کی کچھی، لاڑی اور پارکری بولیوں میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں ہے لیکن گجراتی زبان کے اثر کی وجہ سے کچھی اور لاڑی لہجوں (بولیوں) میں بعض الفاظ میں "ز" کو "ج" اور "ج" کو "ز" میں بدل کر تلفظ کیا جاتا ہے۔ مثلاً

اصل لفظ	گجراتی لفظ	کچھی بولی	پارکری بولی
معجزو	موزجو	موزجو	موزجو
حاضر	ھاجر	ھاجر	ھاجر
نظر	نجر	نجر	نجر
بازار	باجار	باجار	باجار

دوسری طرف گجراتی میں اکثر ''ش'' کو ''س'' اور ''س'' کو ''ش'' میں بدل کر بولنے اور ''ف'' کو ''پھ''، ''غ'' کو ''گ'' اور ''خ'' کو ''کھ'' میں تبدیل کر کے بولنے کا رواج بہت زیادہ ہے۔ یہی اثرات ہمیں کچھی، لاڑی اور پارکری میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

حروف جملہ

سندھی زبان کا بغور مطالعہ کرتے وقت یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کہیں کہیں سندھی زبان پر گجراتی کے صرف و نحو کا اثر بھی موجود ہے۔ ذیل میں حروف جملہ اور حروف جار اور حالت مکانی کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حروف جملہ

سندھی	گجراتی	کچھی	فقرے میں استعمال
ۓ (اکیں)	نے	نے	چھوکرونے چھوکری
۾ (میں)	مان(مانھ)	مان(مانھ)	شیریں نے فاطمہ، چھلے لئی ہاتھ مان لٹک پھٹک رمتی باجار ماں
وٽ (پاس)	وٹے	وٹے	موں وٹے

حالت

سندھی زبان میں حالت مکانی کی صورت میں اسم کے آخر میں حروف جار استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر "گھر۔ ي" (گھر کی طرف) "گھر میں" یا "گھر کھے" حالت مکانی میں مذکورہ حروف کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

حالت تغیری	حالت مکانی
گھرِ	گھر میں
گھرے	گھرڈے
گھراں	گھرمان

گجراتی میں "گھرڈے" کے لئے "گرین" یا "گرے" (گھرے) استعمال کیا جاتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہی خاصیت ہمیں کچھی اور پارکری میں بھی ملتی ہے۔ مثلاً:

پارکری	کچھی	گجراتی	سندھی
گریں جاؤں تو	گرین / گرے		گھر وجان ٹو
دیان / ونان تو		جاؤن چھون	

ظرف

سندھی زبان میں گزرے ہوئے دن کے لئے "کالھ" اور آنے والے دن کے لئے "سبھانی" کے الفاظ مروج ہیں۔ گجراتی زبان میں دونوں کے لئے "کالھ" استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا تلفظ "کالے" کرتے ہیں اور کچھی اور پارکری دونوں بولیوں میں مذکورہ دونوں حالتوں میں لفظ "کالے" استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

پارکری	کچھی	گجراتی	سندھی
	کالے آویس	کالے آوسون	سڀاڻي ايندس
	کالے آویس	کالے آویو ھتو	ڪالھ آيس

حروف (Particles) کا استعمال

سندھی زبان میں کسی بھی اسم یا ضمیر پر زور ظاہر کرنے کے لئے ''ئی'' کا حرف استعمال کیا جاتا ہے لیکن گجراتی میں ''ئی'' کے بر عکس ''ج'' استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی صورت کچھی اور پارکری کی بھی ہے۔ جیسا کہ:

سندھی	گجراتی	کچھی	پارکری
تون لک	توج لکھ	توج لکھ	توج لکھ
توهين/ اوهين لکو	تمہیں ج لکھو	آئیں ج لکھو	تمہیں ج لکھو

ذخیرہ الفاظ

سندھی زبان کے لغات کے مطالعے کے لغوی ذخیرے میں خاص طور پر تھری / لاڑی، کچھی اور پارکری کے حوالے سے بے شمار گجراتی الفاظ مروج ہو چکے ہیں۔ جن میں اکثریت رشتوں اور دنوں کے ناموں اور دیگر اشیاء کے اسماء کی ہے۔ مثلاً:

سندھی	گجراتی	لاڑي	کچھی	پارکری
وڏو ڏير (بڑا دیور)	جیٹھ	جیٹھ	جیٹھ	جیٹھ
وڏي ڏيرياڻي (بڑی دیورانی)	جیٹھانی	جیٹھانی	جیٹھانی	جیٹھانی
پير	پگ	پگ	پگ	پگ
متو	ماتھا	متھو	ماتھو	ماتھو(۴۷)

سرائیکی زبان اثرات و روابط

ذیل میں سندھی اور سرائیکی اثرات و رابط کو الانا صاحب کی کتاب ''زبان و

ثقافت'' سے بیان کیا جاتا ہے۔ سندھ میں تالپور حکمرانوں کی زبان ہونے کے علاوہ ڈیرہ جات، ملتان، رحیم یار خان اور سرائیکی بولنے والی آبادی کے دیگر علاقوں سے آکر سندھ میں لوگوں کے مستقل طور پر آباد ہو جانے کی وجہ سے سرائیکی گرامر کا سندھی گرامر پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ سرائیکی بولنے والے لوگوں کی کثیر تعداد قدیم زمانے سے سندھ میں آباد ہوتی چلی آرہی ہے جن میں سے اکثریت نہ صرف سماجی، ثقافتی اور معاشرتی طور پر سندھ میں ضم ہو چکی ہے بلکہ ذہنی طور پر بھی اب وہ اپنے آپ کو سندھی تصور کرتی ہے۔ یہ لوگ خود کو سندھ کے مسائل سے الگ نہیں سمجھتے، بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ آزمائش کے وقت ان لوگوں نے اجتماعی اور ملکی مسائل کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ یہ لوگ روزمرّہ زندگی کے کاروبار میں سندھی زبان کو مادری زبان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ البتہ اس آبادی کا کچھ حصہ اپنے ماحول کے اندر اور نجی زندگی میں سرائیکی بولتا ہے۔ اس پوری آبادی کی سندھی بول چال اور صوتیاتی نظام اور صرف و نحوی ترکیب پر سرائیکی کے صوتیاتی نظام اور گرامر کا اثر واضح نظر آتا ہے۔

صوتی اثر

سندھی زبان کے شمالی لہجے (خصوصاً سکھر، اُوباڑو اور ان کے مضافات) میں ''ٹ'' اور ''ٹر'' یا ''ڈ'' اور ''ڈر'' کی ایسی آوازیں ہیں جو سندھی زبان کی فقط اسی بولی میں موجود ہیں، چنانچہ اس بولی میں بھی ''ٹ'' اور ''ڈ'' کی آوازیں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کی آوازوں کے نعم البدل ''تر''، ''در'' ہیں جنہیں سندھی کی شمالی بولی کی آوازوں کی طرح الگ الگ ''ٹ'' اور ''ٹر''، ''ڈ'' اور ''ڈر'' کی آوازوں کی طرح ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے سندھی کی شمالی بولی پر مذکورہ اثر کو واضح طور پر سرائیکی کے صوتیاتی اثر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

سندھی اور سرائیکی کی بعض آوازیں باہمی تبدیلی کے ساتھ ادا کرنے کا رواج تو بہت ہی قدیم ہے۔ مثلاً:

سندھی لفظ	سرائیکی آواز	تبدیلی
پار	پال	ر،ل
وار	وال	ر،ل

صوتی اثر

سندھی زبان کے شمالی لہجے میں جنس مؤنث واحد کو جمع بنایا جاتا ہے تو حاصل شدہ جمع کی صورتیں ہو بہو سرائیکی صورتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ مثلاً:

مؤنث	عام سندھی جمع	سندھی کا شمالی لہجہ
میز	میزوں	میزاں
زال	زالوں	زالاں
اجرک	اجرکوں	اجرکاں
کھٹ	کھٹوں	کھٹاں

اسمِ فاعل

سرائیکی زبان کی گرائمر کے مطابق اسم فاعل کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اسمِ فاعل کے آخر میں ''وال'' یا ''والا'' کا اضافہ ہوتا ہے۔ سندھی میں مذکورہ آوازوں میں آخری ''ل'' کو ''ر،م میں تبدیل کرکے اس میں ''م'' یا ''او'' کی آوازیں شامل کی جاتی ہیں۔ مثلاً:

اسم	علامت	اسم فاعل
بچر/بچار/بچڑا	-وال	بچڑوال/بچڑیوال
کوٹ	۔وال	کوٹ وال
سرندی	۔وال	سرندی وال/ سرندیال

صفت

سندھی زبان کی نصابی کتب کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سندھ میں پہلی سندھی جماعت کے بچوں کو جو "دو" کا پہاڑا سکھایا جاتا ہے اس میں مروّج ہندسے یا جو گنتی رائج ہے وہ ہو بہو سرائیکی زبان سے لی گئی ہے۔ یہاں مذکورہ پہاڑا پیش کیا جاتا ہے۔

ایک	ڈون	ڈون
ٻہ	ڈون	چار
ٽي	ڈون	ڇھہ
چار	ڈون	اٺ
پنج	ڈون	ڈھہ
ڇھہ	ڈون	ٻارھن
ست	ڈون	چوڈھن
اٺ	ڈون	سورھن
ناءِ	ڈون	ارڑھن
ڈھہ	ڈون	ویہہ

نحوی اثر

سندھی زبان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اسم واحد کی صورت میں سندھی کے ایسے اسماء جن کا آخری حرف "زبر (ـَ)" پر متحرک ہے اُن کا تلفظ کرتے وقت سرائیکی بولنے والے لوگ زبر (ـَ) کی بجائے زیر (ـِ) میں تبدیل کر کے تلفظ کرتے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ رواج سرائیکی بولنے والوں میں موجود ہے لیکن ہمارے بہت سے سرائیکی بولنے والے ادیب بھی ایسے الفاظ کا تلفظ سرائیکی کے زیر اثران سرائیکی بولنے والوں کی طرح کرتے ہیں۔ مثلاً:

اعراب	سندھی تلفظ	سرائیکی ادائیگی
اِ	سیٹھِ	سیٹھَ
	راتِ	راتَ
	سندھِ	سندھَ

انہی الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کیا جاتا ہے:

سرائیکی لہجہ	سندھی لہجہ
سیٹھ اکبرِ کھے دعوت ڈے	سیٹھِ اکبرَ کھے دعوت ڈے
اجّ راتَ جو کونہ ایندا سیں	اَج راتِ جو کونہَ ایندا سین
سندھَ میں رات تھدھی تھیندی آہے	سندھُ میں راتِ تھدھی تھیندی آہے

سندھی دیاکرنے کے مطابق ایسے مؤنث یا مذکر اسماء جن کو آخر میں زبر (ـَ) اعراب سے متحرک کرنے کا رواج ہے انہیں اسم حال سے اسم ماضی میں تبدیل کرنے کے لیے یا ان کی حالت تغیری (حالت جری، حالت اضافت اور حالت مکانی وغیرہ) میں گردان کرنے کے لیے جب ایسے اسماء کے ساتھ حروف جار کا اضافہ کیا جاتا ہے تب ایسے اسم کی آخری ''ای'' آواز کے فوراً بعد ''اُو'' اعراب ادا کی جاتی ہے اور ''آ'' کے تلفظ کے بعد حروف جار استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

سرائیکی تلفظ	عام سندھی ادائیگی
پنجِ	پَنجَ
ستِ	سَتَ
آٹھِ	آٹھ
ھتھِ	ھَتھَ
اُٹھِ	اُٹھ

ذیل میں ایسے الفاظ کو جملوں میں استعمال کر کے ادائیگی میں فرق کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

سرائیکی تلفظ	عام سندھی ادائیگی
ھي پنيج ٻڪريون آھن	ھي پنجَ ٻڪريون آھن

هِي سَتِ پائر آهن	هِي سَتَ پائر آهن
هَتِ ۾ ڪتاب آهن	هتَ ۾ ڪتاب آهن
اُتِ ڪي مهار وجهہ	اُتَ ڪي مهار وجهہ

ایسے سندھی الفاظ جو آخر میں زیر (ِ) یا پیش (ُ) اعراب پر متحرک ہوتے ہیں۔ انہیں "سرائیکی بولنے والے سندھی" زبر (َ) میں تبدیل کر کے ادا کرتے ہیں۔ سرائیکی کا یہ اثر ہمیں سندھ کے بہت سارے تعلیم یافتہ لوگوں خصوصاً ادیبوں اور شاعروں کی بول چال میں بہت ہی واضح نظر آتا ہے۔

زمان	اسم	حال	سندھی فقرہ	سرائیکی فقرہ
حال	چھوکری	فاعلی	چھوکری مانی کھائے تھی	چھوکری مانی کھائے تھی
حال	چھوکری	جری	چھوکریَ کھے مانی ملی	چھوکری کھے مانی ملی
حال	چھوکری	اضافت	چھوکریَ جو پیءُ آیو	چھوکری جو پیءُ آیو
ماضی	چھوکری	مفعولی	چھوکریَ نانگ کھے ماریو	چھوکریَ نانگ کھے ماریو
حال	بکری	جری	بکریَ کھے ٻچ پھڑا آہن	بکری کھے ٻچ پھڑا آہن

مطالعے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دور حاضر کے سندھی نصاب کی کتب، ادبی رسائل، روزانہ اخبارات، شعر و شاعری، ادبی مضامین اور تحقیقی مقالات میں بھی سرائیکی کا یہ اثر نمایاں ہے۔ نصابی کتب میں هاريءَ، ڏاڙهونءَ اور ڇوڪريءَ وغیرہ جیسے اسموں کے آخر میں جملوں میں استعمال ہونے والی اعراب (ءَ) کا استعمال تقریباً ختم ہو رہا ہے۔ اس بہاؤ میں سندھی کے بڑے بڑے عالم اور ادیب بھی بہتے چلے جا رہے ہیں۔

فقروں کی ساخت اور نام

سندھ میں سرائیکی بولنے والے علاقوں سے لوگوں نے آکر سکونت اختیار کی اور اپنے دیہات اور قصبے تعمیر کئے تو ان کے نام بھی سرائیکی کی نحوی ساخت کے مطابق مقرر

ہوئے۔ان ناموں سے بھی سندھی اور سرائیکی زبانوں کے نحوی اصول واضح ہوتے ہیں۔
مثال کے طور پر:

سرائیکی بولنے والے علاقوں میں دیہات کے نام	سندھ کے دیہاتوں کے نام
علی شیر واھن	خان واھن
آدم واھن	حسن واھن
پنانی واھن / واھن پنانی	ٹھل میر رکن
نواں کوٹ / شور کوٹ	نئوں کوٹ / کوٹ میر رستم
کوٹ سلطان / کوٹ آدو	کوٹ عالم

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سرائیکی میں کوٹ کا اسم تصغیر کوٹلی یا کوٹلہ ہوتا ہے مثلاً کوٹلی نجابت۔ کوٹلاں مغلاں۔ سندھی زبان میں "ل" کو "ڑ" میں تبدیل کیا گیا اور اس طرح یہ کوٹڑی کبیر۔ کوٹڑی اللہ رکھیو شاہ۔ مغلن جی کوٹڑی بن گئے ہیں۔

کہاوتیں اور ضرب الامثال

سندھی کے لغوی سرمائے اور لوک ادب سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ سندھی میں سینکڑوں کہاوتیں اور ضرب الامثال سرائیکی سے مستعار لیے گئے تھے جو کہ اب اس زبان و ثقافت کے اہم جزو بن گئے ہیں۔ان میں سے بعض ہو بہو اصل روپ یعنی خالص سرائیکی لہجے میں پورے سندھ میں رائج ہیں اور کچھ بتدریج تراجم کی صورت میں سندھی زبان میں اپنا مقام پا چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں چند مثالیں:

سرائیکی ضرب الامثال	سندھی ترجمہ
باؤلی کتی اندھے گلر جیندی ہے	تکڙي ڪُتي انڌا گلر ڄڻي
بکھا کراڑ تے وہیاں جاچی	کنل واڻيو اڳوڻيون وهيون جاچي

بیٹھ ادہ سونا جھڑا کن تر دڑے	ٻن پوي اهو سون جو ڪن ڇني
جلی سوڑ ھودے اتلے پیر ڈگھیر د	سوڙ آهر پير ڊگهير
جم نہ کی نانی دے مھاندرے	اجا ڄائي ڪانهي ڇٺي نانيءَ مهانڊي
جنج پرائی احمق نچے	پرائي ڌهلين احمق نچي
سگھڑیاں دعائیں پلوتے دی جا	سگھڙي دُعا پٽَ برابر
گوہ کون موت جایا جو ھڑے دا گھر تکمیں	ڳوهه کي ڪٽي ڪٽي ته موچين جا گهر نهاري
ناں وڈاتے دیھ سنجی	نالو وڏو، ڳوٺ سڃو
ناں جڑھیا چور پھاہی چڑھے	نالي چڙهيو چور ڦاسي ڪائي
نان چڑھیا دپاری کھٹکے کھاوے	نالي چڙهيو واپاري ڪٽيو ڪائي

سرائیکی کہاوتیں جو ہو بہو صورت میں مستعمل ہیں

اپنا مال ہے رو سوں بہ کھا سوں بھی

اپنی گھوٹ تے نشا تھیوئی

بے شرمی دے سیرے کنوں سر نھن دا ساگ چو کھا

بلی شیر پڑھایا پھر بلی کوں کھاون آیا

انباں بور کلالاں لاھا

زالاں دھاون مرداں کھاون

سچ مرچاں، کوڑ گز، پیر پنسا مرال گر

دل دے قصے دل ہی جانیں، کی جانیں قاضی

کوڑے کتاباں وہوں بھلا کیھ کھیسی؟

مرسا مرسا پر ڈر بھ نہ چر ساں

مرسوں مرسوں پر سندھ نہ ڈیسوں (۷۵)

سندھی اور سرائیکی زبانوں کے لسانی اشتراک کے سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے سندھی زبان کے اسکالر اشوک کمار کھتری نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبہ پاکستانی زبانیں سے ''سندھی ائیں سرائیکی بولین میں ہکجہڑائیوں'' عنوان پر مقالہ تحریر کیا ہے جس میں سندھی اور سرائیکی زبانوں کے درمیان لسانی اشتراک پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

بلوچی زبان اثرات و روابط

بلوچی زبان کا شمار بھی قدیم زبانوں میں ہوتا ہے۔ یہ بلوچستان کی سب سے زیادہ بولی جانیوالی زبان ہے۔ سندھ میں رہنے والے بلوچ قبائل کی مادری زبان بلوچی ہے۔ گوکہ وہ سندھی زبان بھی روانی کے ساتھ بولتے ہیں۔ خاص طور پر کراچی میں آباد بلوچ لوگ روانی کے ساتھ بلوچی بولتے ہیں۔ جہاں تک سندھی اور بلوچی زبانوں کے لسانی روابط یا اثرات کا تعلق ہے تو سندھ کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کو بھی بلوچوں اور بلوچی زبان سے بے حد محبت تھی جس کا انہوں نے برملا اظہار اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ ''شاہ جو رسالو'' میں سسئی پنہوں کا قصہ شاہ صاحب نے پانچ سروں میں پیش کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو بلوچوں سے کتنی محبت تھی۔ اس ضمن میں بلوچی زبان کے مایہ ناز شاعر، ادیب، مفکر سید ظہور شاہ ہاشمی نے ٹھیک لکھا ہے:

بے کیچءُ بلوچ دست ئَ دلئَ اِنت شاہ جو رسالو
بے شاہ لطیف، سندھڑیء سندھی چو سٹیار (۷۶)

معنی: ''اگر شاہ جو رسالو میں سے کیچ و بلوچ یعنی سُر سسئی کو نکال دیا جائے تو شاہ جو رسالو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائیگا۔''

اس ضمن میں گل محمد گل بلوچ ملیری لکھتے ہیں کہ:

''شاہ صاحب اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ یہاں مختلف قومیں رہتی ہیں اور ان میں دو بڑی قومیں اور دو بڑے مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں۔ ان دونوں مذاہب کو شیر و شکر کرنے کے لیے شاہ صاحب نے صوفیانہ رنگ اختیار کر کے انسانیت کا پیغام دیا۔ دو بڑی ذاتوں یعنی سندھی اور بلوچ جسے عام لفظوں میں بلوچ اور سماٹ کہتے ہیں۔ رشتہ داری ق۔ م سے چلی آرہی ہے۔ ان کی اجنبیت کو ختم کرنے کے لیے اپنے سُر میں بلوچوں کی زبان، نفسیات اور ثقافت کی باریک بینی سے تعریف کی ہے جو شاہ کے سوا اور کوئی معمولی نہیں کر سکتا تھا۔ شاہ صاحب بلوچوں اور سندھیوں کی اسی رشتہ داری کے متعلق فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جو چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ ٹوٹ جائے لیکن جب ایک رشتہ داری مضبوط ہوتی ہے تو اس کو توڑنا خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

چنڻ تان ٻيو ھي سڱ نہ چنڻ جھڙو

ٹوٹنے والی کوئی اور چیز ہے یہ رشتہ تو کبھی نہ ٹوٹنے والا ہے'' (۷۷)

بلوچی زبان پر سندھی کے اثرات کے حوالے سے بھیرومل انگریز اسکالر لانگ ورتھ ڈیمز کی کتاب ''بلوچی زبان کی گرامر اور لغت'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

''بلوچی زبان کی نحوی بناوٹ، پراکرت زبانوں خاص طور پر سندھی زبان کی بناوٹ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔'' (۷۸)

اس ضمن میں سندھی کے بلوچی پر اثرات کے سلسلے میں چند الفاظ بھی دیئے ہیں۔ جیسے :

سندھی	بلوچی	اردو
اٻاسي	اباسی	جمائی دینا
پنڌ	پند	پیدل

دڙڪو	دڑکھو	ڈانٹ
هبڪڻ	ہکنغ	ہچکچانا
اوجاڳو	اوجاغو	جاگنا
پڙلاءُ	پڑلا	آواز
ڌيان	دھیان	توجہ
هڏڪي	ھڈکی	ہچکی
چاڙهي	چاڑہی	سیڑھی
هيڻو	ہینا	کمزور (۷۹)

سندھی اور بلوچی زبانوں کے اشتراکات کے حوالے سے ابھی کوئی کام نہیں ہوا۔ مگر سندھی بلوچی بول چال کے سلسلے میں عبدالخالق خالد نے ایک کتاب گپ ءُ تران (بول چال) لکھی ہے۔ جس کو ۲۰۱۰ء میں بلوچی اکیڈمی کوئٹہ نے شائع کیا ہے۔اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے بلوچی زبان کے اسکالر پروفیسر صباد شتیاری یوں بیان کرتے ہیں:

"سندھی اور بلوچی زبان میں ایک بول چال والی کتاب لکھنے کی (میرے خیال میں) یہ نہ صرف پہلی کوشش ہے بلکہ بڑی کامیاب کوشش ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں ایک زبان کی بنیادی چیزوں کو سیکھنے کے لیے تمام ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے نہ فقط ایک سندھی بولنے والا، بلوچی زبان سیکھ پائے گا مگر ایک بلوچی بولنے والا بھی سندھی زبان کو سیکھ پائے گا۔اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بیشمار لغت (Lexicon) استعمال کی گئی ہے۔"(۸۰)

سندھی بلوچی لسانی روابط کے حوالے سے مزید تحقیق کی ضرورت ہے یہ مختصر جائزہ اس ضمن میں پہلا قدم ہے۔

براہوئی زبان اثرات وروابط

براہوئی زبان کا شمار بلوچستان کی دوسری بڑی بولی جانے والی زبان میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سندھ میں بھی بہت سے براہوئی بولنے والے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمان براہوئی، میر گل خان نصیر اور ملک صالح محمد لہڑی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "براہوئی طائفہ دوسری بلوچوں کی نسبت بہت پہلے ہجرت کر کے ترک وطن کے بعد وہ البرز پہاڑ کے قرب دجوار میں آباد ہوگئے اور برزکوہ کی نسبت سے برزکوہی مشہور ہوئے اور کثرت سے استعمال یہ لفظ بروہی (براہوئی) مشہور ہوا۔"(۸۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے براہوئی بولنے والے قبائل کو بروہی (براہوئی) کہاجانے لگاتب سے اس زبان کو بروہی یابراہوئی کہا جانے لگا۔ براہوئی کا تعلق بھی پاکستان کی قدیم زبانوں میں سے ایک ہے۔ اور اب تک کی تحقیقات کے مطابق براہوئی کا تعلق دراوڑی گروہ کی زبانوں سے ہے۔

سندھی اور براہوئی کے تعلق یاناتے کے ایک دوسرے پر اثرات کا جائزہ لیا جائے تو سندھی زبان کے متعلق کچھ محققین کا خیال یہ ہے کہ سندھی دراوڑی گرہ سے تعلق رکھتی ہے اور براہوئی کا تعلق تو دراوڑی گروہ سے ہی ہے۔

سندھی زبان کے براہوئی زبان پر بہت سے اثرات ملتے ہیں خاص طور پر جو سندھ میں براہوئی زبان بولی جاتی ہے اس پر گہرے اثرات موجود ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی کا کام نمایاں طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی "سندھی اور براہوئی زبان کا تقابلی مطالعہ" ۱۹۹۴ء اور "سندھی۔ براہوی لغت" ۲۰۰۴ء نہایت اہم تصانیف ہیں۔ جو سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدرآباد سندھ نے شائع کی ہیں۔ ان میں سندھی اور براہوئی زبانوں کا تقابل اور ایک دوسرے پر اثرات پر روشنی ڈالی گئی۔

سندھی	براہوئی	اردو
ڦوٽو	پوٹا	الائچی
ڳڙ	گڑ	گڑ
ٻوهاري	بوہاری	جھاڑو
چلم	چلم	حقہ
پڙچ	پڑچ	چٹائی
لٺ	لٹھ	لاٹھی
موچڙو	موچڑی	جوتا
ڍنڍ	ڈنڈ	جھیل
ڏڪار	ڈکال	قحط
موج	موج	مہر
ڳوڻ	گون	بوری
رڍ	رڈھ	بھیڑ
ساڳي	ساگی	جیسی
ونڊ	ونڈ	حصہ
ڳڻتي	گنڑتی	فکر

نوٹ:۔ براہوی زبان کے الفاظ کے حوالے سے ڈاکٹر واحد بخش بزدار صاحب کی معاونت رہی۔

پشتو زبان اثرات ور وابط

پشتو قدیم زبان ہے۔ یہ پختون یا پشتون نامی باشندوں کی زبان ہے۔ اس زبان پر یہ نام کیسے پڑا اس سلسلے میں انوار الحق لکھتے ہیں:

"جہاں تک زبان کے نام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سے اس کے بولنے والے پشتون کہلائے، تب ہی سے ان کی بولی بھی پشتو کہلاتی ہوگی۔"(۸۲)

یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے پانچویں قبل مسیح میں "پے کئی ٹی" نامی ایک قوم کا ذکر کیا تھا۔ یہی وہ پے کئی ٹی یا پشتون ہیں جن کی زبان کو پشتو پکارتے ہیں۔(۸۳)

سندھی اور پشتو کے لسانی روابط یا ان دونوں زبانوں کے ایک دوسرے پر اثرات کا اگر جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ سندھی اور پشتو زبانوں کے مابین لسانی روابط ہیں پشتو زبان کے معروف اسکالر ڈاکٹر خالد خان خٹک نے "سندھی، پشتو، اردو کے لسانی روابط" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی، جام شورو کے شعبہ اُردو سے ۱۹۷۸ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جو حال ہی میں پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی سے شائع ہوا ہے، جس میں ڈاکٹر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سندھی، پشتو اور اُردو قدیم زبانیں ہیں اور ان کے آپس میں گہرے، تاریخی، سماجی، تہذیبی اور لسانی روابط ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"سندھی، پشتو اور اُردو تینوں کا رشتہ بہت قدیم ہے۔ تینوں ایک ہی ماں سے پیدا ہوئیں اور مختلف علاقوں میں آکر ان کے خدوخال میں فرق آتا گیا۔ بعد میں تینوں زبانوں پر ایک ہی قسم کے اثرات پڑے۔ جن سے یہ برابر متاثر ہوتی رہیں۔"(۸۴)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

"بنیادی طور پر تینوں زبانیں بولنے والے ایک ہی تہذیب و تمدن کی لڑی میں پروے ہیں۔ تاہم تینوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ جن سے ان کی پہچان کی جاسکتی ہے۔"(۸۵)

جہاں تک سندھی زبان پر پشتو زبان کے اثرات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں

بھیرو مل مہرچند آڈوانی اپنی تصنیف "سندھی بولی جی تاریخ" میں ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرمپ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ترجمہ:

"ڈاکٹر ٹرمپ جس نے سندھی زبان کا نہایت عمدہ گرامر لکھا، اسی نے پشتو زبان کا گرامر بھی لکھا ہے۔ اس گرامر کی ابتدا میں اس صاحب نے لکھا ہے کہ جو خالص پشتو الفاظ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے پڑوسی پراکرت زبانوں خاص طور پر سندھی کچھ قدر پنجابی سے لیے ہیں۔ اس کے علاوہ پشتو زبان کے اسماء کے گردانوں اور افعال کے گردانوں کی ترتیب سندھی نمونوں سے بہت قریبی مشابہت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ پشتو میں جو متعدی معروف اور بالواسطہ افعال، زمان ماضی میں استعمال ہوتے ہیں، ان کی تمام بناوٹ (Structure) سندھی طرز پر ہے۔ یہ بالکل اہم باتیں ہیں جو سندھی کا پشتو زبان پر گہرے اور زیادہ اثرات کو ثابت کرتے ہیں۔"(۸۶)

بھیرو مل نے سندھی کے پشتو زبان پر اثرات کے حوالے سے کچھ الفاظ بھی دیئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

سندھی	پشتو	اردو
اگڻ	انگن	آنگن
ٽوک	ٹوکہ	طنز
گنڈ	گنڑل	گننا
ڀنگ	بنگ	بھانگ
ڏکار	دکال	قحط
منگهڻ	منگنڑ	کھٹل

ذک	تق	مارنا
کٹ	کت	چارپائی
هڏ	ہڈ	ہڈی (۸۷)

ڈاکٹر حنیف خلیل، پشتو اور سندھی کے تعلق کے سلسلے میں ''پشتو زبان وادب کی تاریخ'' میں لکھتے ہیں:

''سندھ میں نہ صرف آج کل بڑی آبادی پشتونوں کی موجود ہے بلکہ ایک زمانے میں پشتون سندھ میں جاگیردار اور حکمران بھی رہے ہیں۔ اس وجہ سے سندھی کے ساتھ پشتو کا لسانی لین دین رہا ہے۔ کچھ اشتراکات مندرجہ ذیل ہیں:

پشتو	سندھی
سہ حال دے	چھا حال آہے
جوڑ تکڑہ	جوڑ تکڑو
ستانوم سہ دے	تنھنجو نالو چھا آہے (۸۸)

حنیف خلیل کی بات درست ہے کہ سندھی میں پشتونوں کی بڑی آبادی روزگار کی وجہ سے آباد ہے۔ مگر یہ کہنا کہ سندھی میں پشتون جاگیردار اور حکمران رہے ہیں۔ اس سے یہ اختلاف کیا جاسکتا ہے کیونکہ پشتونوں نے کبھی بھی پورے سندھ پر حکومت نہیں کی۔ ہاں نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے سندھ پر حملے کیے اور سندھ کا سکھر اور شکارپور کا حصہ افغانستان کے زیر تسلط رہا۔ پورا سندھ کبھی بھی پشتون کے قبضے میں نہیں رہا۔

سندھی اور پشتو کے صرف و نحو کا ڈھانچا ایک ہے۔ الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ مشترک ہے۔ اس ضمن میں ''ہفت زبانی لغت'' جو مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۷۴ء میں شائع کی۔ یہ سندھی پشتو کے الفاظ کے لئے رہنما لغت ہے۔ اس طرح ''نو زبانی لغت'' بھی مرکزی اردو

بورڈ لاہور کی جانب سے شائع ہوئی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے ساتھ پریشان خٹک اور حاجی پردل خٹک کی مرتب کردہ ''اٹوٹ لسانی رابطہ'' بھی اس ضمن میں اہم لغت ہے۔

پنجابی زبان اثرات ور وابط

پاکستان کے صوبہ پنجاب کی زبان کو پنجابی کہا جاتا ہے۔ پنجابی بھی بہت قدیم زبان ہے۔ تاہم اس کو یہ نام بہت بعد میں دیا گیا۔ پنجابی کا یہ نام پانچ دریاؤں جہلم، چناب، راوی، ستلج اور بیاس کی وجہ سے پڑا ہے۔ پنجاب فارسی کے دو الفاظ (پنج+آب) کا مرکب ہے۔ فارسی کے اس لفظ ''پنجاب'' کی وضاحت اکرام علی ملک یوں کرتے ہیں:

> ''پنجاب ایک فارسی اصطلاح ہے اور اس کے لغوی معنی پانچ پانی یعنی پانچ دریاؤں سے سیراب ہونے والی سرزمین ہے۔ قدیم زمانے میں بھی یہ خطہ اپنے دریاؤں کی وجہ سے ہی منسوب و مشہور تھا۔ اس اعتبار سے سب سے پہلے اس کا ذکر یجر (Yajur) وید میں ملتا ہے رگ وید میں اس کے لیے دو اصطلاحات ''سپتا سندھو (Sapta Sindhu) ''یعنی دریائے سندھ اور اس کی چھ شاخوں کی سرزمین اور پنج جنا (Panj janna) یعنی پانچ اقوام (قبیلوں) کی سرزمین استعمال کی گئی ہیں۔ مہابھارت اور رامائن میں اس خطے کے لیے پنج ندا (Panj Nada) یعنی پانچ ندیوں کی اصطلاح ملتی ہے۔ چنانچہ پنجاب کا لفظ در حقیقت اسی اصطلاح کا فارسی ترجمہ ہے۔''[۸۹]

پنجابی کا لفظ بطور زبان پہلی مرتبہ حافظ برخوردار نے اپنی کتاب ''مفتاح الفقہ'' ۱۸۸۰ھ میں استعمال کیا۔ جیسے:

حضرت نعمان دا فرمایا اس وچ اُہ مسائل
ترت پنجابی آکھ سنا دیں جے کو ہووے مائل[۹۰]

جہاں تک سندھی اور پنجابی زبان میں لسانی ہم آہنگی کا سوال ہے تو دونوں زبانوں میں لسانی حوالے سے کافی حد تک ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی سبب وادی سندھ کی قدیم تہذیب ہے۔ جہاں ان دونوں زبانوں نے ارتقائی مراحل طے کیے۔ اس ضمن میں عین الحق فرید کوٹی کی تصنیف ''اردو زبان کی قدیم تاریخ'' بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے علاوہ پنجابی اور سندھی کے درمیان لسانی ہم آہنگی پر جمیل احمد پال نے ایم فل کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''سندھی تے پنجابی زباناں وچ لسانی سانجھ'' پنجابی میں لکھا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو دونوں زبانوں کا لسانی گروہ ایک ہے یعنی دونوں ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ دونوں زبانوں پر قدیم زبانوں جیسے منڈاری، دراوڑی، آریائی، یونانی، ترکی، فارسی، عربی وغیرہ زبانوں کے یکساں گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ دونوں زبانوں کا صرف و نحوی ڈھانچہ ایک جیسا ہے۔ سب سے نمایاں بات کہ دونوں میں بیشمار الفاظ باہم مشترک پائے جاتے ہیں۔

ذیل میں چند مشترک الفاظ ملاحظہ کیجئے:

سندھی	پنجابی	اردو
کنڊ	کھنڈ	چینی
ڪڻڪ	کنک	گندم
لسي	لسی	لسی
چنڊ	چن	چاند
طوفان	طوفان	طوفان
پيءُ	پیو	باپ
ڀيڻ	پینڑ	بہن
پُٽ	پتر	بیٹا
نُهن	نونہہ	بہو

مٿو	متھا	سر
ليکڪ	لکھاری	مصنف
سيارو	سیالا	سردی
مڇي	مچھی	مچھلی
ڪڪڙ	ککڑ	مرغی
ٿوم	تھوم	لہسن

اس کے علاوہ بہت سے اصطلاحات، ضرب الامثال، نحوی و صرفی اشتراکات دونوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ سندھی زبان کی ساخت میں قدیم، اُن کے ہمسایہ اور حاکمانہ زبانوں نے بہت گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان اثرات کی وجہ سے پاکستان کی دیگر زبانوں اور سندھی زبان کے آپس میں گہرے لسانی روابط پائے جاتے ہیں۔

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، زبان اور ثقافت، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص ص۔۷۷۔۷۸

۲۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۹۹۲ء ص:۳۶

۳۔ فرید کوٹی، عین الحق،، اردو زبان کی قدیم تاریخ، طبع دوم، لاہور، اورینٹ ریسرچ سنٹر، ۱۹۷۹ء، ص:۹۶

۴۔ ایضاً: ص:۹۸

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً: ص ص:۱۰۴تا۱۰۸

۷۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ص ص:۵۱۔۵۳

۸۔ بھیرو مل مہرچند، آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، سندھ، طبع ششم، ۲۰۰۴ء، ص:۱۲

۹۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ص:۴۴

۱۰۔ سجاد حیدر، پروفیسر، ڈاکٹر، سرائیکی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۱ء، ص:۱۰

۱۱۔ زور، سید محی الدین قادری ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، لاہور، مکتبہ معین لادب، طبع دوم، ۱۹۵۰ء، ص:۷۸

۱۲۔ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، ص:۱۳۴

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۱۸

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۳۲

۱۶۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ص ص: ۵۵۔۶۰

۱۷۔ ایضاً، ص: ۶۴

۱۸۔ ایضاً، ص ص: ۶۵۔۶۷

۱۹۔ زور سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، ایضاً، ص: ۵۷

۲۰۔ ایضاً، ص: ۵۸

۲۱۔ ایضاً، ص: ۵۴

۲۲۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص: ۶۸۔

۲۳۔ ایضاً، ص ص: ۶۹۔۷۰

۲۴۔ ایضاً، ص۔ ۷۲

۲۵۔ فرید کوٹی، عین الحق، مقالہ، ''پنجابی زبان کا پس منظر''، مشمولہ، پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرتبہ: انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۹

۲۶۔ ایضاً، ص۔ ۳۴

۲۷۔ الانا، خواجہ غلام علی، سندھی صور تخطی (سندھی) حیدرآباد، سندھی زبان پبلی کیشن، طبع سوم، ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۴

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً، ص ص۔ ۱۰۵۔۱۰۶

۳۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص: ۷۲

۳۱۔ ایضاً، ص۔ ۷۳

۳۲۔ ایضاً، ص۔ ۷۴

۳۳۔ ایضاً، ص۔ ۵۷

۳۴۔ ایضاً، ص۔ ۷۶

۳۵۔ ایضاً، ص ص۔ ۷۷۔۸۱

۳۶۔ ایضاً، ص ص۔ ۸۲۔۸۳

۳۷۔ ایضاً، ص ص۔ ۸۴۔۸۵
۳۸۔ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، اردو کی تشکیل میں فارسی کا حصہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص۔ ۱
۳۹۔ ایضاً، ص۔ ۲
۴۰۔ ایضاً، ص۔ ۴
۴۱۔ مرتی، محمد کیو، مقالہ: "اردو پر فارسی زبان کے اثرات"، مشمولہ پاکستان کی قومی اور علاقائی زبانوں پر فارسی کا اثر (مرتبہ: سید غیور حسین)، پشاور، خانۂ فرہنگ جمہوریہ اسلامی ایران، ۲۰۰۵ء، ص۔ ۶۲
۴۲۔ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، ایضاً، ص۔ ۴
۴۳۔ ایضاً، ص۔ ۵
۴۴۔ ایضاً، ص۔ ۶
۴۵۔ شوق، نواز علی، ڈاکٹر، مقالہ: "فارسی زبان کے سندھی زبان و ادب پر اثرات"، مشمولہ، ایضاً، ص ص۔ ۲۲۸۔۲۲۹
۴۶۔ ایضاً
۴۷۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص: ۸۵
۴۸۔ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، ایضاً، ص ص۔ ۲۴۔۲۷
۴۹۔ ایضاً، ص ص۔ ۱۷۸۔۱۸۸
۵۰۔ عابدہ حنیف، مقالہ: "ترکی اردو کے مشترک الفاظ کا جائزہ"، مشمولہ اردو ترکی لغت، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴ء
۵۱۔ ایضاً
۵۲۔ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، ایضاً، ص: ۲۴۹
۵۳۔ ایضاً
۵۴۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص: ۸۹
۵۵۔ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، ایضاً، ص: ۲۷۴

۵۶۔ ایضاً، ص: ۲۷۵
۵۷۔ عابدہ حنیف، مقالہ: ''ترکی اردو کے مشترک الفاظ، ایضاً
۵۸۔ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، ایضاً، ص: ۲۸۸
۵۹۔ ایضاً، ص: ۲۸۹
۶۰۔ ایضاً، ص: ۲۹۰
۶۱۔ ایضاً، ص: ۲۹۱
۶۲۔ ایضاً، ص ص: ۲۹۲۔۲۹۴
۶۳۔ ایضاً، ص: ۲۹۵
۶۴۔ ایضاً، ص: ۲۹۶۔۲۹۸
۶۵۔ بھیرومل مہرچند، آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، ایضاً، ص۔ ۱
۶۶۔ ایضاً، ص: ۲۱۶
۶۷۔ براہوئی، عبدالرحمان، ڈاکٹر، انگریزی پر اردو کا اثر، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء، ص۔ ۱۱
۶۸۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً۔ ص: ۹۰
۶۹۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مقالہ: ''اردو زبان کی ترقی کا پس منظر'' مشمولہ: اردو جدید تقاضے، نئی جہتیں، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۶، ص۔ ۱۷
۷۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، ایضاً، ص: ۹۱
۷۱۔ ایضاً
۷۲۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، زبان اور ثقافت، ایضاً، ص ص: ۱۰۲۔۱۰۶
۷۳۔ ایضاً، ص۔ ۱۰۷
۷۴۔ ایضاً، ص۔ ۱۰۸۔۱۱۰
۷۵۔ ایضاً، ص۔ ۱۱۱۔۱۱۹
۷۶۔ گل محمد گل، بلوچ ملیری، مضمون: ''بلوچ و بلوچی اور شاہ''، مشمولہ برگِ گل (شاہ لطیف بھٹائی نمبر)، کراچی، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، ۱۹۹۴ء، ص۔ ۲۴۱

۷۷۔ ایضاً
۷۸۔ بھیرو مل، مہر چند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، ص۔ ۳۵۱
۷۹۔ ایضاً، ص۔ ۳۵۲
۸۰۔ صباد شتیاری، پروفیسر، ''پیش لفظ''، کتاب: گپ ءُ تران، مصنف، عبدالخالق خالد، کوئٹہ، بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۰ء، ص۔ ۹
۸۱۔ عبدالرحمان براہوئی، ڈاکٹر، براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۸۲ء، ص۔ ۴۴
۸۲۔ انوارالحق سید مقالہ: ''پشتو زبان'' مشمولہ، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیرھویں جلد، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص۔ ۱۹
۸۳۔ سندھی، غلام حیدر، ڈاکٹر، پاکستان کا لسانی جغرافیہ، اسلام آباد، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان اسٹڈیز، قائد اعظم یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص۔ ۹۷
۸۴۔ خٹک، خالد خان، ڈاکٹر، سندھی، پشتو، اردو کے لسانی روابط، پشاور، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء، ص۔ ۴۴۳
۸۵۔ ایضاً، ص۔
۸۶۔ بھیرو مل، مہر چند آڈوانی، '' سندھی بولی جی تاریخ''، ص۔ ۳۵۲
۸۷۔ ایضاً
۸۸۔ حنیف خلیل، پشتو زبان و ادب کی تاریخ (ایک خاکہ)، پشاور، یونیورسٹی بکس پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص۔ ۳۲
۸۹۔ ملک، اکرام علی، تاریخ پنجاب، جلد اول (قدیم زمانہ تا ۱۸۵۷ء)، لاہور، سلمان مطبوعات، جون ۱۹۹۰ء، ص۔ ۱
۹۰۔ اعوان، انور بیگ، دھنی ادب و ثقافت، چکوال، بزم ثقافت، ۱۹۶۸ء، ص۔ ۱۷۹

❖......❖......❖

باب۔ ۵

سندھی زبان پر تحقیق

سندھی ایک قدیم زبان ہے۔ موہن جو دڑو کی کھدائی سے جو کتبے ملے ہیں وہ اس کی قدامت اور عظمت کے شواہد ہیں۔ جہاں تک سندھی زبان پر تحقیق کا سوال ہے، اس ضمن میں ڈاکٹر غلام علی الانا کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ:

"برصغیر میں سندھی زبان کا مقام اور شمار ان زبانوں میں ہوتا ہے جن پر علم اللسان یا لسانیات کے فن اور اصولوں کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ تحقیق ہوئی ہے۔ یہ زبان ان زبانوں میں سے ایک ہے جن کے آثار اور علامات ق م کے دور میں ثابت ہو چکے ہیں۔ یہ وہ زبان ہے جس کے کچھ آثار موہن جو دڑو کی تہذیب میں محسوس اور معلوم کئے جا چکے ہیں۔ لسانیات کی روشنی میں سندھی زبان، سندھی صوتیات، سندھی لغت، سندھی گرامر، علم مقامی، سندھی رسم الخط، علم صرف اور علم نحو پر اس وقت تک جو بھی تحقیق ہوئی ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر اس پر کچھ لکھا جائے یا اس پر تبصرہ کیا جائے تو کم سے کم دو تین جلدوں پر مشتمل کتاب تیار ہو جائے، میری ناقص رائے کے مطابق پاکستانی زبانوں میں کسی بھی زبان پر ابھی تک اس قدر کام نہیں ہوا جتنا سندھی زبان پر ہوا ہے۔" (۱)

سندھی زبان پر ابتدائی زمانے سے لے کر دورِ فرنگی تک جو تحقیق ہوئی ہے، اس کا مختصر سا جائزہ ڈاکٹر غلام علی الانا کے مقالے ـــــ "سندھی صوتیات، لسانیات، گرامر اور لغت پر ہونے والی تحقیق" سے لیتے ہیں۔

بطور ریکارڈ تحریری طور پر سندھ میں عرب حکومت کے ابتدائی زمانے سے لے کر

کافی مواد ملتا ہے۔ عرب سیاحوں نے جہاں سندھ کی تہذیب و تمدن، جغرافیہ، تاریخ، کاروبار اور شہروں و دیہاتوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے سندھی زبان کی وسعت، حیثیت اور اہمیت وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی ہے، اس سلسلے میں جاحظ، اصطخری، مسعودی، بشاری مقدسی، ابن ندیم اور البیرونی کے حوالے قابل ذکر ہیں، جاحظ ۸۶۴ء میں لکھتا ہے:

> سندھ (ہند) کے لوگوں کو ہم نے نجوم اور حساب میں کافی آگے دیکھا ان کا ایک خاص سندھی (ہندی) خط ہے"

اصطخری (۹۵۱ء) لکھتا ہے:

> "منصورہ، ملتان اور ان کے مضافات کے لوگوں کی زبان سندھی اور عربی ہے"۔

اسی طرح مسعودی (۹۵۷ء) لکھتا ہے:

> "سندھ کی زبان ہندوستان کی زبانوں سے مختلف ہے، سندھ اسلامی ملکوں سے قریب تر ہے مہانگر یعنی ولبھ رائے کی سلطنت کے دارالحکومت کی زبان "کھڑی" ہے۔ یہ زبان ثقیل ہے ساحل سمندر، جیمور، سوپارہ اور تھانہ وغیرہ جیسے ساحلی شہروں کی زبان "لاڑی" ہے"۔

بشاری مقدسی (تصنیف ۹۵۸ء) لکھتا ہے:

> "دیبل ایک ساحلی شہر ہے اس سے ایک سو دیہات ملے ہوئے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے زیادہ تر ہندو ہیں۔ سمندر میں جب طغیانی آتی ہے تو پانی شہر کی دیواروں کے ساتھ آکر لگتا ہے یہاں کے باشندے تجارت کرتے ہیں۔ سندھی اور عربی زبانیں بولتے ہیں"۔

ابن ندیم (۹۹۵ء) کی رائے ہے:

''سندھ کے لوگوں کی زبانیں اور مذہب تقریباً باہم مختلف ہیں اور رسم الخط متعدد ہیں۔ ان کے تقریباً دو سو رسم الخط ہیں۔ سندھ کے لوگوں میں نو رسم الخط رائج ہیں''۔

البیرونی بیان کرتا ہے:

''جنوبی سندھ میں کھاڑی والے خطہ تک 'مالوشاؤ' نام کا جو رسم الط رائج ہے اسے 'مالواڑی' کہا جاتا ہے۔ بھمنوا (المنصورہ) میں 'سندھو' رسم الخط رائج ہے۔ لاڑ کے علاقہ میں 'لاڑی' خط رائج ہی۔ بھاٹیا اور سندھ کے کچھ دوسرے حصوں میں اردناگری رسم الخط میں لکھا جاتا ہے''۔

عرب سیاحوں کے سفر نامے نہ فقط سندھ کی ثقافت، تجارت، علم و ادب اور دوسرے امور کا ثبوت تحریری طور پر پیش کرتے ہیں بلکہ ان سفر ناموں سے سندھی زبان اور اس سے متعلق رسم الخطوں کے نمونوں کے متعلق بھی پتہ چلتا ہے۔ ان سفر ناموں سے اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ سندھ میں اسلام کی آمد سے قبل سندھی زبان نہ صرف بولی جاتی تھی بلکہ اِسے لکھنے کے لیے مختلف رسم الخط اختیار کیے جاتے رہے۔ عرب سیاحوں کے بعد چودھویں صدی عیسوی تک سومروں کے آخری اور سموں کے ابتدائی دور میں ہمیں سندھی زبان کے مقامی رسم الخط، سندھی نصاب، بولی اور اس کی آوازوں کے بارے میں کافی معلومات پیر صدرالدین کے مروج کئے ہوئے ''چالیھ اکھری'' (چالیس حرفی) کے علاوہ نو مسلم اسماعیلیوں کے مقرر کردہ نصاب، باڑبودھ، دو حرفی، سہ حرفی، چار حرفی اور اعداد و شمار سے ملتی ہے۔ مقامی رسم الخط کے طرح طرح کے یہ نمونے کافی توجہ طلب ہیں۔ ان پر لسانیات کے لحاظ سے کبھی کوئی تحقیق نہیں ہوئی ہے۔ بقول ڈاکٹر غلام علی الانا:

''یہاں یہ نکتہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ برصغیر میں ٹکش شلا والے خطے میں ۴۰۰ ق۔م تک سب سے پہلے اس خطے کی مقامی بولی کی صوتیات پر

پنڈت پانینی نے کام کیا تھا۔ پنڈت پانینی نے اس بولی کی آوازوں اور ان کے مخرجوں کی بناوٹ اور ترتیب کو صوتیاتی نظام کے مطابق بیان کیا اور مرکب آوازوں اور سندھی وغیرہ کے سلسلے میں مواد پیش کر کے نہ صرف برصغیر میں بلکہ پوری دنیا میں سب سے پہلے "علم صوتیات" کی بنیاد رکھی۔ پانینی کی سدھاری اور سنواری ہوئی بھاشا کو سندھی تو نہیں کہا جاسکتا لیکن اس دعوے میں بھی کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ سندھی زبان کی صوتیات اور صوتیاتی نظام پر برصغیر میں سب سے پہلے جس بزرگ نے کام کیا، سندھی زبان کی آوازوں اوران کے مخارج کو سامنے رکھ کر سندھی آوازوں کو ان کے مخرج وار تقسیم کیا اور اس طرح سندھی حروف تہجی یعنی چالیس حروف والی تختی صوتیات کے علم کے اصولوں کے مطابق مرتب کی اوراس کو یاد کرنے میں آسانی پیدا کی وہ پیر صدرالدین (۱۲۹۰ء۔ ۱۴۱۰ء) ہیں۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ پیر صدرالدین نے سنسکرت والی تختی کی بناوٹ سے مدد لی ہو۔"(۲)

سندھی آوازوں کے مخارج کے مطابق پیر صدرالدین کی مرتب کردہ تختی کی ترتیب کو الانا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

نرم تالو والی آوازیں	ڪ ک ڳ گ گھ ڱ
سخت تالو والی آوازیں	چ ڇ ڄ ج جھ ڃ
موردھنی (تالو) والی آوازیں	ٽ ٺ ڏ ڊ ڍ ڻ
دانتوں والی آوازیں	ت ٿ د ڌ ن
ہونٹوں والی آوازیں	پ ڦ ٻ ب ڀ م
گھکیدار آوازیں	و س ش ھ
نیم سُر، پھرکی والی اور رواں آوازیں	ي ر ل ڙ
مرکب آوازیں	د ر ترڪش

سُر (داول)   آ آ اِ اي اُ او آي اِي او آو

اس ترتیب کو نہ صرف، خواجکا سندھی حروف یا چالیس حرفی تک محدود سمجھنے کی ضرورت ہے بلکہ وانکا، خداوادی تختی، ساکھرو، بھاٹیا، ٹھٹائی اور میمنی تختی کے علاوہ دوسری تختیاں بھی اسی ترتیب کے مطابق سکھائی جاتی رہی ہیں کیونکہ ایک تو یہ ترتیب سنسکرت والی تختی کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے، دوسرے اس ترتیب کے مطابق آوازوں، ان کی بناوٹ اور ان کے لئے مناسب حروف کو یاد کرنے میں بہت آسانی محسوس ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سندھی آوازوں اور مخارج کی پہچان سندھ میں پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے۔"(۳)

سندھ میں عرب دور کی ابتدا ہی سے عربی زبان، مسلم تہذیب و تمدن اور معاشرہ کا اثر سندھ کے رہن سہن، لباس، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، مذہبی اصولوں، آخری رسوم اور روز مرہ زندگی پر نمایاں طور سے نظر آتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کی معاشرتی زندگی پر مسلم تہذیب اثر انداز ہوتی گئی چنانچہ بولنے کے ساتھ ساتھ لکھنے میں بھی بعض حلقوں میں علماء، فضلا اور ماہرین نے عربی رسم الخط اختیار کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں عربی الفاظ سندھی زبان میں شامل ہوگئے۔ یہ اثر بعد میں بھی جاری رہا۔ سومروں اور سموں کے دور میں اور آگے چل کر ارغونوں اور ترخانوں کے دور میں لکھے ہوئے قلمی نسخوں میں دیہات، بستیوں، ندیوں، دریاؤں، جھیلوں، ذاتوں، قوموں اور قبیلوں کے نام عربی رسم الخط میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ "بیان العارفین" میں شاہ کریم کا کلام، اسی طرح شاہ لطف اللہ قادری کا کلام، مخدوم نوح کا کلام اور میین وتیین کے بیت عربی رسم الخط میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام علی الانا لکھتے ہیں کہ :

"عربی رسم الخط کا رواج سندھ میں عربوں کی آمد کے بعد شروع ہوگیا تھا

البتہ سندھی الفاظ کے لئے کوئی مقررہ صورت خطی (حروف تہجی) نہیں تھی اور خالص سندھی آوازوں کے لئے مناسب حروف مقرر نہیں ہوئے تھے۔ مغلوں کے زمانے میں سندھ کے عالم، مخدوم ابوالحسن نے سندھی زبان کی لسانیات اور صوتیات کی طرف دھیان دے کر نہ صرف سندھی زبان کے لئے حروف تہجی متعین کئے بلکہ خاص سندھی آوازوں کے لئے عربی حروف کی بنیاد پر نقطوں وغیرہ میں اضافہ کر کے نئی صورتیں اور نئے حروف مقرر کئے۔ گویا وہ پہلے سندھی عالم تھے جنہوں نے سندھی صوتیات کی طرف دھیان دیا۔ مخدوم ابوالحسن نے ''مقدمۃ الصلوٰت'' یا ''ابوالحسن کی سندھی'' نامی کتاب ۱۷۰۰ء میں مکمل کی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سندھی صوتیات اور سندھی حروف تہجی کے بارے میں ۱۷۰۰ء سے کافی پہلے سوچا ہوگا، ان پر کام کیا ہوگا، ان کو آخری شکل دی ہوگی اور مطمئن ہونے کے بعد خالص سندھی آوازوں کے لئے حروف مقرر کر کے اپنی کتاب لکھی ہوگی۔ بہرحال اس کامیابی کا سہرا اور سندھی صوتیات پر سب سے پہلے کام کرنے کا سہرا مخدوم ابوالحسن کے سر ہی ہے۔''[۴]

کلہوڑوں اور تالپوروں کے دور میں مدارس کے نصاب کے مطالعہ سے سندھی زبان، اس کی صوتیات، اس کی صرف ونحو، علم معانی اور علم عروض کے بارے میں کافی معلومات ملتی ہیں۔ سندھی صوتیات کے سلسلے میں اس دور میں سندھی زبان کی آوازوں، آوازوں کے میل، مرکب آوازوں اور دیگر اقسام کی آوازوں کے علاوہ مفرد الفاظ، مرکب الفاظ، پہیلیوں، کہاوتوں، اصطلاحوں، مشتق، مصدر اور لغت کے بارے میں مطالعہ ضرور کرایا جاتا ہوگا۔ بقول ڈاکٹر غلام علی الانا :

''اس شعبہ میں سب سے پہلے، سب سے زیادہ کام انگریزوں کے دور میں ہوا جبکہ آزادی کے بعد، خصوصاً ون یونٹ کے زمانے میں جدید لسانیات کے

اصولوں اور علم کے مطابق سندھ اور ہند میں سندھی زبان، سندھی صوتیات، سندھی لغت اور سندھی گرامر پر جو بھی تحقیق ہوئی اس میں غیر ملکی ماہرین کا بھی حصہ ہے۔"(۵)

اس سلسلے میں ڈاکٹر ہدایت پریم یوں رقم طراز ہیں:

"انگریزوں کے دور میں شروعات ہی سے سندھی لسانیات پر دھیان دیا گیا اور اس سلسلے میں بیشمار اور بے مثال کتابیں لکھی اور شائع کی گئیں۔ انگریزوں نے ۱۸۴۳ء میں سندھ کو فتح کر کے برطانوی دور کا آغاز کیا۔ انگریزوں نے آتے ہی سندھی زبان کو یہاں کی سرکاری، دفتری اور تعلیمی زبان کا درجہ دیا اور انہیں کی کاوشوں سے سندھی زبان کا معیاری رسم الخط ۱۸۵۳ء میں بنا، جو اب تک سندھ میں مروج ہے۔ انگریز عالموں کا سندھی زبان سے دلچسپی کے آثار اس سے پہلے بھی ملتے ہیں پرنسیپ صاحب سن ۱۸۳۵ء میں اور راموس ۱۸۳۶ء میں اور واتھن نے بھی ۱۸۳۶ء میں سندھی گرامر لکھے۔ اگرچہ یہ کاوشیں نامکمل اور ادھوری ہی سہی مگر پرانی اور ابتدائی تھیں مگر چونکہ یہ ابتدائی کوششیں تھیں اس لیے یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔"(۶)

سندھی زبان اور مستشرقین

انگریز دور کے بعد زیادہ تر سندھی زبان پر تحقیق مغربی محققین یعنی مستشرقین نے کی ہے۔ مستشرقین کے حوالے سے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"مشرقی ادبیات، زبانوں، فنون لطیفہ اور تاریخ و تہذیب کے سلسلے میں علمی، تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے والے غیر مشرقی عالم کو مستشرق یا مشرق شناس کہتے ہیں۔"(۷)

یورپی علما نے اکثر اوقات، سیاسی مقاصد کے تحت اور بعض اوقات اپنے ادبی ولسانی شغف کی بنا پر ادبیات والسنۂ مشرق سے اعتنا کیا ہے۔ ذیل میں ان اہم اور معروف مستشرقین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے سندھی زبان کے حوالے سے اپنی تحقیق کا کام سرانجام دیا ہے:

کیپٹن جارج اسٹیک (Captain George Stack)

کیپٹن جارج اسٹیک کا شمار ان لوگوں میں ہوگا، جنہوں نے کسی بھی سندھی النسل ادیب اور عالم سے زیادہ سندھی زبان وادب پر توجہ دی تھی۔ وہ حیدرآباد کے ڈپٹی کلکٹر متعین ہوئے اور سندھ میں آنے سے قبل ہی سنسکرت، ہندی، فارسی اور اردو سے دلچسپی رکھتے تھے، چنانچہ محض چند برسوں میں سندھی بولی سے نہ صرف دلچسپی پیدا کر لی بلکہ اس میں اس حد تک مشق بہم پہنچائی کہ سندھی بولی کے لسانی قواعد وضوابط ترتیب دے ڈالے۔ یہ یقیناً نہایت اہم کارنامہ تھا کہ جارج اسٹیک نے جدید رسم الخط کی منظوری ۱۸۵۳ء سے چھ سال قبل یعنی مارچ ۱۸۴۷ء میں سندھی زبان کی باقاعدہ گرامر مرتب کر ڈالی تھی، جو ۱۸۴۹ء میں حکومت کی ایما پر بمبئی سے اشاعت پذیر ہوئی، سندھی زبان کے جدید رسم الخط کے سلسلے میں کیپٹن جارج اسٹیک نے عربی فارسی رسم الخط کی مخالفت کی تھی کہ وہ دیوناگری کو سندھی زبان کے لیے زیادہ موزوں گردانتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے کمشنر سندھ سر بارٹل فریئر کو بھی دیوناگری رسم الخط اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن ورنیکولر کمیٹی کی قائم کردہ رسم الخط کمیٹی نے سندھی زبان کی بعض مخصوص صوتیات کی لیے چند مخصوص علامتیں تشکیل دے کر اپنا فیصلہ عربی فارسی رسم الخط کے حق میں دیا تھا، چنانچہ دیوناگری رسم الخط کی تجویز زیادہ مقبول نہ ہو سکی تھی۔ جارج اسٹیک نے اپنی مرتب کردہ گرائمر کے لیے بھی گرمکھی ہی کو استعمال کیا تھا اور مخصوص سندھی صوتیات کے لیے دیوناگری رسم الخط میں بھی اضافے کیے اور اپنے اختیار کردہ رسم الخط کو، ہندوستانی یا خدا آبادی رسم الخط کہتا تھا، اس نے عربی اور فارسی کے ہم آواز لفظوں کے لیے صرف ایک حرف کو اختیار کیا تھا مثلاً ق، ک، کھ کے لیے صرف کاف (ک) کا لفظ، ض۔ ز۔ ظ اور ج کے لیے جیم (ج) س، ث، ص کے لیے صرف سین (س)

وغیرہ۔اس سلسلے میں جارج اسٹیک کی یہ بھی دلیل تھی کہ:

"دیوناگری رسم الخط عربوں کی آمد سے پہلے سندھ میں رائج تھااور اب بھی سندھ کے ہندوئوں کے علاوہ گجرات اور کچھ میں بھی مستعمل ہے اس لئے اسے جلد مقبولیت حاصل ہو جائے گی۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ دیوناگری رسم الخط اختیار کر کے سندھی ہندی النسل دوسری بولیوں سے قریب ہو کر بھی منفرد رہے گی کیونکہ اس کا ضمائر کا استعمال اور فعل کا جملے کے آخر میں آنا مشترکہ خصائص ہیں، حرف جار کے استعمال وغیرہ کے قواعد دوسری سندھی النسل زبانوں سے مختلف ہیں اور یہ فرق وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گا۔"(۸)

جارج اسٹیک کے مزید کارناموں کا ذکر سید مظہر جمیل نے یوں کیا ہے:

"جارج اسٹیک نے اپنی مرتب کردہ گرائمر کے آخر میں پانچ لوک کہانیاں بھی شامل کی ہیں۔ ان کا دوسرا اہم کارنامہ "انگریزی۔سندھی ڈکشنری" کی ترتیب ہے۔ یہ ڈکشنری ۱۸۴۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں اندازاً بارہ ہزار الفاظ شامل کیے گئے تھے۔ اس ڈکشنری کی تاریخی حیثیت یوں بھی ہے کہ اس میں شامل بہت سے انگریزی اور سندھی الفاظ آج کل مروّج نہیں رہے ہیں۔ جارج اسٹیک کی مرتب کردہ دوسری ڈکشنری سندھی، انگریزی الفاظ پر مشتمل تھی۔ جس میں سندھی الفاظ کے انگریزی متبادل لفظ دیے گئے تھے اور اس میں کم و بیش سترہ ہزار الفاظ شامل کیے گئے تھے جسے کسی بھی زبان کی ابتدائی ڈکشنری کے لئے قابل فخر ذخیرہ کہنا چاہیے۔ جارج اسٹیک خرابی صحت کی بنا پر "سندھی۔انگریزی ڈکشنری" کو اپنی زندگی میں شائع نہ کرا سکا تھا اس کی زندگی میں صرف ایک سو سات صفحات شائع ہو سکے تھے کہ وہ

۱۸۵۳ء میں وفات پاگیا۔ لچھمن خوب چندانی نے اپنی تجزیاتی کتاب "Current Trend in Sindhi Linguistics": میں جارج اسٹیک کی ڈکشنریوں اور گرائمر کو (Monumenta) یادگار کہاہے۔"(۹)

جارج اسٹیک نے سندھی گرامر اور دو لغات کے علاوہ سندھ کے متعلق انگریزی کتاب بھی لکھی اور "گاسپل آف سینٹ میتھیوز" کا سندھی ترجمہ بھی کیا جو اس وقت سندھ کے مشن اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی۔

ایتھر نگٹن (Athrangaton)

ایتھر نگٹن کے متعلق میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

"آپ نے زراعت، جڑی بوٹیوں اور ادویات سے متعلق سندھی زبان کے الفاظ اور اصطلاحات کو جمع کیا اور پھر ان کو ترتیب دے کر ایک کتابی صورت میں بنام "Vocabulary of Sindhi Agricultural Terms Herbs Drugs" جرمنی کے مشہور و معروف شہر لیپزگ سے ۱۸۵۵ء میں شائع کرایا۔ ان کی یہ کتاب بڑی حد تک مفید اور معلوماتی ہے اور سندھی زبان سے ان کی دلچسپی، محبت اور مہارت کی بہترین مثال بھی۔"(۱۰)

ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرمپ (Dr. Arnest Trumpp)

۲ مارچ ۱۸۲۸ء جرمنی کے ایک گاؤں ایلز فیلڈ میں پیدا ہوئے۔ شروع ہی سے "جپسی" زبان میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ٹرمپ کی جپسی زبان سے گہری دلچسپی نے انہیں برصغیر کی مختلف زبانوں کے مطالعے پر اکسایا اور بالآخر یہی کشش انہیں جرمنی سے برطانیہ لے گئی۔ یہاں انہوں نے انڈیا آفس لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین کی حیثیت سے کام کیا اور یوں انہیں مشرقی زبانوں کا مطالعہ کرنے کے وافر مواقع میسر آئے۔ ٹرمپ کے انتہائی شوق کے پیش نظر چرچ مشن سوسائٹی نے انہیں مشرق کی مختلف زبانوں پر مزید تحقیق

کے لئے کراچی بھیج دیا۔ وہ اولاً بمبئی پہنچے جہاں پارسی زبان میں مہارت اور عبور حاصل کیا۔ اس کے بعد کراچی آئے لیکن شومیٔ قسمت کہ یہاں کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی اور بیمار ہو گئے۔ لہٰذا چرچ مشن سوسائٹی نے انہیں علاج کی غرض سے فلسطین بھیجا۔ شوقِ زبان دانی نے یہاں بھی انہیں بے کار نہ بیٹھنے دیا۔ لہٰذا یہاں رہ کر عربی زبان میں مہارت حاصل کی اور ۱۸۸۵ء میں دوبارہ کراچی پہنچے۔ آپ کراچی کے علاوہ حیدر آباد میں بھی رہے اور ان مقامات پر رہ کر انہوں نے سندھی زبان میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ مقامی سندھی علماء کی مدد سے شاہ عبد اللطیف بھٹائی کا رسالہ مرتب کیا اور اسے ۱۸۶۶ء میں جرمنی کے شہر ''لیپزگ'' سے شائع کرایا۔ (۱۱) شاہ صاحب پر موصوف کے رسالے کا یہ پہلا نسخہ ہے جو چھپ کر منظر عام پر آیا۔ یہ ٹائپ میں چھپا ہے اور ۱۲۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۳۷ سر (ابواب) ہیں۔ نیز جس رسم الخط میں یہ رسالہ چھپا ہے اس میں اور موجودہ سندھی رسم الخط میں تھوڑا سا فرق ہے۔ ٹرمپ نے اس عظیم کارنامے کے علاوہ سندھی زبان و ادب کی اور بھی بہت خدمت کی ہے۔ مثلاً اس نے سندھی زبان سیکھنے کے لئے عربی اور دیوناگری رسم الخط میں ایک کتاب "Sindhi Reading Book in the Sanskrit and Arabic Characters". تیار کی اور ۱۸۸۵ء میں لندن سے شائع کرائی جس کے آخر میں ''سورٹھ رائے ڈیاچ'' رومانی داستان سے متعلق قدیم سندھی شاعروں کے ابیات جمع کئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بائبل کے دس احکام بھی سندھی ترجمے کے ساتھ شامل کئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کا تیسرا بڑا کام انجیل کا سندھی میں ترجمہ ہے جو پہلے دیوناگری رسم الخط میں ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا اور بعد میں عربی سندھی رسم الخط میں شائع ہوا۔

سندھی زبان کے سلسلے میں ان کا ایک عظیم کارنامہ مفصل سندھی گرامر ہے جو انہوں نے انگریزی زبان میں لکھی اور لندن اور لیپزگ سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں انہوں نے سندھی رسم الخط پر مفصل بحث کی ہے۔ ٹرمپ مشہور و معروف مستشرق اور بہت بڑے علماء میں سے ایک تھے جو اپنی مادری زبان جرمنی کے علاوہ بہت سی زبانوں کے ماہر تھے، مثلاً انگریزی، فرانسیسی، لاطینی، افریقی، حبشی، عربی، فارسی،

سندھی، سرائیکی، پنجابی، پشتو، سنسکرت، براہوئی کے علاوہ پاکستان کے علاقے کافرستان کی زبان پر بھی بڑی حد تک مہارت رکھتے تھے۔آپ نے ان زبانوں کے متعلق کئی ایک کتابیں اور مقالے لکھے۔۱۵اپریل ۱۸۸۵ء میں ٹرمپ فوت ہوئے۔ سندھی زبان کے سلسلے میں ڈاکٹر ٹرمپ کی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ھدایت پریم انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''ڈاکٹر ٹرمپ کی سندھی زبان اور گرامر پر کی گئی خدمات انمٹ یادگار ہیں اور اہلِ سندھ کے لیے باعثِ فخر ہیں۔ سندھی زبان کے محسن ڈاکٹر ٹرمپ نے سندھی زبان پر بنیادی کام کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ سندھی لسانیات کے حوالے سے ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔''(۱۲)

سرجان جیمس (Sir Jan James)

۱۸۳۷ء میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۹ء میں ہندوستان آئے۔ انہیں ہندوستان کی مختلف زبانیں اور سنسکرت کی ساخت اور لسانیات پر تحقیق کا شوق تھالہٰذا دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ سندھی زبان بھی سیکھی، جس کے بارے میں جیمس کہتے ہیں کہ ''انہوں نے سندھی زبان کتابوں اور خصوصاً ٹرمپ کی کتابوں سے سیکھی''۔ بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد انہوں نے ہندوستان کی جدید زبانوں کی تقابلی گرامر (A comparative Grammar of Modern Aryan- Languages of India) کتاب لکھی، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے اِس کی پہلی جلد ۱۸۷۲ء میں لندن میں شائع ہوئی، جس میں سندھی، پنجابی، ہندی، گجراتی، اڑیا، مراٹھی اور بنگالی زبانوں کی ساخت، اصل نسل اور لسانیات پر بحث ہے۔ نیز ہندوستان کے مذاہب اور فلسفوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسری کتاب گرامر کی ہے، جو ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔اس کے علاوہ موصوف نے ہندوستان کے فلسفے پر ایک کتاب نیز کئی ایک مقالات قلم بند کئے ہیں۔ موصوف ۱۹۰۲ء میں برطانیہ میں فوت ہوئے۔آپ نے سندھی زبان کے متعلق مذکورہ بالا کتاب میں لکھا ہے:

"اس زبان (سندھی) میں کئی جنگلی پھول موجود ہیں جن میں، میں نے وہ فطری حسن و دل کشی دیکھی اور محسوس کی جو ہندوستان کے مشرق کی طرف کی زبانوں میں قطعاً دیکھنے میں نہیں آئی"۔ (۱۳)

سر جارج ابراہم گریئرسن (Sir George Abraham Grierson)

سر جارج ابراہم گریئرسن لسانیات کی تاریخ میں ممتاز عالم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کی سینکڑوں زبانوں پر تحقیق کی اور ان کے متعلق معلومات فراہم کی۔ گریئرسن کی لسانیات کے سلسلے میں کی گئی خدمات کو سید مظہر جمیل یوں بیان کرتے ہیں:

"سر جارج ابراہم گریئرسن کا ہندوستانی لسانیات کی تحقیق و تدوین غیر معمولی کارنامہ ہے، اس کی کتاب "Linguistic Survery of India" جیسے بے مثال تحقیقی کارنامے نے اسے عالمی لسانیات کی تاریخ میں زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اس نے ہندوستان کی کم و بیش پانچ سو زبانوں پر کام کیا اور ان کی تاریخ، ماہیت اور امکانات کی بابت تفصیلی مضامین مرتب کیے اور ان زبانوں کے لوک ادب اور اہم کتابوں پر تنقید و تبصرے بھی لکھے۔ وہ بے شک لسانیات کے میدان میں نہایت اہم اور نظریہ ساز عالم تھا۔" (۱۴)

گریئرسن کی ابتدائی زندگی اور تعلیم کے سلسلے میں ڈاکٹر ہدایت پریم لکھتے ہیں:

"جارج ابراہم گریئرسن ۷ جنوری ۱۸۵۱ء میں ڈبلن کے علاقے گلینگیری میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد ڈبلن میں سرکاری پریس چلاتے تھے۔ گریئرسن نے سینٹ بیز اور ٹرینٹی کالج سے تعلیم حاصل کی۔ یونیورسٹی میں انہوں نے سنسکرت اور ہندوستانی زبانوں پر مضمون لکھ کر انعام حاصل کیا تھا۔ جس سے لسانیات کے موضوع میں اس کی خاص دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ ڈبلن یونیورسٹی کے معروف عالم فاضل استاد "پروفیسر اٹکنسن (Professor"

Atkinson) کے شاگرد تھے۔" (۱۵)

گریئرسن نے ۱۸۷۱ء میں انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔اور ۱۸۷۳ء میں وہ ہندوستان پہنچا اور مختلف آسامیوں پر ہندوستان کے متعدد مقامات پر خدمات انجام دیں۔ ہر جگہ اسے عام لوگوں سے ملنے جلنے اور ان کی بولیوں کو سننے سمجھنے کے مواقع حاصل ہوئے جس سے نہ صرف اس کے ذوقِ لسانیات کی تشکیل ہوتی رہی بلکہ اسے ان زبانوں کی بابت براہِ راست معلومات بھی فراہم ہوئیں۔بقول سید مظہر جمیل:

"گریئرسن کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور اس نے لسانیات کی تمام شاخوں میں کمال حاصل کیا تھا۔ وہ Historical Linguistics اور Descriptive Linguistics کا بھی ماہر تھا اور Philology یعنی علم اللسان اور علم الانسان (Anthropology) میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ کسی زبان کے بارے میں اپنے مطالعے کرتے ہوئے وہ اس زبان کے دستیاب آثار و شواہد کو ضرور نظر میں رکھتا تھا۔"(۱۶)

ہدایت پریم کے مطابق گریئرسن نے "لنگوئسٹک سروے آف انڈیا" کے علاوہ بھی کتابیں لکھیں جن میں سے نمایاں یہ ہیں:

"1- Seven Grammars of Dialects of Bihari Language.
2- Dictionary of Kashmiri Language.
3- Pasiacha Language of Western India.
4- Modern Vernicular Literature of Hindustan.
5- Translation of Jaicies Padmawati."(۱۷)

گریئرسن ۱۸۷۳ء میں بنگال گئے، جہاں اُنہوں نے ۱۸۹۸ء تک اپنی سرکاری ذمہ داریاں نبھائیں۔انہوں نے ۱۸۸۸ء سے اپنے آپ کو بنگال رائل ایشیاٹک سوسائٹی

(Bengal Royal Asiatic Society)سے منسلک کیا جہاں انہوں نے زبان پر تحقیق میں کافی وقت صرف کیا۔

لسانی تحقیق کے علاوہ، گریئرسن نے ہندوستان کے مذہبوں، پنتھوں اور رسم ورواج کے متعلق بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ بچوں کی لوریاں، دیہات کے گیت اور جنوں اور پریوں کے قصوں کو بھی جمع کیا۔ اس مختصر عرصے میں گریئرسن نے وہ گراں قدر کام کیا، جس کی نظیر لانا مشکل ہے۔ گریئرسن نے زبانوں کی تحقیق کا کام اس وقت شروع کیا، جب لسانی تحقیق ابتدائی مراحل میں تھی۔ مگر انہوں نے اکیلے ہی وہ کام کر دکھایا جو کئی لوگ مل کر بلکہ بڑے ادارے بھی نہ کر سکے۔ اس طرح کے کام کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ گریئرسن کے اس سروے سے سب سے بڑا فائدہ ہندوستانی زبانوں کو ہوا اور ہندوستان میں لسانی تحقیق کا راستہ ہموار ہو گیا اور اگر ہم نظر دوڑائیں تو اب تک جتنی بھی پاک وہند کی زبانوں پر لسانی تحقیق ہوئی ہے اس کا بنیادی ماخذ گریئرسن کا لینگوئسٹک سروے آف انڈیا ہی ہے۔

آغا محمد اشرف کے مطابق:

> ''سر جارج ابراہم گریئرسن کو ان کی خدمات کے بدلے ۱۹۰۱ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے گولڈ میڈل دیا اور ۱۹۰۴ء میں انہیں ''سر (Sir) ''کا خطاب ملا۔'' (۱۸)

برطانوی سرکار میں سب سے بڑا انعام اور اعزاز آرڈر آف میرٹ(Order of merit) سمجھا جاتا تھا۔ ایک وقت میں ۲۴ افراد کو دیا جاتا اور جب تک ان میں سے کوئی مر نہیں جاتا کسی اور کو یہ اعزاز نہیں مل سکتا تھا۔ اس ضمن میں آغا محمد اشرف لکھتے ہیں کہ:

> ''جارج ابراہم گریئرسن کو یہ اعزاز ۱۹۳۶ء میں گریئرسن کی ۸۵ ویں سالگرہ کے موقع پر ملا۔ دنیا کے تمام مشہور مستشرقین نے اس پر مضامین لکھے اور اس کے اہم کارناموں کی تفاصیل کم وبیش بارہ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ایک

کتاب کی شکل میں پیش کیے گئے۔ اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں مختلف ملکوں اور قوموں کے باون(۵۲) ادیبوں نے حصہ لیا۔ جو دنیائے ادب کی تاریخ میں اپنی قسم کی پہلی مثال تھی۔ لندن اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے ڈائریکٹر پروفیسر ٹرنر نے یہ کتاب اس کو اس کی رہائش گاہ پر جا کر پیش کی۔"[19]

گریئرسن نے ابتدا میں ہر علاقے کی زبان اور ان کی بولیوں کے نمونے جمع کئے۔ نمونے جمع کرنے کا کام ۱۸۹۷ء میں شروع ہوا۔ ۱۸۹۸ء میں ان نمونوں پر کام یعنی ان کی تدوین اور تقابل کا کام شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۰ء میں اِن کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو گئی۔

۱۹۰۳ء میں وہ پینشن لے کر انگلستان چلے گئے اور پھر وہاں سے سروے کے متعلق ہدایات جاری کرتے رہے۔ اس زمانے میں زبانوں کی چھان بین کرنا ایک نیا فن تھا۔ گریئرسن نے اپنی زندگی کے قیمتی تیس برس اس کام کو دیے۔ لندن میں اپنے گھر میں بیٹھ کر اس نے ہندوستانی زبانوں اور ان کی بولیوں کی فہرست مرتب کی۔

آغا محمد اشرف، گریئرسن کی لنگوسٹک سروے آف انڈیا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"گریئرسن کی اس تمام تحقیق کا نتیجہ ۱۸ جلدوں میں چھپا۔ ہر جلد میں تقریباً ۴۰۰ سو صفحات ہیں اور ایک ایک صفحہ عام کتاب کے سائز سے تین گنا بڑا ہے۔ ہر جلد میں نقشے، جدولیں اور خاکے شامل ہیں۔ ہندوستان کی ۱۷۹ زبانوں اور ۵۴۴ بولیوں کو اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ محض فہرست نہیں بلکہ ہر زبان اور ہر بولی کا کھوج لگا کر اس کی پوری تاریخ لکھی گئی ہے۔ سینکڑوں بولیوں کے گراموفون کے ریکارڈ بھی تیار کئے گئے اور تیس سالہ محنت کے بعد یہ جلدیں چھپیں۔"[20]

اتنی ساری زبانوں اور ان کی بولیوں کے نام ان کے درمیان فرق اور ان کی گرامر

مرتب کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔اس بات کا اظہار خود گریئرسن نے لنگوسٹک سروے آف انڈیا کی پہلی جلد کے پیش لفظ میں کیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

"It is with a feeling of gratitude for having been permitted to finish a work extending over thirty years that, after writing this Preface, the pen will be laid down. Without any pretended modesty I confess that no one is more than my self aware of the dificiencies of the survey, nor, on the other hand, need I plead guilty to a vain boast when I claim that what has been done in it for India has been done for no other country in the world. Such as it is, I bid it adieu, sure of sympathy with my mistakes, and of appreciation of what in it is worthy, on the part of those lovers of India who are competent to put its merits and its defects to test."(21)

یعنی: ''آج تیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے میں نے یہ کام شروع کیا تھا۔اب پیش لفظ لکھنے کے بعد میرا قلم شکر کرے گا کہ اس کام کو انجام تک پہنچانے کی اسے مہلت مل گئی۔بغیر کسی انکسار کے جس کی بنیاد تصنع یا بناوٹ پر قائم ہوئی ہے۔مجھے اپنی غلطیوں کا پورا پورا اعتراف ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بغیر کسی مبالغہ کے میں یہ کہتا ہوں کہ جو کام اس وقت میں نے ہندوستان کے لیے کیا ہے ایسا کام آج تک دنیا میں کسی اور ملک میں کبھی نہیں ہوا۔بُرا بھلا جیسا بھی ہو سکا میں نے اسے انجام دیا اب میں اس کام سے رخصت ہوتا ہوں۔البتہ اتنا مجھے یقین ہے کہ ہندوستان سے محبت کرنے والے اور وہ لوگ جنہیں اچھے اور بُرے کے پرکھنے کی تمیز ہے میری غلطیوں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھیں گے اور جہاں کہیں اچھی بات

انہیں نظر آئے گی اس کی داد دیں گے۔"

بے شک گریئرسن نے ہندوستانی زبانوں کے حوالے سے بے مثال کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ گریئرسن کے اس عظیم کارنامے کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پروفیسر گیان چند جین یوں رقمطراز ہیں:

..." انہوں نے اپنا عظیم "لسانیاتی جائزہ ہند" شروع کیا جو 1894ء سے شروع ہو کر 1927ء میں ختم ہوا۔ یہ گیارہ حصوں میں ہے اور ہر حصے کی کئی جلدیں ہیں۔ اس طرح کل ملا کر 19 ضخیم جلدیں ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے کلکٹروں اور پٹواریوں سے تفصیلی معلومات لیں لیکن تدوین و ترتیب خود کی۔ اس کی پہلی جلد میں آریائی زبانوں کے بارے میں ایک مفصل عالمانہ مقدمہ ہے۔ پورا کام اتنا عظیم، وسیع اور دقیق ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اتنا بڑا کام ایک ادارے کے لیے بھی باعثِ فخر ہوتا ہے۔"[۲۲]

۱۸۹۸ء میں جب گریئرسن لینگوئسٹک سروے آف انڈیا (Linguistic Survey of India) کا انچارج مقرر کیا گیا تو وہ پہلے ہی ہندوستان کی بہت سی زبانوں سے بخوبی متعارف تھا۔ اس نے تیس سال تک ہندوستانی زبانوں کے معاملات کی چھان بین کی ان میں سندھی زبان بھی شامل رہی۔ لینگوئسٹک سروے آف انڈیا کی جلد آٹھ کے پہلے حصے میں "سندھی اور لہندا" زبانوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ جلد ۱۹۱۹ء میں اشاعت پذیر ہوئی تھی، لیکن سندھی زبان کے بارے میں گریئرسن اپنے تفصیلی خیالات کا اظہار پہلے ہی کر چکا تھا۔ سندھی کے متعلق گریئرسن یوں بیان کرتے ہیں:

ترجمہ:

"سندھی، سندھ کی زبان ہے۔ شمال میں یہ لہندا سے جا کر ملتی ہے، جس سے یہ بہت مماثلت رکھتی ہے۔ سندھی کے نمایاں چھ لہجے ہیں۔ سندھی میں بیرونی

دائرے کی بہت سی خصوصیات موجود ہیں جو دوسری زبانوں میں غائب ہو چکی ہیں۔ وراچڈ اُپ بھرنش کی جو خصوصیات سینکڑوں سال پہلے اس میں موجود تھیں وہ سندھی میں اب تک دیکھی جا سکتی ہیں۔ داروی زبان بھی اس علاقے میں بولی جاتی تھی۔ پشاچی اور داروی کی ایک خصوصیت حرف 'ٹ' کا استعمال ہے جب یہ دو حروف علت کے درمیان آتا ہے تو اسے گرایا نہیں جاتا ورنہ یہ اصول باقی تمام ہندآریائی زبانوں میں موجود ہے۔ دوسری ہندی پراکرتوں میں ایسا 'ٹ' پہلے 'ڈ' میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ آج بھی کسی حد تک سندھی میں یہ اصول موجود ہے اور لہندا میں بھی۔''(۲۳)

سندھی کی اصل کے متعلق گریئرسن پراکرتی نحوی دان مارکنڈیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''سندھ میں بولی جانے والی اپ بھرنش پراکرت کو وراچڈ کہا جاتا تھا جس سے سندھی نکلی ہے۔''(۲۴)

سر رچرڈ فرنسز برٹن (Sir Richard Frances Burton)

برٹن ۱۸۲۱ء میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔ انگریزوں نے جب سندھ پر حملہ کیا تو اس وقت وہ ۱۸ نمبر فوجی رجمنٹ میں کیپٹن کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ ۱۸۴۳ء کی شروعات میں اپنی رجمنٹ کے ساتھ کراچی آئے اور فتح سندھ کے بعد ۱۸۴۵ء سے زمینوں کے سروے کے محکمے میں افسر کی حیثیت سے کام کیا۔

وہ کئی زبانیں جانتے تھے اور عجیب و غریب طبیعت کے مالک تھے۔ ۱۸۸۳ء میں وہ افغان حکیم حاجی عبداللہ کے فرضی نام سے حرمین شریفین گئے۔ ۱۸۴۵ء میں افریکا کے ملک سومالیہ کے درالخلافے ''ہرارا'' کی مہم پر روانہ ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے مسٹر اسٹیک کے ساتھ مل کر مصر کے مشہور دریائے نیل کے نکلنے کی جگہ معلوم کی۔ چنانچہ آپ کی ان خدمات کے صلے میں حکومت برطانیہ کی جانب سے ''سر'' کا خطاب ملا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۰ء میں

انگلستان میں فوت ہوئے۔ برٹن کی متعدد تصنیفات ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل چار تصانیف سندھ سے متعلق ہیں:

۱۔ سندھ یا دکھی وادی(۱۸۵۱ء) (Sindh or the unhappy valley)

۲۔ سندھ اور وادیٔ سندھ کی قومیں (۱۸۵۶ء) (Sindh and the races that inhabit in the valley of Indus)

۳۔ وادیٔ سندھ میں شکرابازی(۱۸۵۶ء) (Falconary in the valley of Indus)

۴۔ سندھ کی دوسری مرتبہ سیاحت(۱۸۸۷ء) (Sindh Re Visited)

ان کے سوانحی حالات پر حال ہی میں ''بائرن فارویل'' کی تصنیف شائع ہوئی ہے۔ برٹن نے اپنی کتابوں اور مقالات میں سندھ کی تاریخ، ثقافت اور علم وادب سے متعلق بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ لیکن وہ طبعاً انتشار پسند اور جنسیات کی طرف مائل تھے۔ اس لئے سندھی ثقافت کی روح کے منافی ہیں۔ ان لغزشوں کے باوجود انہوں نے سندھی علم وادب سے متعلق چند مفید اور معلومات آفریں امور بھی تحریر کئے ہیں۔

میمن عبدالمجید سندھی کے مطابق برٹن نے مذکورہ بالا کتاب ''سندھ اور وادیٔ سندھ کی قومیں'' میں سندھی زبان وادب کے بارے میں یوں لکھا ہے:

> ''سندھی ادب کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان میں قدم رکھا اس وقت کسی بھی مقامی زبان میں اتنا علم وادب موجود نہیں تھا جتنا کہ سندھی زبان میں موجود تھا۔''(۲۵)

ای۔بی۔ایسٹ وک: (E.B.East Wick)

ایسٹ وک ۱۸۱۴ء میں ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوا تھا جس کے افراد مدت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کمپنی بہادر کی باقاعدہ فوج میں

آسامی مل گئی تھی اور بمبئی کی چھٹی نیٹو انفینٹری میں ان کا تقرر ہو گیا۔ اس نے جلد ہی فارسی اور ہندوستان کی دوسری زبانوں میں مہارت حاصل کر کے خود کو 'ڈپلومیٹک' خدمات کا اہل ثابت کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۳۹ء میں ''کچھ'' کے انگریز ایجنٹ ہنری پاٹنجر نے کیپٹن ایسٹوک کو سندھ کی سفارت پر بھیجا۔ ایسٹوک سندھی، بلوچی اور فارسی زبانیں اچھی طرح جانتے تھے اور سندھیوں نیز ٹالپوروں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں تھیں۔ انہوں نے ایک سفر نامہ لکھا جو ۱۸۴۴ء میں "Dry Leaves form Young Egypt" (نئے مصر کے پرانے اوراق) کے نام سے پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس سفر نامے کے سندھی اور اردو ترجمے چھپ چکے ہیں اور اس میں سفر نامے کے ساتھ ساتھ سندھ کی تاریخ، جغرافیائی حالات اور ثقافت بھی بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ سندھ کی مشہور مچھلی ''پلا'' کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے پکڑنے کا مخصوص طریقہ بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

> '' تیلگو زبان میں میر بحر کو ''پلیواڈو'' کہا جاتا ہے جو میرے خیال میں سندھی لفظ ''پلےوارو'' سے تعلق ظاہر کرتا ہے۔''(۲۶)

تیلگو دراوڑی خاندان کی زبان ہے جو جنوبی ہند میں بولی جاتی ہے۔ موجودہ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ قدیم زمانے میں سندھی زبان کا دراوڑی زبان سے گہرا تعلق رہا ہے۔ کیپٹن ایسٹوک کی مہارت کا اندازہ لگایئے کہ انہوں نے بہت پہلے نشان دہی کر دی تھی کہ سندھی زبان کا دراوڑی سے تعلق ہے۔ کیپٹن ایسٹوک نے سندھی زبان کی گرامر اور لغت پر بنیادی کام کیا ہے اور سندھی لغت بھی مرتب کی ہے۔ اس لغت کی ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> '' مجھے سندھی لغت مرتب کرنے کا کام بھی سونپا گیا تھا جس میں چار سے پانچ ہزار تک الفاظ تھے اور ہر لفظ پر کئی ایک منشی بیٹھ کر بحث کرتے تھے۔ اسی ترتیب کے سلسلے میں مجھے سندھی زبان کی خصوصیات بھی سیکھنی پڑیں۔ مثلاً

ایک سندھی لفظ ہے ''پری'' جس کے معنی ہیں محبوب۔ لیکن اگر اس پر زیر نہیں ہوگی تو ''پرے'' بھی پڑھا جا سکتا ہے اس کے معنی ہیں ''دور''۔ اس باریک فرق کو ظاہر کرنے کے لئے ایسٹوک سندھی زبان کے لئے دیوناگری رسم الخط کے حق میں تھے اور انہوں نے اس پر بڑا زور دیا تھا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔''(۲۷)

جان بیمز (John Beams)

انگریز بیوروکریسی نے جو چند ایک ماہرین لسانیات پیدا کیے تھے، ان میں جان بیمز کا نام بھی شامل ہے۔ جان بیمز لندن کے قریب واقع قصبے گرین وچ میں ۲ جون ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۸ء میں انڈین سول سروس میں منتخب ہوا اور دوران ملازمت اسے زیادہ تر بنگال اور پنجاب کے علاقوں میں رہنے کے مواقع حاصل ہوئے علاوہ ازیں اس نے ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے سفر بھی کیے تھے۔ اجنبی زبانیں سیکھنے کا شوق اسے شروع ہی سے تھا اور دوسری زبانوں کو جلد از جلد سیکھ لینے کی صلاحیت اسے اس درجہ ودیعت ہوئی تھی کہ وہ انہیں مہینوں نہیں بلکہ ہفتوں میں سیکھ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ لندن سے کلکتہ تک کے سفر میں اس کی دوستی دو اسپینی باشندوں سے ہوگئی اور اس نے چند ہفتوں کی مدت میں ان سے اس قدر اسپینی زبان سیکھ لی کہ بلا تکلف گفتگو کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ اس نے ہندوستان میں رہ کر بنگالی، سنسکرت، ہندی، پنجابی، سندھی وغیرہ اس حد تک سیکھ لی تھی کہ ان کا ماہرانہ تجزیہ اور اظہارِ خیال کر سکتا تھا۔ وہ ہندوستانی زبانوں کے علاوہ عربی، فارسی، جرمن، اسپینی اور فرانسیسی زبانیں بھی خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ تمام علاقوں میں جاکر لوگوں کو مقامی زبانیں بولتے ہوئے سنتا اور ان کے لب و لہجے پر غور کیا کرتا تھا۔ لیکن تاریخ اس بات کے شواہد نہیں پیش کرتی جس سے سندھ میں اس قصد کے لیے اس کی آمد ثابت ہوتی ہو۔ جان بیمز نے اپنی مشہورِ عالم کتاب Comparative Grammer of Modern Aryan Languages (جدید آریائی زبانوں کی

تقابلی گرامر) میں لکھا ہے:

"تاریخی اعتبار سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ آرین کے وردد سے قبل ہندوستان میں دراوڑ نسل کی بعض قومیں آباد تھیں جو غالباً افریقا، آسٹریلیا اور یورپ کے دور افتادہ علاقوں سے آئی تھیں اور جو ایسی بولیاں بولتے تھے جن کا تعلق تورانین فیملی (Turanian family) سے تھا۔ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آرین نے آکر ہندوستان کی قدیم اقوام کو تہ تیغ کر ڈالا ہو بلکہ اس کے برعکس انھوں نے دراوڑی قوموں کو اپنا غلام اور داس بنا کر رکھا ہوگا جس کا ذکر قدیم تاریخی اور مذہبی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔"(۲۸)

بیمز کے مطابق عربوں نے دراوڑی قوموں کے ساتھ جو سلوک بھی کیا ہو لیکن وہ اپنی زبان کو دراوڑی زبانوں کے اثرات سے نہیں بچا سکتے تھے۔ ماہرین لسانیات اس بات سے کسی حد تک اتفاق کرتے ہیں کہ ہند آریائی زبانیں بلکہ سنسکرت بھی دراوڑی زبانوں کے اثرات سے خود کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔ جان بیمز جدید ہند آریائی زبانوں کے ارتقائی عہد کا تعین کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ آرین جو زبانیں بولتے ہوئے ہندوستان آئے انھیں مقامی زبانوں کے ساتھ مل کر ارتقا کرتے ہوئے ڈھائی ہزار سال کا زمانہ بیت چکا ہے، جسے وہ تین ادوار میں تقسیم کرتا ہے:

۱۔ پہلا دور سنسکرت اور اس کی ہم عصر زبانوں کے وجود میں آنے اور ترقی پانے کا دور ہے۔
۲۔ دوسرا پراکرتوں کا دور ہے اور
۳۔ تیسرا دور اپ بھرنشوں کا دور ہے۔

اس کے مطابق پہلا دور ۱۵۰۰ قبل مسیح سے ۵۰۰ قبل مسیح تک کا دور ہے۔ دوسرا ۵۰۰ قبل مسیح سے ۲۰۰ عیسوی تک کا دور ہے اور تیسرا دور ۶۰۰ عیسوی سے ۱۰۰۰ عیسوی تک کا دور ہے۔

بقول سید مظہر جمیل، جان بیمز ہندی اور سندھی زبانوں کے بارے میں یوں رقم طراز ہے:

"In chronological sequence, therefore, we may place the Hindi with its subsidiary forms, Gujrati and Punjabi, first fixing the rise and establishment of modern languages, distinct for then previous existance as Prakrits, in the eleventh century. Sindhi having very little literature and no fix system of writing remains a mystry its rise and development were independent of all other languages and I can not determine it's place in sequence."(29)

جان بیمز کا لسانی نظریہ دراصل ہند آریائی زبانوں کے درمیان ارتقائی عمل کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے جسے کسی بھی دوسرے لسانی نظریے نے مسترد نہیں کیا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ اس کی دوسری کتاب بھی اسی قدر اہمیت کی حامل ہے جو ۱۸٦۷ء میں "Outlines of Indian Philology" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

ریونڈر جارج شرٹ (Rewendr George Shirt)

ہدایت پریم کے مطابق:

"پادری جارج شرٹ حیدرآباد میں مشن سوسائٹی سے وابستہ تھے۔ سندھی لغت اور لسانیات سے متعلق جارج شرٹ نے دو کتابیں شائع کیں۔"(۳۰)

(۱) اکھر دھاتو:۔ یہ کتاب ۱۸٦٦ء میں شائع ہوئی جس میں سندھی الفاظ کی سنسکرت بنیادیں دی گئی ہیں۔ یعنی ایسے سندھی الفاظ جن کی بنیادیں سنسکرت پر رکھی گئی ہیں۔

(۲) سندھی۔ انگریزی ڈکشنری:۔ سندھی۔ انگریزی ڈکشنری، انہوں نے دیوان ادھارام تھانورداس میرچندانی اور مسٹر صادق علی بیگ کی مدد سے تیار کی، جو ۱۸۷۹ء میں عربی۔ سندھی رسم الخط میں شائع ہوئی۔

حبیب اللہ بھٹو کے مطابق، اس لغت کے لیے ڈاکٹر بھرمن خوبچندانی نے لکھا ہے کہ:

"Shirt and Oadharam Thanwerdas, "Sindhi - English Dictionary (1879) is note worthy". (31)

جارج شرٹ، چونکہ ایک عیسائی پادری تھے تو انہوں نے عیسائی مذہب کی پرچار کے لئے بہت سی کتابیں سندھی میں شائع کرائیں۔ جارج شرٹ، نیک اور خداترس انسان تھے اور ۱۸۸٦ء میں کوئٹہ میں وفات پاگئے۔ جارج شرٹ نے ''سندھی زبان کی اصل'' پر ۱۸۷۸ء میں ایک مضمون "The Traces of Dravidian Element in Sindhi" کے عنوان سے لکھا جو "Indian Antiquary" دسمبر ۱۸۷۸ء کے پرچے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں شرٹ نے سندھی کے مستقل لغوی ذخیرے اور دیگر جداگانہ نحوی خصوصیات سے متاثر ہوکر '' سندھی کا ماخذ سنسکرت'' والے نظریے کو رد کیا اور اس کے بجائے سندھی کے دراوڑی بنیاد والے نظریے کی حمایت کی۔

میجر ایف۔ جے گولڈسمڈ (Major, F.J.Goldsmid) :

گولڈسمڈ کے حوالے سے میمن عبدالمجید بیان کرتے ہیں:

> ''میجر ایف۔ جے گولڈسمڈ انگریزوں کے اوائلی دور میں سندھ کے اسسٹنٹ کمشنر محکمہ تعلیم کے افسر انچارج مقرر ہو کر آئے تھے۔ ۱۸٦۰ء میں میجر صاحب نے بڑی محنت کے ساتھ ۱۷۰ صفحات پر مشتمل ایک مفصل مستند سندھی گرامر لکھی تھی۔ جو اب بھی ایک معتبر اور مکمل گرامر تسلیم کی جاتی ہے اس کے علاوہ میجر موصوف نے سندھ کے مشہور عشقیہ داستان ''سسئی پنوں'' سے متعلق سندھی ابیات جمع کئے اور انہیں ترتیب دیگر سندھی زبان میں ہی ۱۸٦۳ء میں شائع کرایا اور پھر انہیں ابیات کا انگریزی ترجمہ کرکے دوسری کتاب بھی شائع کرائی جس میں ایک طرف سندھی ابیات اور

دوسری جانب ان کا منظوم انگریزی ترجمہ موجود ہے۔ میجر صاحب کا یہ ترجمہ نہایت آسان اور دلکش ہے۔"(۳۲)

سرہنری میئرس ایلیٹ (Sir Henry Mairis Elliat) :

سرہنری میئرس ایلیٹ ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ ہنری ایلیٹ کو اس کے شاندار تعلیمی ریکارڈ اور بالخصوص مشرقی زبانوں اور ثقافتوں کے بارے میں اس کے وفور شوق کے پیش نظر براہ راست برطانوی حکومت کے اہل کار کی حیثیت سے ہندوستان میں اس کا تقرر عمل میں آگیا، وہ کم و بیش پچیس سال شمال مغربی ہندوستان کے مختلف مقامات اور حیثیتوں میں برطانوی سول سروس کے اہم کارندے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس عرصے میں اسکی علمی وادبی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ بالخصوص قدیم ہندوستان کی تاریخ سے اسے خصوصی شغف تھا۔ ان کی کتاب "Story of Sindh by Its Own Historian" کے متعلق سید مظہر جمیل لکھتے ہیں:

> "وادیٔ سندھ کے بارے میں اس کی کتاب "Story of Sindh by Its Own Historian" نہایت معلومات افزا اور دلچسپ ثابت ہوئی۔ اس میں ایلیٹ نے سندھ کے بابت قدیم سے قدیم ترین ذخیرہ معلومات کو یکجا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کتاب میں سندھ کے بارے میں قدیم عرب جغرافیہ دانوں کی فراہم کردہ اطلاعات جن سے قدیم سندھ کے شہروں، راستوں اور جغرافیائی کیفیت کا حال معلوم ہوتا ہے، شامل کیے ہیں، ان جغرافیہ دانوں میں تجار سلمان اور ابوزید کی یاداشتوں میں سندھ اور چین کے بارے میں فراہم کردہ اطلاعات شامل ہیں۔ المسعودی، الاصطخری، ابن ہوقل اور دوسرے لوگوں کی تحریروں سے بھی ضروری اقتباسات دیے گئے ہیں۔"(۳۳)

ایلیٹ نے سندھ پر قدیم تاریخ میں پائی جانے والی شہادتیں بھی جمع کی ہیں۔ چنانچہ ایک لحاظ سے ایلیٹ کی مذکورہ کتاب سندھ کی تاریخ کے بارے میں نہایت اہم ماخذ قرار دی جاسکتی ہے۔ جس میں متعدد ماخذات کی فراہم کردہ اطلاعات اور ان پر عالمانہ تبصرے موجود ہیں۔

سر رالف للی ٹرنر (Sir R.L. Turner)

برطانوی نژاد رالف ایل ٹرنر ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ، جارج ٹرنر بھی عالم فاضل شخص تھا۔ اور اپنی علمیت کی بنیاد پر آرڈر آف برٹش امپائر کا اعزاز حاصل کر چکا تھا۔ رالف ٹرنر ۱۹۱۲ء میں انڈین ایجوکیشنل سروس سے منسلک ہوا تھا اور بنارس کے کوئنس کالج میں سنسکرت کا استاد مقرر ہوا تھا۔ وہ دو بار یعنی ۱۹۱۴ء اور ۱۹۲۶ء میں بمبئی یونیورسٹی میں فلالوجیکل لیکچرر مقرر ہوا اور ۱۹۲۰ء میں بنارس ہندو یونیورسٹی میں پروفیسر آف لنگوئسٹکس مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ لندن یونیورسٹی آف اورینٹل افریقن اسٹڈیز کے ڈائریکٹر کے عہدے پر بھی فائز رہا۔ وہ ''رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف انڈیا''، ''سوسائٹی آف لنگوئسٹکس پیرس'' اور ''لنگوئسٹک سوسائٹی آف انڈیا'' جیسے عالمی شہرت یافتہ اداروں کا ممبر رہا جس سے علم اللسان میں ٹرنر کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ٹرنر کی مستقل کتابوں میں سب سے اہم اور مشہور کتاب ''انڈو آرین زبانوں کی تقابلی ڈکشنری (A Comparative Dictionary of Indo Aryan Languages)'' ہے۔ اس کتاب کا مواد جمع کرنے میں اس نے عمرِ عزیز کے چالیس سال صرف کیے تھے۔ اس کتاب کے علاوہ اس کے متعدد تحقیقی مقالے (۱) انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (۲) جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۳) کلاسیکل ریویو (۴) بلیٹن آف اسکول آف اورینٹل سوسائٹی وغیرہ میں شائع ہو چکے تھے۔ سندھی زبان کے بارے میں ٹرنر نے کم از کم تین اہم مقالے لکھے تھے۔ جن میں سندھی زبان میں صوتیات کے مسائل سے بحث کی گئی تھی۔ بقول مظہر جمیل ٹرنر کا خیال تھا کہ:

''زبانوں کی اندرونی ساخت میں وقت کے دباؤ کے زیرِ اثر انقلابی تبدیلیاں

پیدا ہوتی ہیں جو ایک فطری عمل ہے۔ اور جس کو روکنے سے زبان کی فطری نشوونما متاثر ہوتی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ سنسکرت زبان بھی ہزاروں برس سے اندرونی تبدیلی سے گزرتی رہی ہے اور اس تبدیلی کے نتیجے میں بعض مقامی زبانیں پیدا ہوتی رہی ہیں جو پچھلی سنسکرت سے جداگانہ مزاج بھی رکھتی ہیں اور گرامر سنسکرت کی بعض بنیادی خصوصیت بھی۔"(۳۴)

ٹرنر نے سندھی زبان کی اندرونی ساخت اور دوسری زبانوں کے میل جول کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں کی بطور خاص نشان دہی کی تھی۔ انہوں نے سندھی اور نیپالی زبانوں کے تقابلی مطالعے پر ایک بھی کتاب بنام "Nepali Eytmological and Comparative Dictionary" لکھی ہے۔

سیمور (Samore)

"سیمور کے بارے میں میمن عبدالمجید لکھتے ہیں کہ:

"انگریز مصنف وعالم مسٹر سیمور نے سندھی گرامر سے متعلق انگریزی زبان میں "A Grammar of Sindhi Language" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو کراچی سے ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔"(۳۵)

اے۔ڈبلیو۔ہیکل (A-W- Hakel)

کراچی گرامر اسکول کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے بھی انگریزی میں "A Grammar of Sindhi Language" کے نام سے سندھی گرامر لکھی، جو کراچی سے ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی۔ گرامر کے علاوہ اس میں سندھی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے مشقیں بھی دی گئی ہیں۔(۳۶)

دیگر محققین

رایا یگوروروا

ماسکو اکیڈمی آف سائنسز کے انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز میں ایشیائی اور افریقی زبانوں پر تحقیق کر کے کتاب شائع کرنے کا ایک پروگرام ۱۹۵۹ء میں بنایا گیا۔ اسی سلسلے میں سندھی زبان پر کتاب مس آر. پی. یگوروروا کو لکھنے کو کہا گیا۔ وہ ماسکو میں رہتی تھی۔ انہوں نے سندھی سیکھنے کی کوشش کی۔ سندھی عالموں سے خطوط کے ذریعے رابطہ رکھا اور اس طرح بڑی محنت اور مشقت سے سندھی بولی کے نام سے روسی زبان میں کتاب لکھی، جس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۷۱ء میں ماسکو سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ ایچ اے زیبان نے کیا ہے۔

مس رایا یگوروروا نے نہ صرف مذکورہ کتاب لکھی بلکہ کچھ مضامین بھی سندھی زبان کے حوالے سے لکھے جو یہ ہیں۔

1. From Passive, V Sindhi (Passive form in Sindhi) short information of Institute of Peoples of Asia Mascow, 1964.
2. Pronominal enclities for verb in Sindhi (In Russian)
   Indo Iranian Philology, Moscow, 1964.
3. Verbal System in Modern Literary Sindhi (In Russian)
   Disertation, Institue of Peoples of Asia, Moscow, 1966.[37]

کن ساکو مامیا

کن ساکو مامیا، جاپان کے شہر ٹوکیو شیما میں ۲۷ جون ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شومیٔ مامیا ہے۔ مامیا نے ۱۹۸۸ء میں ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز سے ادب میں بی اے کیا اور اسی یونیورسٹی سے ۱۹۹۰ء میں ایم اے اردو میں کیا۔[۳۸]

کن ساکو ماميا، اردو بڑی روانی سے بامحاورہ اور شفاف لہجے میں بولتے اور لکھتے ہیں۔ اپنی ہی جامعہ سے فراغت کے بعد معاون اُستاذ اردو کی حیثیت سے کچھ عرصہ کام کیا، پھر اسلام آباد میں سفارت خانۂ جاپان سے عارضی طور پر تین سال کے لیے منسلک ہوئے اور وہاں سے سبکدوشی کے بعد اسلام آباد کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز میں جاپانی زبان پڑھاتے رہے۔ اب وہ ٹوکیو میں ایک ایشیائی تحقیقاتی ادارے میں جنوبی ایشیا اور پاکستان سے متعلق اُمور انجام دینے پر مامور ہیں۔

> "جامعہ ٹوکیو برائے مطالعہ خارجی" سے فراغت کے بعد کن ساکو ماميا حکومت سندھ کے وظیفے پر جامعہ سندھ تشریف لائے اور اپنی دلچسپی کے ذیل میں "اردو اور سندھی کے ارکان تہجی کا تقابلی جائزہ" کے موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کی زیر نگرانی شعبہ اردو میں ایم فل کا مقالہ تحریر کیا، جس پر جامعہ سندھ نے انہیں ۱۹۹۲ء میں ایم فل کی سَنَد سے نوازا۔ (۳۹)

اس کے علاوہ ماميا نے سندھی زبان کی گرامر "Out line of Sindhi Grammer" جاپانی زبان میں لکھی جو ۱۹۹۴ء میں ٹوکیو سے شائع ہوئی۔ (۴۰) ماميا کن ساکو کا ایک مضمون بعنوان "اردو اور سندھی کا مشترک صوتی نظام" اخبار اردو، اسلام آباد کے خصوصی شمارہ میں شائع ہوا۔ (۴۱) جس میں انہوں نے اردو اور سندھی دونوں زبانوں کے ارکان تہجی اور صوتیوں کے نقطہ ہائے نظر سے بحث کی ہے۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی

اُردو کے معروف ادیب و محقق ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ۱۹۳۴ء میں اعظم گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ اردو، عربی اور فارسی میں مہارت رکھتے تھے۔ موقر تحقیق جریدے 'فکر و نظر' کے سولہ سال تک مدیر رہنے والے ڈاکٹر اصلاحی مختلف کالجوں اور سندھ یونیورسٹی کے علاوہ چینی اور امریکہ میں بھی درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس

کے ساتھ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد میں چھ سال تک علمی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی گراں قدر تصانیف و تالیفات میں 'عرب کے تین مدیر' اردو سندھی کے لسانی روابط، ذکر فراہی منظر عام پر آئیں۔ مقتدرہ میں آپ نے کئی ایک قانونی تراجم کی تدوین و ادارت کا کام انجام دیا۔ آپ کے بیسیوں تحقیقی مقالات فکر و نظر، معارف اعظم گڑھ، فاردن، نقوش اور علوم القرآن علی گڑھ میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر شائع ہوئے۔ (۴۲)

سندھی زبان کے حوالے سے ڈاکٹر اصلاحی نے ۱۹۶۵ء میں ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' کے موضوع پر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں کی زیر نگرانی اپنا وقیع مقالہ لکھ کر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، جسے ملک میں لسانی یک جہتی کی عمدہ علمی مثال قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے لسانی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اردو اور سندھی کے اشتراک و تعلق کا جائزہ لیا ہے۔ اپنی افادیت کے پیشِ نظر اس کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا ایڈیشن مرکزی اردو بورڈ، لاہور کی جانب سے مئی ۱۹۷۰ء، دوسرا ایڈیشن نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کی طرف سے ۱۹۷۶ء اور تیسرا ایڈیشن مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد کی جانب سے مارچ ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد خان خٹک

پروفیسر خالد خان خٹک، ضلع کرک کے مشہور شہر ٹیری میں ۲۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو ماسٹر شرافت خاں کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد میٹرک کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول نمبر۔ ۲، کوہاٹ میں داخل ہوئے اور یہ امتحان پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج کوہاٹ میں داخلہ لیا۔ ایم اے اردو پشاور یونیورسٹی سے ۱۹۶۸ء میں فسٹ کلاس فسٹ پوزیشن حاصل کرنے پر یونیورسٹی گولڈ میڈل اور تمغۂ بابائے اردو انعام پایا۔ اسی سال محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور بنوں، ٹانک، کوہاٹ، ہنگو، چپی اور پشاور کے گورنمنٹ کالجز میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

تدریس کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم بھی جاری رکھی اور ایم اے پشتو فسٹ کلاس، ایم

اے اسلامیات فسٹ کلاس اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جس کے بعد تحقیق کے میدان میں قدم رکھا اور اُردو میں پی ایچ ڈی کے لیے شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو میں ۱۹۷۳ء میں داخلہ لیا۔ جہاں انہیں ڈاکٹر غلام مصطفی خاں جیسے نگراں میسر ہوئے۔ ''سندھی، پشتو اردو کے لسانی روابط'' پر اپنا تحقیقی مقالہ ۱۹۷۶ء یونیورسٹی کو پیش کیا۔ جس پر جون ۱۹۷۸ء میں انہیں پی ایچ ڈی (اردو) کی ڈگری ملی۔ (۴۳)

اس کے علاوہ آپ نے ''پشتو افعال'' پر اپنا تحقیقی مقالہ پیش کر کے جولائی ۱۹۸۸ء میں لندن یونیورسٹی سے لسانیات میں پی ایچ ڈی کی ایک اور ڈگری حاصل کی۔

سندھی زبان کے سلسلے میں ڈاکٹر خالد خان خٹک کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ''سندھی پشتو اور اردو کے لسانی روابط'' ان کی تحقیقی کاوش ہے۔ وہ اپنے اس تحقیقی مقالے میں تینوں زبانوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سندھی، پشتو اور اردو تینوں آریائی زبانیں ہیں۔ جو ایک مشترک زبان ''آریک'' سے نکلی ہیں۔ ان میں سے اردو اور سندھی کا ہند آریائی شاخ سے تعلق ہے۔ جبکہ پشتو کا تعلق ہند ایرانی شاخ سے ہے۔'' (۴۴)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ :

> ''بنیادی طور تینوں زبانیں سندھی، اردو اور پشتو بولنے والے ایک ہی تہذیب اور تمدن کے رشتے میں جڑی ہوئی ہیں۔ پھر بھی ان تینوں زبانوں نے اپنی اپنی انفرادیت قائم رکھی ہوئی ہے جن سے ان کی شناخت ہوسکتی ہے۔ سندھی، اردو اور پشتو کا صرفی و نحوی ڈھانچہ ایک ہی ہے۔ ذخیرہ الفاظ میں بھی بڑا اشتراک پایا جاتا ہے۔ تینوں زبانوں کا رسم الخط ایک ہی ہے البتہ مخصوص آوازوں کے لیے عربی حروف میں مختلف اضافے کیے گئے ہیں۔'' (۴۵)

❖......❖......❖

سندھی محققین

جھٹ مل نارومل وسنانی

جھٹ مل نارومل وسنانی، سندھی زبان کے ابتدائی عالم مانے جاتے ہیں۔ بقول ہدایت پریم:

> ''ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے سندھی زبان کی گرامر سندھی میں لکھی، جس کا نام ''نئوں سندھی ویاکرن'' (نیا سندھی گرامر) رکھا۔ جو ۱۸۹۲ء میں شائع ہوا۔ اس سے پہلے انہوں نے ''ویتپتی کوش'' نام سے ایک لغت بھی شائع کی، جس میں انہوں نے سندھی الفاظ کے بنیاد بتائے ہیں جو سنسکرت سے اخذ ہیں۔ ان کی یہ کتاب قیامِ پاکستان کے بعد دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔''(۴۶)

مرزا قلیچ بیگ

سندھی زبان اور ادب کے عظیم محسن اور نظم و نثر کی لاتعداد کتابوں کے مصنف مرزا قلیچ بیگ ولد مرزا فریدون بیگ حیدرآباد کے قصبے ٹنڈو ٹھوڑہو میں ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ آپ نے سندھی زبان و ادب کے خزانے میں مختلف موضوعات پر ۴۵۷ کتابوں کا اضافہ کیا۔ سندھی زبان کے سلسلے میں مرزا قلیچ بیگ کی تصانیف یہ ہیں: لغاتِ لطیفی (۱۹۱۳ء)، سندھی ویاکرن (سندھی گرامر) چار جلد، Philological Curiousties سندھی بولی جی تاریخ (۱۹۰۰ء)، سندھی لغاتِ قدیمی، پہاکن جی حکمت (۱۹۲۵ء) وغیرہ۔ مرزا صاحب کی کتابوں سندھی بولی جی تاریخ اور Philological Curiousties کے متعلق معروف ماہرِ لسانیات ڈاکٹر گربخشانی لکھتے ہیں:

"The first history of Sindhi language is attributed

to Qaleech Baig (around 1900). This work and his "Philological Curiousties" (1921) contains many etymologic and are weighted in the favour of Arabic and Sindhi."(47)

بھیرومل مہرچند آڈوانی

بھیرومل سندھی زبان و ادب کے معروف اسکالر ہو گزرے ہیں۔ بھیرومل کی پیدائش ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ ثانوی تعلیم حیدر آباد کے معروف اسکول یونین اکیڈمی سے حاصل کی۔ بھیرومل نے پہلے ایکسائیز محکمے میں ۲۸ سال ملازمت کی۔ اس کے بعد ڈی جے سندھ کالج میں نومبر ۱۹۲۴ء میں سندھی لیکچرر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں ہندوستان ہجرت کر کے گئے اور وہاں پر ۱۹۵۰ء میں دیہانت کر گئے۔

ہدایت پریم بھیرومل کی علمی ادبی خدمات کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں :

> ''بھیرومل نے سندھی زبان و ادب کے حوالے سے مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی اور کئی کتب سندھی ادب کے خزانے میں منفرد اضافہ ہیں۔ سندھی زبان کے سلسلے میں آپ کی تصانیف یہ ہیں: سندھی بولی جی تاریخ، وڈو سندھی ویاکرن، غریب اللغات اور گلقند۔ کتاب ''سندھی بولی جی تاریخ'' میں بھیرومل نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ: سندھی زبان سنسکرت سے نسبت رکھتی ہے۔ (۴۸)

محمد سومار شیخ

محمد سومار شیخ، ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے سندھی شاعری، ادب کی تاریخ، ثقافتی تاریخ، لوک ادب کے ساتھ ساتھ سندھی لسانیات پر بھی کام کیا ہے۔ محمد سومار شیخ کی تصانیف کا ذکر ہدایت پریم یوں کرتے ہیں:

"سندھی زبان کے سلسلے میں محمد سومار شیخ کی تصانیف یہ ہیں: کچھیں جاقول (کچھ کے رہنے والوں کے اقوال) آریائی زبانوں، سندھی بولی پنج ہزار ورہیہ اگ (سندھی زبان پانچ ہزار سال پہلے)، سندھی اور پراکرت، سندھی اور سنسکرت، سندھی میں آوازن جاتبادلا (سندھی میں آوازوں کے تبادلے)، کاٹھ جی ہنرمندن جی لغت (لکڑی کے ہنرمندوں کی لغت) قابل ذکر ہیں۔"(۴۹)

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ مرحوم کی شخصیت علمی اورادبی حوالوں سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ پاکستان کے ممتاز محقق اور دانشور تھے جو اپنی علمی و تحقیقی خدمات کی بنا پر بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ آپ کی علمی خدمات کا دائرہ سندھی زبان کے علاوہ اردو، انگریزی، عربی، فارسی، بلوچی اور سرائیکی زبانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان تمام زبانوں میں آپ نے سب سے زیادہ سندھی زبان میں تحقیق کی اور سندھی زبان کی وہ بنیادی ضرورتیں پوری کیں جو کسی بھی زندہ زبان کے لیے حیات بخش ہیں۔ سندھی زبان کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی تصانیف یہ ہیں:

سندھی بولی ایں ادب جی مختصر تاریخ، سندھی صورتخطی ایں خطاطی، جامع سندھی لغات (پانچ جلدیں)، سندھی۔ اردو لغت، اردو۔ سندھی لغت، ہک جلدی سندھی لغت، روشنی (شاہ جو رسالو کی لغت) وغیرہ شامل ہیں۔

سراج الحق

مرحوم سراج الحق، ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ٹنڈو جام تحصیل و ضلع حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ سندھی ادب میں آپ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ جہاں آپ بطور شاعر، کہانی نویس، ناول نویس اور مقبول ڈرامہ نویس ہیں تو وہاں لسانیات میں بھی آپ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

اس ضمن میں آپ کی تصنیف ''سندھی بولی'' ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔ حال ہی میں اس کا انگریزی ترجمہ آپ کے فرزند امجد سراج نے کیا ہے۔ جو سندھی لنگوئج اتھارٹی نے شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین اور مقالے سراج الحق نے سندھی زبان کے حوالے سے تحریر کیے ہیں۔ جو مختلف سندھی جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ سندھی زبان کی اصل کے حوالے سے کئی نظریات معروف ہیں۔ جن میں سے سراج الحق کا نظریہ بھی خاصہ اہم ہے۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

پروفیسر علی نواز جتوئی

ہدایت پریم کے موجب:

> ''سندھ یونیورسٹی کے شعبہ سندھی میں لسانیات کی بنیاد کا سہرا پروفیسر علی نواز جتوئی کے سر جاتا ہے۔ آپ ۱۱ جولائی ۱۹۱۴ء میں نواب شاہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں حیدرآباد کے ایک کالج میں بطور لیکچرر خدمات سرانجام دیتے رہے بعدازاں ۱۹۵۳ء میں سندھ یونیورسٹی میں سندھی شعبہ میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ جہاں سے ۱۹۷۴ء میں بطور پروفیسر ریٹائر ہوئے۔ اس دوران ۱۹۶۳ء میں لسانیات میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لندن یونیورسٹی کے معروف تعلیمی ادارے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن دو سال کے لیے گئے۔ جہاں سے انہوں نے علم اللسان میں مہارت حاصل کی۔''(۵۰)

سندھی لسانیات کے حوالے سے پروفیسر صاحب کی کتاب ''علم لسان ائیں سندھی زبان'' بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں لسانیات کے ضمن میں سائنسی طرز پر معلومات فراہم کی گئی ہے۔ یہ کتاب لسانیات کے طالب علموں، عالموں اور محققوں کی رہنمائی کرتی ہے۔

ڈاکٹر غلام علی الانا

ڈاکٹر غلام علی الانا، پاکستان کے اُن معروف ماہرین لسانیات میں سے ہیں جنہوں نے لسانیات کے جدید اُصولوں کی مدد سے مطالعے کو سائنٹفک بنیادوں پر استوار کیا۔ سندھی زبان کے حوالے سے جتنا کام ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے پاکستان میں شاید ہی کسی اور زبان میں کسی نے کیا ہو۔ مُراد اِس سے یہ کہ سندھی زبان کے حوالے سے ڈاکٹر الانا کی خدمات گراں قدر ہیں۔ اس ضمن میں الانا صاحب کی مندرجہ ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں۔

سندھی صورت خطی، ۱۹۶۴ء، سندھی صوتیات، ۱۹۶۷ء، سندھی بولی جو بن بنیاد، ۱۹۷۴ء، سندھی زبان جی بنیادی لغت، ۱۹۷۳ء، سندھی زبان جی ودھایل بنیادی لغت، ۱۹۷۳ء، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، ۱۹۷۹ء، زبان اور ثقافت، ۱۹۸۷ء، سندھی بولی جو ابھیاس۔ ۱۹۸۷ء، سندھی معلم ۱۹۹۱ء، سندھی لنگنافون، سندھی بولی جی ارتقا، ۲۰۰۷ء، Arbic Element in Sindhi, Papers on Sindhi Language and Languistics سندھی بولی جو تشریحی گرامر وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں بہت سے تحقیقی مقالات اور مضامین مختلف رسائل اور جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر لچھمن مولچند خوبچندانی

سندھی زبان کے بین الاقوامی سطح پر معروف اسکالر، ماہر لسانیات ڈاکٹر خوبچندانی نے ۱۹۴۱ء میں امریکا کی پینسلوانیا یونیورسٹی سے ایم اے لسانیات میں کیا۔ اس ڈگری کے لیے انہوں نے "The Phonology and Morpho Phonemics of Sindhi" کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۶۲ء میں اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اور اس کے لیے انہوں نے تحقیقی مقالہ بعنوان "The Acculturation of Indian Sindhi to Hini: A Study of Languge in Contact" لکھا۔

ڈاکٹر خوبچندانی کے بارے میں ہدایت پریم بیان کرتے ہیں کہ :

"ڈاکٹر صاحب ہندوستان کے معروف ڈیکن کالج سے بھی منسلک رہے۔ وہاں جب ۱۹۴۱ء میں لسانیات کا شعبہ قائم ہوا تو اس کی ترقی اور ترویج میں ڈاکٹر خوبچندانی کا بڑا حصہ ہے۔ ڈیکن کالج میں جامع سندھی۔انگریزی ڈکشنری کا منصوبہ تیار کیا گیا جس کے دو حصے ڈاکٹر خوبچندانی نے تیار کر کے ۱۹۶۸ء میں شائع کیے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بہت سے تحقیقی مقالات بھی سندھی زبان کے حوالے سے لکھے، جن میں خاص طور پر مندرجہ ذیل مقالات نمایاں ہیں:

1. Contrastive Study on Sindhi and Hindi Sound Structures.
2. Writing Systems of Sindhi.
3. A Grammatical Sketch of Sindhi."(51)

ڈاکٹر الہداد بوہیو

ڈاکٹر الہداد بوہیو معروف سندھی دانشور، تعلیمدان، نقاد اور ماہر لسانیات ہو گزرے ہیں۔ سندھ کے علمی، ادبی حلقوں میں تنقید اور لسانیات کے میدان میں مثالی خدمات کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ ہدایت پریم کے مطابق:

"ڈاکٹر بوہیو ۸ اگست ۱۹۳۴ء میں ضلع لاڑکانہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء میں ڈاکٹر غلام علی الانا کی سرپرستی میں "سندھی بولی جو سماجی کارج" کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا یہ تحقیقی مقالہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ سندھی زبان کے حوالے سے آپ کے بہت سے مقالات اور مضامین سندھی زبان کے مختلف رسالوں اور جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں "اسان جی ان گالھایل زبان" سہ ماہی مہران۔ ۲ ،

۱۹۷۱ء، ''بولی ائیں آواز''، سہ ماہی مہران۔۱، ۲ ۱۹۷۲ء، سندھ بولی جو سماجی کردار ماہنامہ نئیں زندگی، مئی۔ جون ۱۹۷۲ء، ''نشان، علامت ائیں اہجان''، مہران۔۱، ۱۹۷۶ء قابل ذکر ہیں۔ بوہیو صاحب نے ۱۶، جولائی ۱۹۹۴ء میں وفات پائی۔''(۵۲)

محمد عمر چنڈ

محمد عمر چنڈ، سندھی زبان کے ماہر ہیں۔ اس سلسلے میں ہدایت پریم لکھتے ہیں:

''انہوں نے جدید لسانیات کی تعلیم امریکا سے حاصل کی ہے۔ سندھی میں لسانیات کے موضوع پر ان کی لکھی ہوئی اہم کتاب ''لسانی جاگرافی ائیں بولی جو آرادھایوں'' ہے۔ اس وقت آپ نیوزیلینڈ میں قیام پذیر ہیں۔''(۵۳)

ڈاکٹر محبت برڑو

بنیادی طور پر ڈاکٹر محبت ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے۔ ان کو سندھی زبان سے بے انتہا پیار تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے کچھ علمی مضامین بھی لکھے جو مختلف جریدوں اور رسائل میں شائع ہوئے، جن میں ''الفا بیٹ، رسم الخط، اسکرپٹ''، ''جامع سندھی لغات جو جائزو''، ''ضمیری پچھاڑیوں ائیں صحیح سندھی بولی'' قابل ذکر ہیں۔ مضمون ''ضمیری، پچھاڑیوں ائیں صحیح سندھی بولی'' ایک عالمانہ مضمون ہے۔ جس میں ان کا نکتۂ نظر بالکل واضح ہے کہ جس کو ہدایت پریم یوں بیان کرتے ہیں:

''جس صورت میں سندھی زبان میں دوہرے ضمیری لاحقوں کا نظام موجود ہے، اس لیے جملوں میں پہلے فاعل آنا یا ہونا، جملے میں دہرانا ہوتا ہے اس لیے وہ جملے گرامر کے مطابق غلط ہونے چاہئیں۔''(۵۴)

ڈاکٹر محبت کو سندھی، اُردو، فارسی، عربی، ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں پر بھی عبور

حاصل تھا۔ وہ الفاظ کی اصل (Roots) کو سمجھتے تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو:

..."وہ نہ صرف سندھی، انگریزی، اردو بلکہ عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت کے الفاظ اور ان کے مصدروں کا بھی علم رکھتے تھے۔ وہ سندھی لغت کو باقاعدہ استعمال کرتے ہوئے الفاظ اور اصطلاحوں کی معنیٰ اور روح تک رسائی کی اہلیت رکھتے تھے۔ سندھی لفظ کی بنیاد، اشتقاق اور اصلیت کا بھی علم رکھتے تھے۔ اس طرح وہ اس قابل تھے کہ مختلف علوم متعلق سندھی میں الفاظ اور اصطلاحیں بنا سکے۔ ایسی اہلیت ہونے کی وجہ سے اگر میں اسے سندھی زبان کا لیکسیکالاجسٹ (Lexicologist) لفظ کی ساخت کا مطالعہ کر کے، پس منظر، تاریخ اور معنیٰ جاننے والا، کہوں تو بڑھاوا نہ ہوگا۔ آج جب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں تو ایسے لگتا ہے کہ نہ صرف سندھی زبان پر کام کرنے والا ایک اہم آدمی ہم سے بچھڑا ہے بلکہ زبان کا ایک اہم لفظ ہم سے گم ہو گیا ہے، جس کا نعم البدل شاید بڑے عرصے تک مل نہ سکے۔"(۵۵)

ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو

ڈاکٹر عبدالجبار مرحوم، ۲۶ نومبر ۱۹۳۵ء میں ضلع بدین کے گاؤں پیر فتح الدین شاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ۵۰ سے زائد کتب مختلف موضوعات پر شائع ہو چکی ہیں۔ سندھی زبان کے حوالے سے آپ کی مندرجہ ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

لاڑ جی لغات ۱۹۷۵ء، سندھی ادب جی مختصر تاریخ، ۱۹۷۳ء، (جس میں پہلے باب میں سندھی زبان کی اصل کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے)، سندھی شاعری تے فارسی شاعری جو اثر ۱۹۸۰ء، (جس میں سندھی زبان پر فارسی زبان کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے)، لاڑی ائیں کچھی، سندھی زبان جی ماہیت وغیرہ۔

پوپٹی ہیرانندانی

سندھی ادب میں چند ایسی خواتین ہو گذری ہیں، جنہوں نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے ان میں سے پوپٹی ہیرانندانی بھی ایک ہیں۔ پوپٹی ۱۷ ستمبر ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد، سندھ میں پیدا ہوئی۔ پوپٹی بطور کہانی نویس، ناول نویس سندھ میں معروف ہیں۔ مگر انہوں نے لسانیات کے موضوع پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتابیں "بھاشا شاستر"، سندھی بولی، بولی تمھنجی ماءُ اور ہسٹری آف سندھی لٹریچر (جس میں سندھی زبان کے متعلق معلومات موجود ہے) شامل ہیں۔ بقول ہدایت پریم، سندھی زبان کے متعلق پوپٹی کا خیال ہے کہ:

> "سندھی، سنسکرت سے نہیں نکلی مگر سندھی اور سنسکرت کی بنیاد ایک ہی ہے۔ دونوں کا سرچشمہ وادیٔ سندھ کی اصل آریائی زبان ہے۔"(۵۶)

میمن عبدالمجید سندھی

میمن عبدالمجید سندھی، سندھی زبان کے معروف اسکالر ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ سندھی زبان کے متعلق آپ کے کئی مضامین، مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ لسانیات کے موضوع پر آپ کی دو کتابیں "شکارپور جی بولی" اور "لسانیات پاکستان" بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

حکیم فتح محمد سیوہانی

سندھی کے معروف شاعر اور نثر نویس ہو گزرے ہیں۔ لسانیات کے میدان میں آپ کی کتاب "آفتابِ ادب عرف ساہت جو سج" ایک یادگار کتاب کے طور پر جانی جاتی ہے۔ جو ۱۹۵٦ء میں سندھی ادبی بورڈ نے شائع کی۔ ہدایت پریم کے مطابق:

> "حکیم صاحب کی یہ کتاب سندھی زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے۔"(۵۷)

ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی

ہدایت پریم، داد محمد خادم بروہی کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

> "ڈاکٹر داد محمد، ۴مارچ ۱۹۴۰ء کو جیکب آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام نیک محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم جیکب آباد اور کشمور میں حاصل کی۔ نویں جماعت سے پی ایچ ڈی تک خانگی اُمیدوار کے طور پر امتحان پاس کئے۔ نثر اور نظم پر طبع آزمائی کی ہے۔ صحافت سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ ڈاکٹر داد محمد پانچ زبانوں سندھی۔ براہوی، سرائیکی، اردو اور پنجابی پر مہارت رکھتے تھے۔ ان پانچوں زبانوں میں ان کی تحاریر شائع ہوتی رہی ہیں۔"(۵۸)

ڈاکٹر داد محمد کا سندھی زبان کے حوالے سے پسندیدہ موضوع "سندھی زبان کے لہجے" ہے۔ جس پر انہوں نے بہت سے مضامین اور مقالے لکھے جو مختلف رسائل اور جرائد میں چھپے۔ آپ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے بعنوان "سبی خطے میں سندھی زبان کے محاوروں کا لسانی جائزہ" میں بھی سندھی زبان کے لہجوں کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ سندھی زبان کے سلسلے میں "سندھی اور براہوی بولی جو تقابلی مطالعو اور سندھی۔ براہوی لغت" آپ کی تصانیف سندھی لینگویج اتھارٹی نے شائع کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو

ہدایت پریم، ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو کا تعارف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> "ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو، ضلع لاڑکانہ کے شہر باڈہ میں یکم جنوری ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر اور ثانوی تعلیم لاڑکانہ سے حاصل کی، بی۔اے گورنمنٹ کالج لاڑکانہ سے کیا اور ایم اے (سندھی) ایم اے (صحافت) سندھ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ۱۹۷۷ء میں بطور لیکچرر

سندھی مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں سنٹرل اوورسیز ٹریننگ پروگرام کے سلسلے میں برطانیہ گئے۔ جہاں سے ۱۹۹۴ء میں ایسیکس یونیورسٹی سے لسانیات میں پی ایچ ڈی کرکے آئے۔ آپ کی پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کا عنوان "Study of Language Variation and Change in Sindhi Spoken in Sindh" (شہری اور دیہاتی سندھی زبان کا سماجی لسانیاتی تقابلی مطالعہ) تھا۔"(۵۹)

ڈاکٹر صاحب کا یہ تحقیقی مقالہ پہلے جرمنی میں ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا اور اس کا پاکستانی ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ اسی مقالے کا سندھی ترجمہ سندھی لینگوئج اتھارٹی نے عبدالغفار صدیقی اور مراد علی مرزا سے ۲۰۰۳ء میں کرایا ہے جو اب اتھارٹی کے اشاعتی پروگرام میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب لسانیات کے موضوع پر سندھی بولی "لسانیات کھاں سماجی لسانیات تائیں" سندھیکا اکیڈمی کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مرزا خوشی محمد نے کیا ہے، جو اشاعت کے مراحل میں ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کے اور بھی مضامین اور مقالے سندھی زبان کے حوالے سے شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر حیدر سندھی

ہدایت پریم کے مطابق:

"پروفیسر ڈاکٹر غلام حیدر برڑو بالمعروف حیدر سندھی گاؤں مبارک برڑو تحصیل مورو میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک ڈی سی ہائی اسکول نواب شاہ سے پاس کیا۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی سندھ یونیورسٹی جام شورو سے کیا۔"(۶۰)

۱۹۷۳ء میں بطور لیکچرر سندھی، قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ مطالعہ

پاکستان میں مقرر ہوئے اور اسی ادارے سے بطور ڈائریکٹر ۲۰۰۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ ڈاکٹر حیدر سندھی کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ہے "پاکستان جی صوبائی ایں علاقائی زبانن میں سندھی زبان جی علمی، ادبی ایں لسانی حیثیت" مذکورہ تحقیقی مقالے اور دیگر تصانیف جن میں سندھی زبان وادب کی تاریخ، پاکستان کا لسانی جغرافیہ، ہمارا لسانی وادبی ورثہ وغیرہ میں ڈاکٹر صاحب نے سندھی زبان کی اصل، رسم الخط اور لہجوں پر اپنی تحقیق کی روشنی میں بحث کی ہے۔

ڈاکٹر فہمیدہ حسین

معروف مصنفہ، اسکالر، نقاد ڈاکٹر فہمیدہ حسین ۵ جولائی ۱۹۴۵ء پر ٹنڈو جام ضلع حیدر آباد میں پیدا ہوئی۔ آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کی مالک ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ مختلف علمی وادبی اداروں کی سربراہ بھی رہ چکی ہیں۔ جن میں چیئرپرسن شعبہ سندھی، کراچی یونیورسٹی، ڈاریکٹر شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر، کراچی یونیورسٹی، چیئرپرسن سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدر آباد سندھ۔ آپ نے سندھی زبان کے حوالے سے کئی مضامین اور مقالات تحریر کئے جو شائع ہو چکے ہیں۔ لسانیات کے معروف اسکالر گریئرسن کی شاہکار کتاب "Linguistic Survey of India" کی آٹھویں جلد کا سندھی میں ترجمہ "برصغیر جی بولین جو لسانیاتی جائزو" کے عنوان سے کیا ہے۔ جو سندھی لنگویج اتھارٹی نے دو مرتبہ شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب "آؤ سندھی سیکھیں" بھی سندھی لینگویج اتھارٹی نے شائع کی ہے۔

❖......❖......❖

سندھی زبان کے ادارے

سندھی ادبی بورڈ، جام شورو

یہ بورڈ مرکزی مشاورتی بورڈ کے نام سے جی۔ ایم سید نے سندھ حکومت کے وزیر کی حیثیت سے ۱۹۴۰ء میں قائم کیا تھا اور پانچ ہزار سالانہ اس کی گرانٹ مقرر کی تھی۔ موجودہ سندھی ادبی بورڈ مرکزی مشاورتی بورڈ قائم شدہ ۱۹۴۰ء کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اس بورڈ نے سندھی ادب اور زبان کی ترقی کے لیے بہت کام کیا ہے۔ بورڈ کی جانب سے معیاری کتب پر انعامات دیے گئے ہیں۔ کل سندھ کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ دو جلدوں میں سندھی زبان میں سائنسی اور فنی محاورات شائع کیے گئے۔ سندھی میں لغت کی تیاری میں علمائے سندھ مثلاً فتح محمد سیوہانی، مولوی دین محمد وفائی، بھیرومل مہرچند، لعل چند، ڈاکٹر داؤد پوتہ، عثمان علی انصاری وغیرہ کی خدمات حاصل کیں۔ پہلی جلد شائع ہونے تک ملک تقسیم ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں اس کے مقاصد حسب ذیل قرار پائے:

۱۔ جو سندھی شہ پارے نایاب ہو گئے ہیں ان کو دوبارہ زیورِ طبع سے آراستہ کرنا، ادبا، شعراء کے مضامین، مخطوطات شائع کرنا۔

۲۔ قدیم سندھی مصنفین کے نادر نسخوں کا حسب ضرورت ترجمہ کرانا۔

۳۔ قومی اور ملکی اہمیت کی نئی کتابیں مرتب کر کے شائع کرنا، نیز دوسری زبانوں سے تراجم کرنا۔[۶۱]

۱۹۵۱ء میں نئی انتظامی تبدیلیوں کے بعد، اس ادارے نے مختلف تحقیقی اور اشاعتی اسکیمیں تجویز کیں جو آگے چل کر عمل میں بھی لائی گئیں۔ سندھی ادبی بورڈ نے مختلف اسکیمیں شروع کیں جو پایۂ تکمیل تک پہنچیں اور ان کے تحت کیا گیا کام مستند ٹھہرا ان میں سے نمایاں اسکیمیں یہ ہیں۔ سندھ کی تاریخ مرتب کرنا، سندھی لوک ادب کو جمع کر کے شائع

کرنا، جامع سندھی لغات کی ترتیب، سندھ کے صوفی شعراء کے کلام کی اشاعت، مشہور اور نمایاں غیر ملکی فن پاروں کے تراجم شائع کرنا، عربی اور فارسی کتابوں کی اشاعت، سندھ میں بچوں کے لئے کتب کی اشاعت، عوامی کتابچے شائع کرنا اور باقاعدہ ایک سہ ماہی جریدہ کا مسلسل اجرائی۔ اس تمام عرصے میں بورڈ نے تقریباً ۲۳۰ کتابیں شائع کی ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں مرکزی یا صوبائی حکومت کے کسی ادارے نے کتابیں شائع نہ کی ہوں گی۔ ان تمام اسکیموں میں نمایاں کام سندھ کی تاریخ ترتیب اور تحریر و اشاعت کے سلسلے میں ہوا جس میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ تاریخ اپنے ادوار کی اہمیت اور سلسلے کے ساتھ لکھی جا سکے۔ اس کی پہلی دو جلدیں سندھ میں مسلمانوں کی فتح سے پہلے کے دور سے متعلق ہیں جو انگریزی اور سندھی زبانوں میں شائع ہوئیں۔ تیسری جلد سندھ میں مسلمانوں کی فتح کے بعد سے متعلق ہے۔ چوتھی جلد سمہ اور سومرہ دورِ حکومت سے متعلق، کلہوڑہ دورِ حکومت پر بھی دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور تالپور اور انگریزی دورِ حکومت پر بھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ بورڈ کا دوسرا کارِ نمایاں سندھی لوک ادب کی اسکیم ہے۔ جس پر اپنے طرز کا منفرد کام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی خطے کا لوک ادب وہاں کے لوگوں کی امنگوں اور خواہشوں کا مظہر ہوتا ہے۔ اِن کا رہن سہن، رسوم و روایات سب لوک ادب کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہیں۔ سندھ لوک ادب اور ورثے کی دولت سے مالا مال ہے اور اس کے لوک ادب کی مختلف اصناف کو ایک جگہ جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن یہ بہت ہی مشکل کام جناب ڈاکٹر بلوچ کی کاوشوں سے پائیہ تکمیل کو پہنچا اور لوک ادب کی مختلف اصناف کو ۴۰ جلدوں میں جمع کر کے شائع کیا گیا۔

سندھی ادبی بورڈ کی کارکردگی اور کارناموں کا ذکر مہتاب اکبر راشدی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''سندھی ادبی بورڈ کا یہ کارنامہ بلاشبہ تہذیب و ثقافت کی ترویج و ترقی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی بنائی ہوئی راہ اب گویا دوسرے

صوبوں کے لئے مثال ہے۔ اسی طرح اس ادارے کی طرف سے جامع سندھی لغات سندھی زبان کے الفاظ کے وسیع ذخیرے کے پیش نظر چار جلدوں کی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام بنا، جو شائع ہو چکی ہیں۔ صوفی شعراء کا کلام جمع کر کے شائع کرنا ایک بڑا کام ہے۔ سندھ کی تہذیب پر اس کے صوفی بزرگوں کے خیال اور افکار کی چھاپ لگی ہوئی ہے گویا سندھ کے عوام کی نفسیات کی تشکیل میں اِن بزرگوں کے کلام کا بڑا گہرا دخل ہے۔ سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے تقریباً تمام نمایاں اور نمائندہ صوفی بزرگوں کا کلام شائع کیا گیا ہے۔ جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ اس کے علاوہ ترجموں کی اسکیم کے تحت انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کی نمائندہ اور شاہکار کتب کے سندھی زبان میں تراجم شائع کئے گئے۔ اس کے علاوہ قدیم قلمی نسخوں میں سے حدیث شریف، سیرت النبیؐ، فقہ، اسلامی تاریخ، تصوف اور دیگر عنوانات پر بیالیس کتابیں ایڈٹ کر کے شائع کی جا چکی ہیں۔ اس اشاعتی منصوبے کی وجہ سے اسلامی دور کے کتنے ہی انتہائی اہم ابواب منتشر اور ضائع ہونے سے بچا کر نہ صرف محفوظ کر لئے گئے، بلکہ عام لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں۔"(۶۲)

اس کے علاوہ بچوں کے لئے ایک باقاعدہ ماہنامہ "گل پھل" کے نام سے ۱۹۵۹ء سے ابھی تک شائع ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس رسالے کے علاوہ بچوں کی دلچسپی کی چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کی گئیں، جن میں سے بیشتر کتب سندھ کے مشہور عالم شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ کی لکھی ہیں۔ "مہران" اس ادارے کا سہ ماہی جریدہ ہے جو ۱۹۵۵ء سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے اور اپنے مواد کے انتخاب اور پیشکش کے لحاظ سے ملک کے نمایاں جرائد میں سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ خواتین کا بھی ایک ادبی جریدہ ماہنامہ "سرتیوں" کے نام سے مسلسل شائع ہوتا ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، جام شورو

سندھ یونیورسٹی کا انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی ۱۹۲۶ء میں قائم ہوا تھا۔ اس وقت اس کا نام ''سندھی اکیڈمی'' تھا اور سندھ یونیورسٹی کا ایک ایڈوائزری بورڈ اس کا نگران تھا۔ اس کے مقاصد حسبِ ذیل تھے:

(۱) تحقیقی لائبریری قائم کرنا۔

(۲) بیورو آف پروڈکشن، نشرواشاعت و ترجمہ کا اہتمام کرنا۔

۱۹۶۴ء میں ایڈوائزری بورڈ نے اس کا نام 'سندھی اکیڈمی' سے ''دی انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی'' تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور درج ذیل پروگرام تجویز کیے:

۱۔ مطالعہ تہذیب وادیٔ سندھ، بابلی تہذیب اور مصری تہذیب کے محققین سے رابطہ قائم کرنا۔

۲۔ سوشل اور نیچرل سائنس کے میدان میں ترجمہ اور حقیقی تخلیقی کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ وہ چھپ سکیں۔

۳۔ اس امر کی کوشش کرنا کہ سندھ میں سوشل اور نیچرل سائنس سے متعلق مواد تیار اور شائع ہو۔ اس ضمن میں سندھ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں کے محققین کے علاوہ باہر کے محققین سے رابطہ قائم کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ وہ سوشل اور نیچرل سائنس کے میدان میں مزید تخلیقی کام کر سکیں۔

۴۔ طے پایا کہ مندرجہ ذیل موضوعات پر کتب لکھوائی جائیں جن کا عنوان ''سندھ سیریز'' ہو:

(۱) سندھ کی سیاسی تاریخ (۲) سندھ کی سماجی تاریخ (۳) سندھ کی اقتصادی تاریخ (۴) سندھ کا جغرافیہ (۵) تاریخ سندھ (۶) سندھ کی ادبی تاریخ (۷) سندھ کی تاریخی شخصیات (۸) سندھ کی معدنیات (۹) سندھ کی اقتصادیات۔

سندھ کا بین الاقوامی سطح پر تعارف کرانے کے لیے غیر ملکی زبانوں میں ضروری

تحقیقی مواد شائع کرنا۔

۱۔ انگریزی زبان میں جو مواد پہلے سے موجود ہے اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرنا۔

۲۔ غیر ملکی محققین کی متعدد نایاب کتابیں جو تاریخ سندھ، ثقافت، سندھی زبان اور گرامر پر موجود ہیں وہ محققین کو مہیا کرنا تاکہ ان کو اپنے منصوبہ پر مزید کام کرنے میں آسانی ہو۔

۳۔ خود سندھی زبان میں بہت سی بنیادی کتابیں موجود ہیں جو شائع نہیں ہو سکی ہیں۔ محققین اور طلبہ کو ان کی مسلسل ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض ایسی اہم کتب شائع کرنے کا پروگرام جو محققین کے لیے بطور حوالہ جاتی مواد مفید ہو اور عام قاری کے لیے کارآمد ہو۔

۴۔ مختلف رسائل میں جو مقالہ جات سندھیالوجی کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوں ان کو یکجا کر کے دوبارہ ان کی اشاعت کرنا۔

۵۔ ایسے غیر ملکی محققین سے رابطہ قائم کرنا جو مطالعۂ سندھ میں دلچسپی رکھتے ہوں اور سندھیالوجی کے میدان میں سرگرم عمل ہیں۔

۶۔ سندھ سے متعلق پالیسیوں کے بارے میں کتب کی تدوین و اشاعت۔

۷۔ غیر ملکی زبانوں کے شائع شدہ مواد میں جو کارآمد چیزیں ہوں ان کو سندھی میں ترجمہ کر کے شائع کرنا۔

۸۔ سندھیالوجی پر کتابوں کی عام طور پر لکھائی چھپائی کا کام کرنا۔

۹۔ غیر مطبوعہ کتب نیز وہ کتب جو اگرچہ چھپ چکی ہیں لیکن اب نایاب ہیں، خصوصاً وہ کتب جو خود سندھیوں نے عربی و فارسی میں لکھی ہیں ان کو دوبارہ شائع کرنا۔

۱۰۔ لغات، تاریخی سروے شائع کرنا۔ تاکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر محققین کے کام آسکیں۔ بنیادی تاریخ، عمومی ثقافت، ادب اور فنونِ لطیفہ میں تحقیق کو فروغ دینا۔

۱۱۔ سندھ سے متعلق مواد پاکستان کے دوسرے شہریوں کے لیے شائع کرنا اور اردو و

علاقائی زبانوں میں بنیادی ترجمہ کرنا۔

۱۲۔ لائبریریوں کے ذرائع و وسائل کو ترقی دینا تاکہ مطلوبہ مواد مطبوعہ شکل میں محققین کو بآسانی میسر آسکے۔ (۲۳)

انسٹی ٹیوٹ نے اب تک بہت سی کتابیں شائع کی ہیں، جن میں سے چند اہم کتب یہ ہیں:

(۱) رسالو شاہ عبداللطیف ترجمہ شیخ ایاز، (۲) ہسٹاریکل جغرافیہ سندھ، (۳)سندھی۔ اردو ڈکشنری از این بی بلوچ و ڈاکٹر غلام مصطفی خان، (۴) انگلش۔ سندھی ڈکشنری از پرمانند میوارام، (۵) سندھی۔ انگلش ڈکشنری از پرمانند میوارام، (۶) شیخ ایاز کی شاعری کا پنجابی ترجمہ از احمد سلیم، (۷) سندھی بولی جو سماجی کارج از ڈاکٹر اللہ داد بوھیو، (۸)سندھ کا لسانی جغرافیہ، از ڈاکٹر غلام علی الانا وغیرہ۔

محترمہ مہتاب اکبر راشدی نے ایک انٹرویو میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کی کارگردگی کے بارے میں بتایا:

> ''۱۹۶۲ء میں اس کا قیام ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کی سندھ یونیورسٹی کی وائس چانسلری کے دور میں عمل میں آیا تھا۔ اس کی تشکیل میں بہت بڑے بڑے لوگوں کا ہاتھ رہا ہے۔ ان میں پیر حسام الدین راشدی، حنیف صدیقی اور سید غلام مصطفی شاہ شامل ہیں۔ دو سال کے بعد اس کا نام 'سندھی اکیڈمی' کی جگہ ''انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی'' رکھا گیا۔ یہ بہت بڑا اور اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے۔ یہ پورے پاکستان میں منفرد مرکز ہے جس کا اہم کام اور مقصد یہ ہے کہ سندھ کی تاریخ و ثقافت کو ہر ممکن ذریعہ سے محفوظ رکھا جائے۔ اس میں جو حوالہ جاتی لائبریری ہے اس میں سندھ کے بارے میں جس زبان میں بھی جو کچھ لکھا گیا وہ موجود ہے۔ سندھ کے بارے میں خاص طور پر اور پاکستان کے لیے عام طور پر سارا مواد موجود ہے۔ ہمارے پاس نوے (۹۰) ہزار کے

قریب کتابیں ہیں اور اردو، سندھی، انگریزی اخبارات محفوظ کیے جاتے ہیں۔ آٹھ سو کے قریب مسودات ہیں۔ میوزیم ہے جس میں سندھ کی تمام قوموں سے متعلق معلومات ہیں۔ فوٹو گرافی کا شعبہ ہے جس میں سندھ سے متعلق تصویری ریکارڈ ہے۔ ساؤنڈ اینڈ فلم سیکشن ہے۔ سوشل تقاریب ہم ریکارڈ کرتے ہیں۔ لوک میوزک کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ آڈیو وڈیو لائبریری ہے۔ مائیکرو فلم اور مطبوعات کا شعبہ ہے۔ ہر سال کم از کم دس کتابیں شائع کی جاتی ہیں۔ انگلش اور سندھی میں مجلے و رسائل نکلتے ہیں۔ تقریباً ۷۵ افراد کا عملہ ہے۔ ہم جدید ترین سہولتوں اور ذرائع سے مالامال ہیں۔ دنیا بھر سے محققین آکر سندھ پر تحقیق ہمارے انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے کرتے ہیں"۔ (۲۴)

بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، بھٹ شاہ

۱۹۵۴ء میں سب سے پہلے ایک یادگار کونسل بنائی گئی جس میں آغا تاج محمد، پیرزادہ عبدالستار، مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ، میران محمد شاہ، عبداللہ چنا، بیگم زینت عبداللہ وغیرہ شامل تھے۔ یہی کونسل آگے چل کر بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کی شکل اختیار کر گئی۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا نام "بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کمیٹی" رکھا گیا۔ جس کے چیئرمین حیدرآباد ڈویژن کے کمشنر مقرر کیے گئے اس کے گیارہ ممبران ہیں۔ جن کا حکومتِ سندھ کے مختلف محکموں سے تعلق ہے او محکمہ ثقافت سندھ کے ڈائریکٹر کمیٹی کے سیکریٹری ہوتے ہیں۔

سید مصطفیٰ علی بریلوی، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کے بنیادی مقصد اور وہاں پر سہولیات کا ذکر کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اس مرکز کا بنیادی مقصد شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام، پیغام اور اس کے ثقافتی پہلو کی ترقی اور ترویج ہے۔ مرکز کے زیر اہتمام ایک ریسٹ ہاؤس، میوزیم، آرٹ گیلری، لائبریری، ریڈنگ روم، محققین اور موسیقی کے

اسکول کے طلبہ کے لیے ایک ہوٹل اور جلسہ گاہ تعمیر ہوئیں۔ میوزیم میں سندھی ہنر کے نادر نمونوں کے علاوہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی چند ذاتی اشیاء مثلاً طنبورہ، تاج، کمر بند وغیرہ رکھے گئے ہیں۔ یہ ثقافتی مرکز ہر سال شاہ کے عرس کے موقع پر بڑے پیانہ پر علمی، ادبی اور ثقافتی تقریبات منعقد کرتا ہے۔ ہر سال یہاں ایک کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ اس میں پڑھے گئے سندھی زبان کے مقالے شائع کیے جاتے ہیں۔"(۶۵)

اس ادارے کے زیرِ انتظام بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں نمایاں طور انگریزی میں مرزا قلیچ بیگ کی لکھی ہوئی شاہ عبداللطیف بھٹائی کی سوانح عمری، ڈاکٹر گربخشانی کا مرتب کیا ہوا "شاہ جو رسالو"، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا ترتیب دیا ہوا "شاہ جو رسالو"، "سندھی موسیقی کا ارتقا" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدر آباد

سندھی لنگویج اتھارٹی کا قیام ۱۹ نومبر ۱۹۹۰ء میں سندھ اسمبلی کے پاس شدہ بل کی روشنی میں عمل میں آیا اور اس نے فروری ۱۹۹۱ء پر باقاعدہ کام کی شروعات معروف تعلیمی ماہر، دانشور اور عالم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی چیئرمین شپ میں کیا۔ اس ادارے کے قیام کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو نے سندھی لینگوئج اتھارٹی کے قیام کے مقاصد کو اپنی مرتب کردہ دو سالہ رپورٹ میں یوں بیان کیا ہے:

"۱۔ سندھی زبان کی ترقی کے لیے طریقے اور ذرائع سوچنا، صوبائی زبان کی حیثیت سے سندھی میں تعلیم اور سندھی کی ترقی اور استعمال کے لیے ضروری اقدامات اٹھانا اور قومی اتفاق اور اتحاد والی لسانی ترقی اور قومی مفاہمت اور اتحاد والے مقاصد حاصل کرنا۔

۲۔ سندھی زبان کی حیثیت کو ہر سطح پر صوبائی حکومت کے سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر خواہ دیگر خود مختار اداروں اور مکانی اداروں کے دفاتر میں رائج کرنا۔

۳۔ سندھ پبلک سروس کمیشن کے تعاون سے مقابلے کے امتحانات میں سندھی زبان کے استعمال کے لیے راہ ہموار کرنا۔

۴۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات اور دیگر اشاعتی اداروں میں سندھی زبان کے درست استعمال کو منظم کرنا اور ترقی دلانا۔

۵۔ لغات، انسائیکلوپیڈیا، حوالاتی کتابوں، سائنسی کتب اور رسائل کو تیار کرنا اور شائع کرنا۔

۶۔ سائنسی اور معاشرتی علوم سے متعلقہ فنی اصطلاحات کو سندھی میں ترجمہ کرنا اور شائع کرنا۔

۷۔ سندھی میں کمیونٹی کے فنی استعمال، ٹائپ کے نئے طریقوں اور مختصر نویسی لکھانے کے لیے تعلیمی تربیتی پروگرام عمل میں لانا۔

۸۔ قومی زبان (اُردو) اور پاکستانی زبانوں کو قریب لانے کے مقصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تاریخ اور ادب کی اہم سندھی کتب کو اُردو، پشتو، پنجابی، بلوچی اور دیگر پاکستانی زبانوں میں تراجم کی صورت میں شائع کرنا۔

۹۔ بین الاقوامی سطح پر مفاہمت، فوائد اور قدردانی کی خاطر عالموں، ادیبوں کی معیاری سندھی تصنیفات کو انگریزی میں ترجمہ کروانا وغیرہ شامل ہیں۔"[۶۶]

سندھی لنگویج اتھارٹی نے اب تک ۳۱۰ سے زیادہ کتب شائع کی ہیں جن میں اکثریت کا تعلق سندھی زبان سے ہے۔ اس کے علاوہ سندھی لینگویج اتھارٹی کا اہم کارنامہ سندھی زبان کا کئی جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا سندھیانہ کی تیاری اور اشاعت ہے جس کے نو (۹) جلد ڈاکٹر فہمیدہ حسین کی نگرانی میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب تک گیارہ جلد شائع ہو چکے ہیں، دسواں جلد عبوری چیئرمین کے دور میں، جب کہ گیارہواں جلد ڈاکٹر عبدالغفور میمن کی زیر نگرانی شائع ہو گیا ہے۔ باقی دو جلدوں پر بھی کام جاری ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغفور میمن کے زیر نگرانی لغت نویسی کے حوالے سے مختلف لغات پر کام ہو رہا ہے، جس میں مفصل

سندھی لغت کے علاوہ مختلف مضامین وفنون کی لغات تیار ہو رہی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ایک شش ماہی تحقیقی جرنل "سندھی بولی" بھی یہاں سے باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے اور اب اس کو HEC کے تحقیقی پالیسی کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

سندھی ادبی سنگت، سندھ

سندھی ادبی سنگت جو کہ سندھی ادیبوں کی ایک تنظیم ہے اور یہ ایشیا کی سب سی بڑی ادبی تنظیم ہے۔اس تنظیم کے ارتقا اور کردار پر ڈاکٹر ادل سومرو نے ڈاکٹر تنویر عباسی کی نگرانی میں شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

سندھی ادبی سنگت، سندھ کے مقاصد میں اشاعتی کام کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے اور سنگت کے قائم ہونے کے پس منظر میں جو اہم نکات ہیں۔ان میں جدید خواہ قدیم ادب کی اشاعت، سندھی ادب کا مختلف زبانوں میں تراجم کروانا، ایک ادبی مخزن "سنگت" شائع کرنا شامل ہے۔اب تک سندھی ادبی سنگت بہت سی کتابیں، رسائل سووینیئر شائع کر چکی ہے اور آگے بھی ان شاءاللہ کرتی رہے گی۔

مہران آرٹس کونسل، حیدر آباد

مہتاب اکبر راشدی کے مطابق:

> "مہران آرٹس کونسل، حیدر آباد کا قیام ۱۹۶۲ء میں عمل میں آیا۔اس کے زیرِ اہتمام مختلف موضوعات پر مذاکرے، سیمینار، کانفرنسیں اور نمائشیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ گو کہ یہ ادارہ کچھ اسباب کی بنا پر زیادہ فعال نہیں رہا، لیکن پھر بھی اس کے زیرِ اہتمام کچھ چیدہ چیدہ عنوانات پر اہم کتب شائع ہوئی ہیں۔" (٦٧)

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد

برِصغیر کے نامور عالم اور محدث شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام پر قائم کیا ہوا یہ ادارہ ۱۹۶۳ء میں حیدر آباد میں وجود میں آیا۔ اس کا قیام سندھ کی ایک نامور اور علم دوست بزرگ شخصیت سید عبدالرحیم شاہ سجاولی کی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ جنہوں نے اپنی زمین کی پیداوار کی آمدن کا ایک بڑا حصہ اس ادارے کے نام وقف کر دیا جو بعد میں حکومتِ پاکستان کے محکمۂ اوقاف کی منظوری سے فعال بنا۔ اس ادارے کے دائرہ کار میں شاہ ولی اللہ کی کتابیں اُسی زبان میں اور تراجم کے ساتھ شائع کرانا اور شاہ ولی اللہ کی تعلیمات اور ان کے فلسفے اور حکمت کے مختلف پہلوؤں پر عام فہم کتابیں لکھوا کر چھپوانا شامل ہے۔

مہتاب اکبر راشدی کے مطابق:

> ''اس ادارے نے اب تک عربی، اُردو اور سندھی میں پائے کی مستند کتابیں شائع کی ہیں۔ جن کو اسلامی دنیا کے علمی مراکز میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سندھی اور اُردو میں ''الرحیم'' اور ''الولی'' کے نام سے رسالے بھی شائع کئے گئے۔ جن میں سندھ کی عظمت، دینی خدمت اور اسلامیات کے مختلف موضوعات پر کافی قیمتی مواد موجود ہے۔ اس کے علاوہ اکیڈمی کے پاس اپنا کتب خانہ بھی موجود ہے جس میں کئی قیمتی کتابیں موجود ہیں۔''(۶۸)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے خانگی ادارے سندھی زبان و ادب کی ترقی اور ترویج میں اپنا کردار ادا کرتے آ رہے ہیں۔ جن میں نیو فیلڈس پبلی کیشن، حیدر آباد، روشنی پبلی کیشن کنڈیارو، سندھیکا اکیڈمی کراچی، مہران اکیڈمی شکارپور سچائی اشاعت گھر دڑو، سندھی ساہت گھر حیدر آباد وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام اداروں نے تاریخ، ادب اور ثقافت متعلق سینکڑوں کتابیں شائع کی ہیں اور سرگرم عمل ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ سندھ حکومت کا

اطلاعات، سیاحت وثقافت کا شعبہ بھی اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

سندھ کی یونیورسٹیاں بھی اس ضمن میں اپنا کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔ سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ سندھی شش ماہی تحقیقی جرنل "کینجھر" شاہ لطیف یونی ورسٹی، خیر پور میرس کا شعبہ سندھی "بھٹائی" جرنل اور وفاقی اردو یونیورسٹی کے شعبہ سندھی سے شش ماہی تحقیقی مجلہ "کارونجھر" اور سچل چیئر سے مخزن "آشکار" شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سندھ یونیورسٹی جام شورو میں علامہ آئی۔ آئی۔ قاضی چیئر، علامہ غلام مصطفی قاسمی چیئر، مرزا قلیچ بیگ چیئر، کراچی یونی ورسٹی میں شاہ عبداللطیف چیئر اور شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی میں سچل چیئر، شیخ ایاز چیئر، بھٹائی چیئر، تنویر عباسی چیئر، سامی چیئر قائم ہیں۔ جو بھی سندھی زبان، ادب، تاریخ اور ثقافت کے حوالے سے کتب اور رسائل شائع کر رہی ہیں۔ اس ضمن میں شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر، کراچی یونی ورسٹی کا کردار قابل تعریف ہے۔ شاہ لطیف چیئر کی جانب سے بہت سی اچھی اور معیاری کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں سے زیادہ تر لطیفیات کے شعبے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چیئر سے شش ماہی تحقیقی جرنل "کلاچی" مسلسل نکلتا ہے۔ اور اب یہ جرنل ہائر ایجوکیشن کمیشن کی فہرست میں شمار معیاری جرنلز کی فہرست میں آتا ہے۔ علاوہ ازیں ذیل میں سندھ میں جو چھوٹے بڑے ادارے سندھی زبان وادب کی ترویج میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے نام کچھ اس طرح ہیں۔

بزم طالب المولیٰ، سندھی ادبی اکیڈمی، لطیف اکیڈمی سکھر، سندھی ادبی سوسائٹی سکھر، ادارہ آواز ادب، رہبر پبلیکیشن، رونق پبلیکیشن، سندھی زبان پبلیکیشن، سہنی پبلیکیشن، روح رہان پبلیکیشن، ادارہ ادب نو اور سچل سرمست ادبی اکیڈمی، اسلامیہ دار الاشاعت، آزاد بک ڈپو، ادارہ ادب انسانیت، آر ایچ احمد برادرز، فردوس پبلیکیشن ہالا، سلسلہ اشاعت شاہپور چاکر (سانگھڑ)، ہمدرد پریس میرپور خاص، زندگی پبلیکیشن، عظمت ادبی اکیڈمی، ادارہ سندھ ٹنڈو الھیار، برسات پبلیکیشن، جمالی پرنٹنگ پریس، مشتاق پبلیکیشن، ادارہ حیات ادب، ادبیات پبلیکیشن، اورینٹ پبلیکیشن، مدینہ پرنٹنگ پریس، ماڈرن پبلیکیشن،

محمدی الیکٹرک پریس شکارپور، پرھ پھٹی پبلیکیشن، گاج پبلیکیشن دادو، بردی پبلیکیشن، سردار پریس، آگم پبلیکیشن ایجنسی، زیب ادبی مرکز، رہبر پبلیکیشن، ساہتیہ اکیڈمی، شہید عبدالرزاق اکیڈمی مورو، سندھ فورم، نئی دنیا، ملیرادبی اکیڈمی، چونڈ پبلیکیشن، سگندھ پبلیکیشن لاڑکانہ، مشعل پبلیکیشن سکرنڈ، شہباز پبلیکیشن، سانبھ اشاعت گھر، سندھ اشاعت گھر، ادر سندھ پبلیکیشن نواب شاہ، بیدار پبلیکیشن، صداقت بک ڈپو، ناری پبلیکیشن، سرسوتی پبلیکیشن، کلاکار پبلیکیشن، سندھ پبلشرز کراچی، موھن جودڑو پبلیکیشن لاڑکانہ، منصور اکیڈمی، پیپی ہوم پبلیکیشن، عبرت گروپ آف پبلیکیشن، سچائی اشاعت گھر دڑواور درجنوں دیگر ادارے قابل ذکر ہیں۔

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ غلام علی الانا، ڈاکٹر، مقالہ، ''سندھی صوتیات، لسانیات، گرائمراور لغت پر ہونیوالی تحقیق''، مشمولہ آزادی کے بعد سندھی ادب (ترجمہ، ترتیب وتدوین خالد اطہر) کراچی، مہران پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، ص: ۸۳

۲۔ ایضاً، ص: ۸۶

۳۔ ایضاً، ص: ۸۷

۴۔ ایضاً، ص: ۸۸

۵۔ ایضاً، ص: ۸۹

۶۔ ہدایت پریم، مقالہ ''سندھی بولی تے تھیل تحقیق جو مختصر جائزو'' مشمولہ، سماہی مہران جلد: ۴، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۳ء، ص: ۱۹۹

۷۔ صدیقی، ابوالاعجاز، حفیظ، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، جولائی ۱۹۸۵ء، ص۔ ۱۷۳

۸۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۷۷

۹۔ ایضاً، ص۔ ۴۷۹

۱۰۔ میمن، عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، مقالہ ''سندھی ادب اور برطانوی اہل قلم''، مشمولہ، نگارشاتِ سندھ، مصنف ایضاً، لاڑکانہ، سندھی ادبی اکیڈمی، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۶۶

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۶۶

۱۲۔ ہدایت پریم، مضمون ''ڈاکٹر ٹرمپ جوں سندھی بولی جے سلسلے میں کیل خدمتوں'' مشمولہ، کینجھر: ۴، تحقیقی جرنل، جامشورو، شعبہ سندھی، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۹۰ء، ایضاً، ص: ۱۳۹

۱۳۔ میمن، عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، مقالہ ''سندھی ادب اور برطانوی اہل قلم''، ص: ۱۶۹

۱۴۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، ایضاً، ص: ۴۸۳

۱۵۔ ہدایت پریم، سندھی بولی جا محقق (سندھی)، حیدرآباد، سندھی تحقیقی بورڈ، ۱۹۹۴ء، ص۔ ۱۶

۱۶۔ مظہر جمیل، سید، ایضاً، ص۔ ۴۸۴
۱۷۔ ہدایت پریم، ایضاً، ص۔ ۱۶
۱۸۔ آغا، محمد اشرف، دیس سے باہر، لاہور، کتاب منزل، ۱۹۴۶ء، ص۔ ۲۶
۱۹۔ ایضاً، ص۔ ۲۷
۲۰۔ آغا، محمد اشرف، ایضاً، ص۔ ۲۴

21. Grierson of G.A Linguistic Survery of Pakistan, Vol-1, Lahore., Accurates, Printers Preface, P-1

۲۲۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص۔ ۸۹۰

23. Grierson G.A, Ibid, Vol-1, P.139
24. Ibid, Vol-iv, P-09

۲۵۔ میمن، عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، مقالہ "سندھی ادب اور برطانوی اہل قلم"، ایضاً۔ ص ص: ۱۶۴۔۱۶۵
۲۶۔ ایضاً، ص۔ ۱۵۹
۲۷۔ ایضاً، ص۔ ۱۶۰
۲۸۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، ایضاً، ص: ۴۸۶
۲۹۔ ایضاً، ص۔ ۴۸۷
۳۰۔ ہدیت پریم، ڈاکٹر، مضمون" جارج شرٹ" مشمولہ، شش ماہی سندھی ادب جلد۔ ۱۴، نمبرا۔ ۲، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۹۶ء، ص ص: ۲۴۔ ۲۷
۳۱۔ حبیب اللہ مولابخش بھٹو، سندھی ساہت ایکں مشہور مستشرقین، شکارپور، مسکین پبلی کیشن، ۱۹۷۳ء، ص: ۲۹
۳۲۔ میمن، عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، ایضاً، ص۔ ۱۶۶
۳۳۔ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، ایضاً، ص: ۴۹۲
۳۴۔ ایضاً، ص: ۴۸۸
۳۵۔ میمن، عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، ایضاً، ص: ۱۷۱

۳۶۔ ایضاً
۳۷۔ ہدایت پریم، سندھی بولی جا محقق ایں انہن جی تحقیق، حیدرآباد، سندھی لینگیج اتھارٹی، ص۔ ۱۲۱
۳۸۔ ایضاً، ص۔ ۱۸۰
۳۹۔ ماما، کن ساکو، مضمون ''اردو اور سندھی کا مشترک صوتی نظام''، مشمولہ اخبارِ اردو، خاص شمارہ، اسلام آباد، جلد۔ ۱۹، شمارہ: ۳۔۴، مارچ اپریل ۲۰۰۳ء، ص۔ ۴۳
۴۰ ہدایت پریم، ڈاکٹر، ایضاً، ص۔ ۱۸۰
۴۱۔ ماما، کن ساکو، مضمون ''اردو اور سندھی کا مشترک صوتی نظام''، ص۔ ۴۳
۴۲۔ خبر نامہ، اخبارِ اردو، جلد: ۲۸، شمارہ: ۸، اسلام آباد، اگست ۲۰۱۱ء، ص۔ ۴۰
۴۳۔ خٹک، خالد خان، ڈاکٹر، سندھی پشتو اردو کے لسانی روابط، پشاور، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء، ص۔ ۱۱
۴۴۔ ایضاً، ص۔ ۴۰
۴۵۔ ایضاً، ص۔ ۴۲۲
۴۶۔ ہدایت پریم، سندھی بولی جا محقق ایں انہن جی تحقیق، ص۔ ۴۰
۴۷ ایضاً، ص۔ ۵۱
۴۸۔ ایضاً، ص۔ ۶۴
۴۹۔ ایضاً، ص۔ ۲۱۱
۵۰۔ ایضاً، ص۔ ۱۱۵
۵۱۔ ایضاً، ص۔ ۱۱۴
۵۲۔ ایضاً، ص۔ ۱۳۵
۵۳۔ ایضاً، ص۔ ۱۸۸
۵۴۔ ایضاً، ص۔ ۲۲۵
۵۵۔ بگھیو، محمد قاسم، ڈاکٹر، مضمون، ''ڈاکٹر محبت برڑو: سندھی بولی کا لیکسیکالاجسٹ''، مشمولہ، شخص ایں عکس، مصنف، ایضاً، کراچی، سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۱۲ء، ص۔ ۱۲۹

۵۶۔ ہدایت پریم، سندھی بولی جا محقق ایں انہن جی تحقیق، ص۔ ۱۴۴

۵۷۔ ایضاً، ص۔ ۶۷

۵۸۔ ایضاً، ص۔ ۲۴۷

۵۹۔ ایضاً، ص۔ ۲۳۵

۶۰۔ ایضاً، ص۔ ۲۱۸

۶۱۔ بریلوی، سید مصطفیٰ علی، سندھ کے تعلیمی و لسانی مسائل (ماضی و حال ایک جائزہ)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان ۲۰۰۳ء، ص۔ ۱۸۲

۶۲۔ راشدی، مہتاب اکبر، مقالہ: ''سندھی ادب و ثقافت'' ارتقاء میں علمی و ادبی اداروں کا حصہ، مشمولہ ادبی تناظر، (مرتبہ: خالد اقبال یاسر) اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ص۔ ۷۷

۶۳۔ بریلوی، سید مصطفیٰ علی، ایضاً، ص۔ ۱۷۹

۶۴۔ راشدی، مہتاب اکبر، سے انٹرویو، صفیہ رشید، اخبارِ جہاں، کراچی 27 تا 2 فروری، ۱۹۸۶ء

۶۵۔ بریلوی، سید مصطفیٰ علی، ایضاً، ص۔ ۱۸۳

۶۶۔ بگھیو، محمد قاسم، ڈاکٹر، بہ سالار رپورٹ، (دو سالہ رپورٹ) حیدر آباد، سندھی لینگیج اتھارٹی، ۲۰۰۳ء، ص۔ ۵۔۶

۶۷ راشدی مہتاب اکبر، مقالہ، ''سندھی ادب و ارتقا میں علمی و ادبی اداروں کا حصہ''، ایضاً، ص۔ ۸۳

۶۸۔ ایضاً، ص۔ ۸۴

❖......❖......❖

باب۔٦

سندھی گرامر

زبان صوتی اکائیوں کے مجموعے سے ترتیب پاتی ہے۔ یعنی اس میں تین مختلف عوامل کارفرماہیں۔ اول اصوات، دوم صوتی اکائیوں کے ذریعے تشکیل پانے والے مجموعہ اصوات یعنی الفاظِ سوم الفاظ کی مخصوص ترتیب یعنی صرف و نحو۔ اس کے ساتھ زبان کے حروف تہجی کو خاص اہمیت حاصل ہے جن کا اپنا ایک محسوساتی، تاریخی، نفسیاتی، جغرافیائی، سماجی اور ابلاغی تاثر ہوتا ہے۔ لسانیاتی نظام کی تعمیر میں تمام حروف اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور ان کا حسن ترتیب ہی ان کے معنوی اظہار کا باعث بنتا ہے، کیونکہ لفظ آوازوں کی فطرت، حسب حال و موقع اور ضرورت وغیرہ سے ترتیب پاتے ہیں چنانچہ زبان کا مطالعہ مختلف سطحوں پر کیاجا سکتا ہے یعنی۔ صوتیات(Phonetics) ، فونیمات(Phonemics)، علم صرف (Morphology)، علم نحو(Syntex)، علم اشتقاق (Etymology) ، معنویات(Semanitics)۔ اس مطالعہ کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیاجاسکتا ہے۔ صوتیات، لغات، صرف و نحو۔

صوتیات Phonetics

صوتیات مختلف اقوام میں مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن کئی آوازیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو مخصوص جغرافیائی یانسلی گروہوں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، یہ اصوات لسانی گروہوں کی نقل مکانی کے دوران نئے ماحول اور نئے تقاضوں کے زیر تبدیل ہوئی ہیں۔

سندھی زبان کی اصوات

مصمتے (Consonants) اور مصوتے (Vowels)

مصمتے

ڈاکٹر غلام علی الانا کے مطابق:

> "یہ وہ آوازیں ہیں جو کسی لفظ کے اندر خود بخود یا بذات خود متحرک نہیں ہو سکتیں، لیکن ان آوازوں یعنی مصمتوں (consonants) کو متحرک کرنے یا حرکت میں لانے کے لئے مصوتوں (vowels) یا حرکات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی علم صوتیات (phonetics) کے لحاظ سے انسانی آوازوں کو مصمتے(consonants) اور مصوتے (vowels)میں تقسیم کیا گیا ہے۔"(1)

مصوتے

(i) سندھی زبان میں، اردو کی طرح دس مصوتے (vowels) ہیں یعنی: اَ، آ، اِ، اِی، اُ، اُو، اِی، اَی، او، اَو۔ یہ وضاحت جدید لسانیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق کی گئی ہے کیونکہ اردو زبان میں روایتی گرامر کے مطابق انہیں یوں بیان کیا جاتا ہے :

اَ	(الف زبر اَ)	مَل	اِی (یائے مجہول)	میل
آ	(الف مد آ)	مال	اُ (پیش)	مُل
اِ	(الف زیر اِ)	مِل	اُو (واو مجہول)	مُول
اِی	(یائے معروف)	میل		
آی	(یائے لین)	مَیل	(ماقبل مفتوح)	
او	(واو معروف)	مول		
آو	(واو لین)	مول	(ماقبل مفتوح)	

یہ نکتہ ذہن میں رکھنا بہت ہی ضروری ہے کہ سندھی زبان میں ہر لفظ کسی نہ کسی

مصوتے (vowel) پر ختم ہوتا ہے یعنی سندھی زبان میں لفظ کی آخری آواز ساکن نہیں ہوتی جبکہ اردو زبان میں ایسا نہیں ہوتا۔ اردو زبان میں ہر لفظ کی آخری آواز ساکن ہوتی ہے۔

(ii) جدید لسانیات کے مطابق ان مصوتوں (vowels) کو 'چھوٹے (short)' اور 'لمبے (long)' مصوتوں کی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سندھی زبان میں 'چھند کی شاعری' میں ان کو 'ماترائیں' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی تقسیم اس طرح ہوتی ہے، مثلاً:

چھوٹے مصوتے (Short vowels)	لمبے مصوتے (Long vowels)
اَ	آ
اِ	اِی
اُ	اُو
ـ	ای
ـ	اَی
ـ	او
ـ	اَو

ان مصوتوں میں (اَاور آ، اِاور اِی، اُاور اُو) تین جوڑیاں ہیں یعنی:
(اَ) کا طویل جوڑا (آ) (اِ) کا طویل جوڑا (اِی)، اور (اُ) کا طویل جوڑا (اُو) ہے۔
ان تمام مصوتوں کا استعمال ذیل میں دیے گئے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

مصوتے	الفاظ	مصوتے	الفاظ
اَ	بَلا	آ	بابا
	گھَر		رات
	دَوا		جائۓ
	خَطا		هوا

چوڪِري	اِي	عِلم	اِ
هِيءَ		هِتِ	
هُوءَ	اُو	هُتِ	اُ
ٿُون		پُٽُ	
پيٽ	اي		
ٻيٽ		〃	〃
خَير	آي	〃	〃
چوڪَر	او	ا	〃
نوڪر		〃	〃
سَوٽ	آو	〃	〃
مَوت			

سندھی مصوتے (Sindhi vowel Phonemes)

	Front		Central		Back	
	اگلے		بچلے		پچھلے	
	غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور
	i ای					u او
	I اِ					ʊ اُ
	e اے					o او
			ə اَ			
	ɛ اَے					ɔ اَو
			a آ			

Rounded مدور - Unrounded = غیر مدور

سندھی مصمتے (Sindhi Consonantal Phonemes)

	Bilabial دولبی	Labio-Dental لب دندانی	Dental دندانی	Alveolar لثوی	Retroflex معکوسی	Palatal تالوئی	Velar نرم تالوئی	Post-velar پس نرم تالوئی	Glottal حلقی
Stops Explosives vl. unasp.	p پ		t ت		ṭ ٽ	c چ	k ڪ	q ق	
vl. asp.	ph ڦ		th ٿ		ṭh ٺ	ch ڇ	kh ک		
vd. unasp.	b ب		d د		ḍ ڊ	j ج	g گ		
vd. asp.	bh ڀ		dh ڌ		ḍh ڍ	jh جھ	gh گھ		
Implosives vd.	ɓ ٻ				ɗ ڏ	ʄ ڄ	ɠ ڳ		
Nasals vd.	m م			n ن	ṇ ڻ	ñ ڃ	ṅ ڱ		
Fricatives vl.		f ف		s س		ś ش	x خ		h ه
vd.		v و		z ز			ɣ غ		
Laterals vd.				l ل					
Vibrants or Flaps vd.				r ر	ṛ ڙ				
Semi vowels	w و					y ي			

نون غنہ، ناکی یا غنائی مصوتے (Nasal Vowels)

غنائی مصوتوں کے سلسلے میں الانا صاحب لکھتے ہیں:

> "سندھی زبان میں مصمتوں (consonants) کی طرح مصوتے (vowels) بھی غنے یا ناکی ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو غنے مصوتے (nasal vowels) کہا جاتا ہے۔ ایسے مصوتوں کو 'ن' حرف کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ سندھی زبان کے مقابلے میں اُردو میں غنے مصوتے کم ہیں۔ اُردو زبان میں 'غنے

مصوتے 'یا' نون غنہ' کو سالم صورت میں لکھتے وقت 'نون' کو نقطہ نہیں لگایا
جاتا جبکہ سندھی زبان میں ناکی مصوتوں کے حروف کے ساتھ جو'ن' لکھا جاتا
ہے اِس میں نقطہ لگایا جاتا ہے''[۲]

جیساکہ:

سندھی	اردو	ترجمہ
آهين	آہیں	ہو
سان	ساں	ساتھ/سے
مان	ماں	میں

نیم مصوتے و،ی

جہاں تک نیم مصوتے کا تعلق ہے، سندھی میں 'ی' کے ساتھ 'و' کو بھی نیم مصوتہ شمار کیا جاتا ہے۔ شرف الدین اصلاحی کے مطابق:

"سندھی اہل علم کا بیان ہے کہ 'و' مصمتہ بھی ہے اور نیم مصوتہ بھی "وڻ" (درخت) میں یہ 'صفیری لب دنتی مسموع مصمتہ، Voiced Fricative Labio-Dental Consonant) ہے اور ڪُتا (چوہا) ھٹا (تھے) ہوا، جواری ، خواجہ وغیرہ میں "دولبی نیم مصوتہ Bilabial Semi-Vowel) ہے۔''[۳]

صوتی تبدیلی (Phonetic Change)

ایک جدید اصطلاح ہے۔ مگر لسانیات کے جس فطری عمل کے لیے یہ اصطلاح وضع کی گئی ہے وہ بہت قدیم ہے۔ صوتی تبدیلی کو شرف الدین اصلاحی یوں بیان کرتے ہیں:

"ہم رشتہ زبانوں کا اختلاف بڑی حد تک اسی کے کارہینِ منت ہے۔ جغرافیائی، نسلی اور غذائی اسباب کی بناپر لب ولہجے کا تفاوت، تلفظ کا فرق اور آوازوں کا بدل جانا قانونِ فطرت کا ایک دلچسپ کرشمہ ہے۔ مختلف زبانوں کے تقابلی مطالعے میں اِس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح انسان ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتا، اسی طرح زبانیں اور ان کے الفاظ بھی کبھی خارجی اور کبھی داخلی عوامل کی بِناپر اپنے خال وخط بدلتے رہتے ہیں۔ ایک ہی لفظ کسی خاص ملک یا سرزمین میں کچھ ہوتا ہے، دوسرے ملک یا خطہ ارض میں جاکر کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ عمل زبان کے اندر مختلف جہتوں سے ہوتا ہے۔"(۴)

تقابلی لسانیات میں صوتی تبدیلیوں کا مطالعہ بڑی دلچسپ چیز ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ صوتی تبدیلی کے انکشافات ہی سے تقابلی لسانیات کی بنیاد پڑی تو غلط نہ ہوگا۔ دور دراز خطہ ہائے زمین میں بولی جانے والی مختلف بولیوں میں ایسے الفاظ کا سراغ جو مختلف ہونے کے باوجود اپنے اندر اشتراک اور یگانگی کے اجزا چھپائے ہوئے تھے، ماہرینِ لسانیات کی توجہ کو اس طرف مبذول کرنے کا باعث ہوا کہ انسانی گروہوں کی طرح زبانوں میں بھی خاندان اور رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔ جدید لسانیات میں صوتی تبدیلیوں پر خصوصی توجہ صرف کی جارہی ہے۔ ماہرین نے اس کی اہمیت اور افادیت کا مختلف پہلوئوں سے جائزہ لیا ہے۔

جملہ اقسام کی صوتی تبدیلیوں کو مختصراً چند خانوں میں محصور کیا جاسکتا ہے۔ حذف، اضافہ، قصر، مد، شد اور مصمت آوازوں (consonants) کا قریب المخرج یا متشابہ الصوت آوازوں سے بدل جانا۔ یہ تبدیلی کبھی تو بالکل سادہ ہوتی ہے، یعنی لفظ کے کسی ایک حرف یا حرکت میں تبدیلی ہوتی ہے اور کبھی پیچیدہ یعنی بیک وقت کئی حروف وحرکات پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ دوسری صورت میں اشتراک کا کھوج لگانا نسبتاً مشکل ہوتا ہے لیکن عامتہ الورود اُصولِ تغیر پر اگر فرداً فرداً نظر حاوی ہو اور دوسری زبانوں میں اس لفظ کی اشکال پیشِ نظر ہوں تو صحیح نتیجے تک پہنچ جانا چنداں دشوار نہیں رہتا۔

الفاظ زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ بدلتے بدلتے کیا سے کیا بن جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اصلاحی نے چند مثالیں دی ہیں جو یہ ہیں:

> ''فارسی کا 'ناہید' ترکی میں 'ناغید' ہو جاتا ہے۔' یعنی 'ہ'، 'غ' میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ فارسی کا 'ماہ' ترکی میں 'ماغ' ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی تبدیلی دوسری زبانوں مثلاً عربی وغیرہ میں بھی ہوتی ہے، جیسے مکہ کو قرآن مجید میں بکہ بھی کہا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ سنسکرت سے ترکی میں گئے تو ان کی شکلیں یہ ہو گئیں:

سنسکرت		ترکی
اشلوک	(شعر)	شلوک
سادھو	(نیک)	سادو
دھرم		درم
بھکشو		بخشی
اچاریہ	(معلم)	اچاری

> سنسکرت لفظ 'بھکت' کا تلفظ بگڑ کر پالی میں 'بھت' ہو گیا۔ پنجابی، لہندا اور سندھی میں بھی 'بھت' بولتے ہیں۔ باقی ہندی، اردو، گجراتی، مرہٹی وغیرہ میں 'بھات' کہیں گے۔ سنسکرت کا 'سپت' پالی میں 'ست' ہوا جو سندھی میں ست اور اردو ہندی میں 'سات' ہے۔''(۵)

سندھی متحرک زبان ہے۔ سندھی میں حروف صحیح پر ختم ہونے والے تمام الفاظ متحرک الآخر ہوتے ہیں، جیسا کہ عربی اور سنسکرت میں ہے۔ بقول ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی:

''برصغیر ہندو پاک میں سندھ وہ واحد قابل ذکر خطۂ زمین ہے جہاں عرب قوم اور عربی زبان براہِ راست آئی، لیکن خود سنسکرت میں اس خصوصیت کے ہوتے ہوئے یہ امر قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا کہ سندھی کا متحرک الآخر ہونا عربی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا اقرب الی الصواب ہے کہ سندھی الفاظ کے آخری حروف اگرچہ متحرک ہوتے ہیں، یعنی ان پر زبر، زیر، پیش میں سے کوئی نہ کوئی حرکت ضرور ہوتی ہے، لیکن بات چیت میں اس کو بڑی مشکل سے محسوس کیا جاسکتا ہے، خصوصاً پڑھے لکھے اور شہروں میں رہنے والوں کے ہاں یہ فرق اور بھی باریک ہوگیا ہے۔ شہر میں رہنے والے کسی تعلیم یافتہ سندھی کی گفتگو سنیں تو شعوری کوشش کے باوجود الفاظ کے آخری حرف پر زیر، زبر، پیش کے امتیازات کو گرفت میں لانا دشوار ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ ان آوازوں کا ہلکا سا دباؤ (Strees) آپ محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن بولنے والا بہر حال ان امتیازات کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ سندھی میں انھی حرکات ثلاثہ کے فرق سے مؤنث مذکر اور واحد جمع وغیرہ کے امتیازات قائم ہوتے ہیں۔ اور اکثر جوڑوں میں محض آخری حرف پر زبر، زیر، پیش کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں۔''(٦)

صوتی تبدیلی کی چند مثالیں :

نوٹ:۔ (تمام مثالیں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کی تصنیف ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' سے لی گئی ہیں)

عربی الفاظ، جنھوں نے سندھی میں آکر اپنا حلیہ بدل لیا:

عربی/اردو	سندھی	عربی/اردو	سندھی
بقال	باکری	بزار	بجاجي

بلغ	بدک	عرق	ارگ
ضعیفہ	زائفان	طبلہ	دہلو
سطر	سٹ	قصاب (قصائی)	ڪاسائي
مسجد	مسیت	قالب	ڪارب
غرض	گرز	قفل	ڪرف

فارسی الفاظ جو سندھی میں داخل ہو کے اپنی اصلیت کھو بیٹھے۔

فارسی/ اُردو	سندھی	فارسی/اُردو	سندھی
اسپغول	اسپنگر	پیرہن	پهراڻ
پنجہ	چنبو	شگون	سُگڻ
پلید	پليت	سیخ	شيخ
کان(معدن)	کاڻ	ناخدا	ناکئو

انگریزی کے وہ الفاظ جو سندھی میں اپنی شکل بدل گئے:

اردو	سندھی	اردو	سندھی
انسپکٹر	انسپيڪٽر	پنشن	پينشن
پسنجر	پاسينجر	پٹرول	پيٽرول
ایڈوانس	ايڊوانس	بسکٹ	بسڪوٽ[7]

اور اسی طرح کے کئی الفاظ ہیں۔

معنوی تبدیلی (Semantic Change)

الفاظ جس طرح صوتی اعتبار سے اپنی ایک تاریخ رکھتے ہیں اور وقت گزرنے کے

ساتھ ان کی شکلیں بدلتے بدلتے کچھ کی کچھ ہو جاتی ہیں، اسی طرح ان میں معنوی ارتقا بھی ہوتا رہتا ہے اور زمانے کے ساتھ الفاظ کے وہ معانی باقی نہیں رہتے جو کبھی تھے۔ معنوی تبدیلی کئی طریقوں سے عمل میں آتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اصلاحی لکھتے ہیں:

> ''معنوی تبدیلیاں کئی طرح سے ہوتی ہیں۔ کبھی تو معنی میں تحدید ہو جاتی ہے اور کبھی توسیع۔ کبھی کل کی جگہ جز لے لیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لفظ کے لغوی اور حقیقی معنی متروک ہو جاتے ہیں اور اس کی جگہ مرادی یا مجازی معنی رائج ہو جاتے ہیں، کبھی ایک لفظ مختلف اور بسا اوقات متضاد معانی کے لیے استعمال ہونے لگتا ہے۔ کبھی دو یا زیادہ معانی میں سے کوئی ایک معنی باقی رہ جاتا ہے اور دوسرے مٹ جاتے ہیں۔ ایک لفظ کسی زمانے میں بہت اچھے معنی میں بولا جاتا ہے لیکن بعد کے زمانے میں وہی لفظ حالات اور معاشرے کے زیر اثر برے معنی دینے لگتا ہے۔ غرضکہ معنوی تبدیلی کی صورتیں گوناگوں ہیں جن کو بندھے ٹکے ضابطوں میں محصور نہیں کیا جا سکتا۔ معنوی ارتقا ہر زبان میں ہوتا ہے، لیکن ان زبانوں میں معنوی تصرف کی مثالیں زیادہ پائی جاتی ہیں جو دخیل اور مستعار الفاظ سے نسبتاً زیادہ کام لیتی ہیں۔''(۸)

سندھی میں عربی، فارسی، یونانی، ترکی وغیرہ زبانوں کے الفاظ بالواسطہ یا براہِ راست داخل ہوئے۔ تو کہیں ان کی صورتیں بدل گئیں تو کہیں معنی تبدیل ہو گئے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

نوٹ: یہ مثالیں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کی کتاب ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' سے لی گئی ہیں۔

فیلسوف

یہ لفظ جو اصل میں یونانی ہے، ہمارے ہاں عربی فارسی کے توسط سے آیا۔ عربی میں اس کے معنی تھے 'عالم بالفلسفہ'، حکیم یا دانشمند۔ فارسی میں مجازاً طرار اور زبان آور کو کہتے ہیں۔ سندھی میں یہ لفظ دانا، بینا، حکیم اور فلسفی کے لیے آتا ہے۔

کچہری

سندھی میں اس لفظ کا عام استعمال مجلس، محفل وغیرہ معنوں میں ہوتا ہے" جیسے سندھی ادبی سنگت جی کچہری" سندھی حضرات 'کچہری کرنا' گفتگو کرنا کے معنی میں بولتے ہیں، جیسے آپ ان صاحب سے کچہری کریں، میں ابھی آتا ہوں۔

پرینھن (پرسوں)

ان کی اصل "پرشوہ" ہے جس کے معنی سنسکرت میں آنے والے دن کے بعد کے دن کے تھے۔ یعنی دیروز (After tomorrow) ۔ سندھی میں آئندہ پرسوں کے لیے پرینھں اور گزشتہ پرسوں کے لیے ٹیوں ڈینھں (تیسرا دن) ہے۔

ایلاز

عربی کا علاج سندھی میں آکر ایلاز ہو گیا ہے۔ صوتی تغیر کے ساتھ معنوی تصرف بھی ہوا۔ سندھی میں دوا علاج کے علاوہ دوسرے معنی منت سماجت، عرض والتماس کے بھی آتے ہیں۔

بیڑی...... ٻيڙي

سندھی میں اس کے دو معنی آتے ہیں: ایک کشتی اور ناؤ کے، دوسرے مجرموں کو پہنانے کی زنجیر کے۔[۹]

تشکیلیات (Morphology)

تشکیلیات کوڈاکٹر اصلاحی یوں بیان کرتے ہیں:

> ''تشکیلِ الفاظ دو طریقوں سے عمل میں آتی ہے: (۱) بذریعہ اشتقاق (۲) بذریعہ ترکیب۔ مشتق الفاظ فعلی یا اسمی مادے میں تغیر و تبدل سے بنتے ہیں اور مرکب الفاظ دو لفظوں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔''[۱۰]

سندھی میں لفظ سازی کے یہ دونوں طریقے کثرت سے برتے جاتے ہیں۔

نوٹ: (ذیل میں مشتق اور مرکب الفاظ کی مثالیں کتاب ''اردو سندھی کے لسانی روابط'' گئیں ہیں۔)

مشتق الفاظ

اس کے تحت ایسے الفاظ پیش کیے جائیں گے جو کسی حرف یا علامت کے حذف و اضافہ یا کسی سابقہ یا لاحقہ کے لگانے سے بنتے ہیں۔

(الف) مصدر سے علامت مصدر گرادینے کے بعد اصل مادے کو بطور اسم استعمال کرتے ہیں جسے فارسی میں حاصل مصدر کہتے ہیں اور سندھی میں اسم ذات۔ مثالیں: **چیرڻ سے چیر، گھمڻ سے گھُمر**

(ب) کبھی علامت مصدر گرانے کے بعد الف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے: جیسے **پوڇڻ سے پوڇا**

(ج) کبھی خود مصدر سے اسم کا کام لیا جاتا ہے: جیسے **اچڻ وڃڻ، مرڻ جيئڻ**

(د) کبھی مادے پر 'ت' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے: جیسے **کپڻ سے کپت، بچڻ سے بچت**

(ہ) کبھی مادے پر ''اُو'' کے اضافے سے اسم فاعل بنا لیا جاتا ہے: جیسے **گھمڻ سے گھومُو، ترڻ سے تارُو**

(و) کبھی مادے پر "اُو" کے اضافے سے اسم صفت حاصل کرتے ہیں: جیسے کاٹڻ سے کاٹُو، جلڻ سے جلاءُ

(ز) کبھی اسم صفت پر یائے معروف بڑھا کر اسم ذات بنا لیتے ہیں: جیسے ڀلو سے ڀلائي، چور سے چوري

(ح) اور کبھی اس کے برعکس اسم ذات یا اسم کیفیت پر یائے معروف بڑھا کر صفت یا فاعلیت کے معنی پیدا کر لیے جاتے ہیں: جیسے واپار سے واپاري، پسار سے پساري۔ ویر سے ویري

(ط) یائے نسبتی: جیسے هند سے هندي، سنڌ سے سنڌي، ڏک سے ڏکي

(ی) ایک یائے معروف کا استعمال وہ ہے جو مندرجہ ذیل الفاظ میں ملتا ہے۔ یہ سندھی میں مصدر پر اضافہ کی گئی ہے: جیسے ڪرڻ سے ڪرڻي، پرڻ سے پرڻي

(ک) یائے زائدہ:

کبھی بعض اسماء کے ساتھ یوں ہی یائے معروف (ای) کا اضافہ کر دیتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً: حیات سے حیاتي، لالچ سے لالچي، قبض سے قبضي

(ل) کہیں اسم پر "پڻ" کا اضافہ کر کے اسم کیفیت بنا لیتے ہیں: جیسے: سگهڙ پڻ، وڏپڻ، ننڍپڻ

پن یا پڻ ہی جیسا ایک اور لاحقہ سندھی میں "پو" ہے: جیسے جياپو، ہڈاپو، هارپو

(م) کہیں اسماء پر 'ال' کے اضافے سے الفاظ بنا لیے جاتے ہیں: جیسے گهڙي سے گهڙيال، سار سے ساریال

(ن) "ہار" علامت فاعلی کے الحاق سے بھی الفاظ بنائے جاتے ہیں: جیسے سرجڻهار لکڻهار پالڻهار خلقڻهار۔

اسماء کے شروع میں حروف نفی لگا کر الفاظ بنانے کا طریقہ سندھی زبان میں عام ہے۔ 'ا' معنی نہ، ہندی یا سنسکرت کا یہ سابقہ سندھی مرکب لفظ بنانے میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اڇوت، اپار، اٽل، اٿاهہ۔

نر	نرمل، نراس، نردوش
اڻ	اڻ ٽيٽي، اڻ ڳڻت، اڻ ڄاڻ
نا	ناڪارو، ناروا، ناخوش
نِ	نِڪمو نِبل، نِروڳ
ڪ	پٽ ے ڪپوٽ، ريت ے ڪريت، پت ے ڪپت
س	سپوٽ، سويلو سجڻ، سڀاڳو

مرکب الفاظ

اس میں دو مستقل بالذات لفظوں کے پہلو بہ پہلو رکھ کر ایک مرکب لفظ، جو بمنزلہ مفرد ہوتا ہے، بنا لیا جاتا ہے۔ جیسے: چڱو ڀلو (چنگو بھلو)، گھٽ وڌ (گھٹ ودھ)، ٻيھري (بہ پہری)، گھر ٻار (گھر بار)، روڪ ٿام (روک تھام) وغیرہ

تصغیری لاحقے

اسم تصغیر بنانے کے لیے سندھی میں ڑا، ڑو سے بدل جاتا ہے۔ مثالیں جنڈڙو (جنڈڑو)، جنڈڙي (جنڈڑی) (جنڈ سے)، اکڙي (اکھڑی) (اکھ سے)، ڳالھڙي (گالھ سے)، پنڌڙو (پندھڑو) (پندھ سے)۔

یائے معروف بھی علامت تصغیر کے طور سندھی میں مستعمل ہے مثال: ڪات (کات) ڪاتي سے (کاتی) ڇرو (چھرا)۔ ڇري۔ چھری)۔

عربی فارسی مرکبات

ہندی کے علاوہ عربی فارسی مرکبات کثرت سے جوں کے توں سندھی میں داخل ہو گئے ہیں۔ ذیل میں کچھ مرکبات پیش کیے جاتے ہیں

(با) باوفا۔ باہنر۔ باوجود۔ باعزت۔

(بے) بے وفا۔ بے ہنر۔ بے حد۔ بے روزگاری۔ بے مثال۔

(بہ) بہر حال۔ بدستور۔

(نا) ناقابل برداشت۔ ناجائز۔ نایاب۔ ناکام۔ ناممکن۔

(غیر) غیر آباد۔ غیر اطمینان بخش۔ غیر حاضر [11]

فارسی عربی اسم فاعل

جاہل۔ عامل۔ عابد۔ زاہد۔ ممتحن۔ متصرف۔ منحصر۔ آزمودگار۔ دولتمند۔

فارسی عربی اسم مفعول

گفتہ۔ فرمودہ۔ دیدہ۔ آزمودہ۔ دانستہ۔ محبوب۔ مضبوط۔ مشہور۔ محکم۔

فارسی عربی اسم آلہ

بادگر۔ بادزن۔ مسطر۔ مقراض۔ مفتاح۔ مضراب۔

اسم حالیہ

خنداں۔ شاداں۔ شایاں۔

مرکبات عطفی

فارسی کے عطفی مرکبات بھی کثرت سے سندھی میں پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں کچھ مرکبات عطفی "اردو سندھی کے لسانی روابط" سے درج کیے جاتے ہیں۔

شان و شوکت۔ در و دیوار۔ دل و دماغ۔ آب و تاب۔ عزت و احترام۔ خیر و خوبی۔

سندھی میں ایسے عطفی مرکبات بھی ملتے ہیں جن میں فارسی حرف عطف 'و' بجائے سندھی حرف عطف (ائیں) استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: جبر ائیں تشدد، ساز ائیں سامان، دل ائیں دماغ وغیرہ

سندھی میں ایسے فارسی مرکبات عطفی بھی ملتے ہیں جن میں واو عطف محذوف ہوتی ہے: جیسے خرید فروخت، نالونشان، آمدرفت۔ (۱۲)

سندھی صرف ونحو

ہر زبان کے کچھ اُصول ہوتے ہیں۔ جنہیں گرامر یا صرف ونحو کہتے ہیں۔ سندھی صرف ونحو کے متعلق اصلاحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''سندھی قواعد نویسوں نے سندھی گرامر، عربی فارسی قواعد کو اپنے سامنے رکھ کر بنائے ہیں اور اسے عربی کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ صرف کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اسم، فعل، حرف۔ پھر ان کی ذیلی تقسیم کی جاتی ہے۔ وحدت، جمع، تذکیر و تانیث کے قاعدے بیان کیے جاتے ہیں۔ نحو میں مبتداء خبر، فاعل مفعول، مضاف مضاف الیہ، صفت موصوف، معطوف، معطوف علیہ وغیرہ مباحث کا بیان ہوتا ہے۔،، (۱۳)

اِسم: اِسم کے اعداد دو ہیں۔ واحد۔ جمع۔ جیسے گھوڑوے گھوڑا

اسم کے جنسیں دو ہیں۔ مذکر۔ موئنث۔ جیسے گھوڑا سے گھوڑی

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سندھی میں واحد جمع اور مذکر موئنث اعرابوں کی مدد سے کیے جاتے ہیں۔

اسم کی حالت (Case)

جملے کے اندر محل استعمال کے اختلاف سے اسم کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً کوئی اسم اگر جملے میں فاعل کی حیثیت سے آیا ہے تو وہ حالت فاعلی میں ہوگا اور اگر مفعول واقع ہو رہا ہے تو حالت مفعولی میں۔ اس طرح اسم اگر منادیٰ ہے تو حالت ندائی میں کہا جائے گا اور اس پر اگر کوئی حرف جار آیا ہے تو حالت جری میں شمار ہوگا۔ اس طرح ہر زبان میں اِسم کی

مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ سندھی کے حوالے سے ڈاکٹر غلام علی الانا لکھتے ہیں:

> "سندھی میں آٹھ حالتیں ملتی ہیں۔ حالت فاعلی، حالت مفعولی، حالت جار، حالت اضافت، حالت ندا، حالت مکان، حالت آلی اور حالت اوزاری لیکن استعمال کے لحاظ سے سندھی زبان میں صرف پانچ حالتوں کی مثالیں مل سکتی ہیں وہ یہ ہیں: حالتِ فاعلی، حالتِ مفعولی، حالتِ جار، حالتِ اضافت، حالتِ ندا۔"(۱۴)

ذیل میں اسم کی حالتوں کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ **حالت فاعلی:** اسم یا ضمیر جس کے بارے میں فعل کے ذریعے کوئی بات کی جائے، اس کو فاعل کہا جائے گا اور اس کی حالت فاعلی ہوگی۔ جیسے:

ا۔ چھوکرو اچے تھو۔	چھوکری لکھے تھی۔	ھو سبھانی ایندو۔
(لڑکا آتا ہے)	(لڑکی لکھتی ہے)	(وہ کل آئے گا)

۲۔ **حالت مفعولی:** جملے میں وہ اسم یا ضمیر جس پر فعل کے کام کا اثر ہو یعنی کہ جس پر کام کیا جائے اس کو مفعول کہتے ہیں اور یہ حالت مفعولی ہوتی ہے۔ جیسا کہ:

چھوکرو خط لکھے تھو۔	(لڑکا خط لکھتا ہے)
چھوکرو خَط لکھے تھو۔	(لڑکا خطوط لکھتا ہے)
چھوکری خط لکھے تھی۔	(لڑکی خط لکھتی ہے)
چھوکری خَط لکھے تھی۔	(لڑکی خطوط لکھتی ہے)

۳۔ **حالت جار:** سندھی زبان میں حروف جار ہمیشہ اسم، ضمیر، صفت اور ظرف کے فوراً بعد آتے ہیں۔ جن اسماء وضمائر وغیرہ کے پیچھے حرف جار آیا ہو، ان کی حالت جار یہ ہوگی۔ مثلاً

چھوکری کھے کتاب ڈے۔	(لڑکی کو کتاب دو)
ہتھہ تے چھا آھے؟	(ہاتھ پر کیا ہے؟)
گھر مان نکری وَنج۔	(گھر سے نکل جاؤ)

۴۔ حالت اضافت: سندھی زبان میں "جو" حرف جار ہے لیکن جب "جو" یا "جی" ملکیت ظاہر کرنے میں استعمال ہو تب اس کو حرف اضافت کہا جاتا ہے۔ "جو" حرف اضافت اسم یا ضمیر کے بعد آتا ہے۔ اس کے استعمال سے عام حرف جار کے استعمال کی طرح اسم یا ضمیر وغیرہ کی صورت بدل جاتی ہے۔ ترکیب میں "جو" "اسماء یا ضمائر" کے بعد آتا ہو، حالت اضافیہ ہو گی۔ مثلاً

چھوکرے جو کتاب	(لڑکے کی کتاب)
چھوکری جو کتاب	(لڑکی کی کتاب)
چھوکرن جو کتاب	(لڑکوں کی کتاب)
چھوکرین جو کتاب	(لڑکیوں کی کتاب)

نوٹ: جب ملکیت ظاہر کرنے والا اسم جمع ہوتا ہے تو حرف اضافت بھی جمع میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

واحد	جمع
چھوکرے جو کتاب	چھوکرن جا کتاب
چھوکری جی چین	چھوکرین جوں چینوں
ہتھ جی آنگر	ہتھ جوں آنگریوں

۵۔ حالت ندا: کسی کو مخاطب کرنے یا کسی کو بلانے کی حالت کو ندا کہا جاتا ہے۔ مثلاً

اے چھوکر! (ارے لڑکے)

او چھوکرا!	(او لڑکے)
اڑے چھوکری!	(ارے لڑکی)
اوخدا!	(او خدا)

سندھی ضمائر

آئون، مان (میں)، مون (میں نے)، اسان (ہم)، اسین (ہم)، تون (تو)، تو (تونے)، اوھین (آپ)، اوھان (آپ)، ھوءَ (وہ مونث)، ھو (وہ مذکر)، ھُن (اس نے)، مذکر ھِن (اس نے) مونث اھی (وہ جمع)، انھن، ھنن (انھوں نے)، ھی (یہ) ھو، اھو، (وہ) منھنجو (میرا)، تنھنجو (تمہارا)، توھانجو، اوھانجو (آپ کا)، ھُن جو (اس کا)، (مذکر) ھِن جو (اس کا)، مونث ھنن جو، انھن جو (ان کا)، چھا (کیا)، چھو (کیوں)، کیر (کون)، کہڑو (کون، کون سا)، کنھنجو (کس کا) وغیرہ۔

مصدر

مصدر کی حالت میں سندھی میں آخر میں "ڻ" آتا ہے اور امر کی صورت میں "ڻ" کی جگہ پر صرف پیش (ُ) آتا ہے۔ مثلاً

مصدر	اردو	امر
لکڻ	لکھنا	لکھُ
پڙھڻ	پڑھنا	پڑھُ
سمھڻ	سونا	سمھُ
ڊوڙڻ	دوڑنا	ڈوڑُ

اُردو، پنجابی اور سرائیکی کے جن الفاظ کے آخر میں ہائے مخفی یا "الف" آتا ہے، سندھی الفاظ میں ہائے مخفی اور "الف" دونوں "او" میں بدل جاتے ہیں۔ مثلاً:

سندھی	اردو
ماہنامو	ماہنامہ
رسالو	رسالہ
ذرو	ذرہ
عرصو	عرصہ
پورو	پورا
قضیو	قضیہ

فعل لازم اور فعل متعدی

فعل لازم وہ فعل ہے جس میں فعل کا صرف فاعل ہوتا ہے لیکن مفعول نہیں ہوتا۔

آءٌ لکان ٿو (میں لکھتا ہوں) اسین اچون ٿا (ہم آتے ہیں)

ذیل میں لازمی فعلوں کے مصادر کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

هئڻ (ہونا) ٿيڻ (ہونا) ويهڻ (بیٹھنا) اُٿڻ (اٹھنا) مرڻ (مرنا) وڃڻ (جانا)
گهمڻ (گھومنا) هلڻ (چلنا)

فعل متعدی وہ فعل ہے جس میں فاعل کے ساتھ مفعول کی بھی ضرورت ہو۔

آءٌ خط لکان ٿو۔ (میں خط لکھتا ہوں۔)
اسین خط لکون ٿا۔ (ہم خطوط لکھتے ہیں۔)

زمانوں کا مطالعہ

ڈاکٹر الانا کے مطابق:

"بنیادی طور پر فعل کے تین زمانے ہیں۔ زمان ماضی، حال، مستقبل۔"(۱۵)

ان میں سے ہر زمانہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ ذیل میں تمام زمانوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

مضارع: زمان مضارع بنانے کے لیے سندھی میں امر کے پیچھے ضمیری علامتیں آن، اِین، اون، اِو وغیرہ لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً

مان خط لکان۔	میں خط لکھوں۔
اسین خط لکون۔	ہم خط لکھیں۔
هو خط لکي۔	وہ خط لکھے۔

زمان حال: مضارع کے پیچھے زمان حال کی علامتیں "تھو"، "تھا"، "تھی" ملانے سے زمان حال بنتا ہے۔ مثلاً:

مان خط لکان ٿو۔	میں خط لکھتا ہوں۔
ڇوڪرو خط لکي ٿو۔	لڑکا خط لکھتا ہے۔

زمان حال استمراری: زمان حال استمراری کی حالت میں مضارع کے ساتھ کچھ علامتیں جیسے: "پیو" "پیا"، "پئی"، "پیوں" وغیرہ لگائی جاتی ہیں۔ جیسے

مان پڑھان پیو۔	میں پڑھ رہا ہوں۔
اسین لکون پیا۔	ہم لکھ رہے ہیں۔

زمان ماضی شرطیہ / ماضی تمنائی: یہ زمان بنانے کے لیے مضارع کے پیچھے "ها" ملایا جاتا ہے۔ مثلاً :

مان لکان ھا۔ میں لکھتا۔

اسین لکون ھا۔ ہم لکھتے۔

زمان حال مدامی: اسم حالیہ کے پیچھے "ھئڻ" مصدر کی گردان زمان مضارع میں استعمال کرنے سے زمان حال مدامی بنتا ہے۔ مثلاً۔

مان لکندو آھیان۔ میں لکھتا رہتا ہوں۔

تون لکندو آھین۔ تم لکھتے رہتے ہو۔

زمان ماضی مدامی: زمان ماضی مدامی میں "ھئڻ" مصدر کی گردان زمان حال کے بجائے زمان ماضی میں استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً

ماضی مدامی	حال مدامی
(میں لکھتا رہتا ہوں۔)	مان لکندو آھیان۔
(میں لکھتا رہتا تھا)	مان لکندو رھندو ھوس۔
(تم لکھتے رہتے ہو)	تون لکندو رھندو آھین
(تم لکھتے رہتے تھے)	تون لکندو رھندو ھئین

زمان مستقبل: زمان مستقبل بنانے کے لیے اسم حالیہ کے پیچھے ضمیری علامتیں س، م، سین، آ، او، یوں وغیرہ لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

مان لکندس۔ (میں لکھوں گا۔)

ھو لکندو۔ (مذکر) (وہ لکھے گا۔)

اسین لکنداسین۔ (ہم لکھیں گے۔)

اھي لکندا۔ (جمع) (وہ لکھیں گے۔)

زمان مستقبل استمراری: یہ زمان بنانے کے لیے مستقبل کے پیچھے "پیو"، "پیا"، "پئی" اور "پیون" لگاتے ہیں۔ مثلاً

مان لکندس پیو۔	میں لکھتا رہوں گا۔
اسين لکنداسين پیا۔	ہم لکھتے رہیں گے۔

زمان حال شکی: یہ زمان اسم حالیہ کے پیچھے "هئڻ" مصدر کی گردان زمان مستقبل میں ملانے سے بنتا ہے۔ مثلاً:

مان لکندو هوندس۔	میں لکھتا ہونگا۔
اسين لکندا هونداسي۔	ہم لکھتے ہونگے۔

زمان ماضی مطلق: اس زمان میں اسم مفعول کی وہ صورتیں جن میں "یو" اور "او" علامتیں پائی جاتی ہیں، فعل کے مادہ کے پیچھے اضافہ کی جاتی ہیں۔ مثلاً

مون لکیو۔	میں نے لکھا۔
اسین لکیو۔	ہم نے لکھا۔

زمان ماضی قریب: زمان ماضی کے پیچھے "هئڻ" مصدر کی گردان مضارع میں ملانے سے زمان ماضی قریب بنتا ہے۔ مثلاً:

مان لکیو آهي۔	میں نے لکھا ہے۔
اسان لکیو آهي۔	ہم نے لکھا ہے۔

زمان ماضی بعید: ماضی بعید سے مراد ہے کہ کام کیے ہوئے کافی زمان گزر گیا ہو۔ اس میں زمان ماضی کے بعد "هئڻ" مصدر کی گردان زمان ماضی میں استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً

مون لکیو هو۔	میں نے لکھا تھا۔
اسان لکیو هو۔	ہم نے لکھا تھا۔

زمان ماضی استمراری: یہ زمان، زمان حال استمرار کی طرح بنیادی فعل کے بعد ''پیو''، ''پیا''، پئی'' وغیرہ لگا کر بنایا جاتا ہے۔ مثلاً

اسان لکیو پئي۔	ہم لکھ رہے تھے۔
تو لکیو پئي۔	تم لکھ رہے تھے۔

اِسم فاعل

یہ امر واحد حاضر سے بنتا ہے۔

مثال:	سندھی	اردو	ترجمہ
	چلِ	چل	چھیل
	ساڙ	ساڑ	جلاؤ
	لِکِ	لکھ	لکھو
	ڊوڙ	ڈوڑ	دوڑو

اِسم مفعول

سندھی زبان میں اسم مفعول کی تین صورتیں ہیں

ا۔ پہلے اصول کے مطابق اسم مفعول بنانے کے لیے، فعل کے مادہ کے پیچھے ''یو'' یا ''یل'' علامتیں ملائی جاتی ہیں۔ مثلاً

فعل کا مادہ		علامت	=	اسم مفعول	ترجمہ
لکُ	+	یو	=	لکیو	لکھا
پڙهُ	+	یو	=	پڙهیو	پڑھا
لکُ	+	یل	=	لکیل	لکھا ہوا
پڙهُ	+	یل	=	پڙهیل	پڑھا ہوا

۲۔ دوسری صورت میں مادہ کا آخری صوتیہ پہلے کسی دوسرے صوتیہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے پیچھے "او" علامت ملائی جاتی ہے۔ مثلاً

مصدر	فعل کا مادہ	مادہ میں تبدیلی+علامت	= اسم مفعول
ڏسڻ	ڏس	س، ٺ= ڏٺ +او	ڏٺو (دیکھا)
لهڻ	لهہ	ہ، ٿ =لٿ +او	لٿو (اترا)

اِسم استقبال

فعل کا وہ مشتق جس سے یہ واضح ہو کہ کام آئندہ وقت میں ہوگا۔ اسم استقبال بنانے کے لیے فعل کے مادہ کے پیچھے "ڻو" علامت ملائی جاتی ہے۔

فعل کا مادہ	+	علامت	اسم استقبال
لک	+	ڻو	لکڻو (لکھنا)
اچ	+	ڻو	اچڻو (آنا)

اِسم فاعل

فعل کی وہ صورت جس سے کام کرنے والے کا مفہوم ظاہر ہو۔ سندھی میں اِسم فاعل بنانے کی وضاحت ڈاکٹر الانا یوں کرتے ہیں:

"اِسم فاعل بنانے کے لیے وہ مادہ جس کے آخر میں "اِ" اعراب آتا ہے، ان کے پیچھے "اینڊ" علامت ملائی جاتی ہے اور وہ مادہ جس کے آخر میں "اُ" اعراب آتا ہے، ان کے پیچھے "اينڊ" یا "انڊ" علامت ملائی جاتی ہے۔

فعل کا مادہ	علامت	اسم فاعل
مارِ	ایندڙ	ماریندڙ(مارنے والا)
ساڙ	ایندڙ	ساڙیندڙ(جلانے والا)
لِکُ	اندڙ	لکندڙ(لکھنے والا)
پڙهُ	اندڙ	پڙهندڙ(پڑھنے والا)''[16]

تذکیر وتانیث

سندھی میں جس لفظ کے آخری حرف کے اوپر پیش ہو یا آخری حرف 'و' ہو وہ لفظ مذکر ہوتا ہے۔

سندھی	اردو	سندھی	اردو
اُٺُ (اٹھ)	اونٹ	پيءُ (پئُ)	باپ
ڀاءُ (بھاءُ)	بھائی	گهوٽ(گھوٹُ)	دولہا
ٻڪرُ (بکرُ)	بکرا	سالو(سالو)	سالا
ٻلو(بلو)	بلا	ٻوٽو(بوٹو)	پودا

جس لفظ کے آخری حرف پر 'زبر' یا 'زیر' ہو یا آخری حرف 'ی' ہو وہ لفظ مؤنث ہوتا ہے۔

سندھی	اردو	سندھی	اردو
لتَ (لَتَ)	لات	ٽنگَ (ٹنگَ)	ٹانگ
نٿَ (نتھَ)	نتھ	کَلَ(کھلَ)	کھال
ميز(میزَ)	ٹیبل	دلِ (دلِ)	دل

حرفِ ندا کی صورت میں نام کے آخری حرف پر، مذکر کی صورت میں زبر لگائی جاتی ہے۔ جیسے رفیق سے رفیقَ۔ سومار سے سومارَ۔ مؤنث کی صورت میں 'ہ' نکال کر 'اں' لگایا جاتا ہے جیسے حمیدہ سے حمیداں، فہمیدہ سے فہمیداں وغیرہ۔

واحد جمع

(الف) سندھی میں جس اسم واحد کے آخری حرف پر 'پیش' ہو اس پیش کو 'زبر' میں تبدیل کرنے سے جمع بنتا ہے۔

واحد	جمع	اُردو
مَحَلُ	مَحَلَ	محل
وَالُ	والَ	گز

(ب) جس اسم واحد کا آخری حرف 'و' ہو اسے 'الف' سے تبدیل کرنے سے جمع بنتا ہے۔

واحد	جمع	اُردو
تالو	تالا	تالا
ھفتو	ھفتا	ہفتہ
ستارو	ستارا	ستارہ

(ج) جس اسم واحد کے آخر میں 'ی' زبر یا زیر ہو اس کے بعد، اون، یا 'یون' کی آواز ملانے سے جمع بنتا ہے۔

واحد	جمع	اُردو
چھوکری	چھوکریوں	لڑکی
کرسی	کرسیوں	کرسی
خبرَ	خبروں	خبر
قبرَ	قبروں	قبر
جنسَ	جنسوں	جنس

(د) جس اسم واحد کے آخر میں 'ا' ہو اسے جمع بنانے کے لئے 'وَن' لگایا جاتا ہے۔

اُردو	جمع	واحد
ہوا	هواؤں	هوا
سدا	سداؤں	سدا
جفا	جفاؤں	جفا

سندھی میں کچھ ایسے الفاظ بھی ہیں جن کا جمع اور واحد ایک ہی ہوتا لیکن زیر، زبر، پیش کا فرق رہتا ہے۔

اُردو	جمع	واحد
ساتھی	ساٿي/ہمراہ	ساٿي/ہمراہُ
ہاتھی	ھاٿي	ھاٿي
پرندہ	پکھي	پکھي
موتی	موتي	موتي
ہاری/کسان	ھاري	ھاري
پانی	پاڻي	پاڻي
سانس	ساھَ	ساھُ

سابقے اور لاحقے

ایک یا چند حروف کا مجموعہ جو کسی بامعنی لفظ کے شروع یا آخر میں لگانے سے نیا لفظ بن جائے۔ ذیل میں کچھ سابقوں اور لاحقوں سے بنے ہوئے الفاظ پیش کیے جاتے ہیں:

سابقے:

الف = امٹ۔ اٹل۔ اٹوٹ۔ اکھٹ۔ الکھ

س = سُگندھ۔ سچیت۔ سجنُ۔ سپوت

ک = کپت۔ کسنگ

اݨ = ان جان (انجان)، ان بن ۔ ان پڑھ

بد = بد زبان۔ بدخواہ۔ بدبخت۔ بدتمیز۔ بدنصیب

بے = بے زبان۔ بے ادب۔ بے غیرت۔ بے شمار

بݨ = بن بنیاد ۔ بن پچھڑو

خوش = خوشبو۔ خوش اخلاق۔ خوش نصیب

نا = ناواقف ۔ نالائق ناسمجھ

نیک = نیک نیت۔ نیک اخلاق۔ نیک دل

لاحقے:

ہار = روئن ہار۔ خلقن ہار۔ پالن ہار ۔ سرجن ہار

گار = پرہیزگار۔ گنھگار

پسند = دلپسند۔ من پسند

ہری = سونہری۔ بپسری

لن = مالھن۔ جوگن

ٹی = فوکنی۔ دوکنی

دار = مالدار۔ جاگیردار۔ وفادار۔ عزتدار

اِی = لاہوری۔ سندھی۔ پاکستانی۔ چینی

پ = سیانپ۔ سونھپ۔ ڈاھپ

ڑی = دلڑی۔ نگڑی۔ اگیاڑی۔ پچھاڑی

حرف:

حرف کی تعریف اور اس کی اقسام کو واحد بخش شیخ نے یوں بیان کیا ہے:

"دو لفظوں، جملے کے دو حصوں یا دو جملوں کو ملائے یا علیحدہ کرے، اسم یا ضمیر

کی اضافت بیان کرے یا جس سے آرزو، ارمان، عجب، تعریف یا توہین کی معنی نکلے۔ تنہا حرف کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن جملے میں اس کا ہونا ضروری ہے۔

حرف کے مختلف اقسام یہ ہیں:

۱۔ حرف جار　　۲۔ حرف عطف　　۳۔ حرف اضافت

۴۔ حرف ندا　　۵۔ حرف تمنا یادعا　　۶۔ حرف تعجب

۷۔ حرف تاسف　　۸۔ حرف تحسین　　۹۔ حرف تعریف" (۱۷)

حرف جار:

سندھی		اردو	سندھی		اردو
تائين	۔	تک	تان	۔	سے
تي	۔	پر	کان	۔	سے
کي	۔	کو	مان	۔	میں سے
وٽ	۔	پاس	سان	۔	سے
۾	۔	میں	وٽان		پاس سے
جو	۔	کا	پاران		کی طرف سے
لاءِ	۔	کے لیے	ڏاران		کے سوائے
واسطي	۔	کے واسطے			

حروف عطف:

۽	۔	اور	يا	۔	یا
ٻِہ	۔	بھی	پڻ	۔	بھی
تہ	۔	تو	پر	۔	پر
تہ بہ	۔	تو بھی			
جي	۔	اگر	جيتوڻيڪ۔		اگرچہ

چوتہ (چھوتہ)۔ کیونکہ　چاکاڻ تہ (چھاکان تہ)۔　اس وجہ سے کہ

حرف اضافت:

جو (جو) ۔	کا	جي (جی)۔	کی		
جا (جا) ۔	کے	جون(جوں)۔	کی		

حرف ندا:

اڙي (اڑے)۔	ارے	اي (اے)۔	اے
او (او)۔	او	يا (یا) ۔	یا

حرف تمنا یا دعا:

الا (الا) ۔	الا	ڪاش(کاش)۔	کاش
جيڪر(جیکر)۔	اگر	شال(شال)۔	شالا

حرف تعجب:

مار (مار) ۔	مار
وَبخ (ونج)۔	ونج
ھڻ (ھن)۔	ھن

حرف تاسف:

اُف۔	اف	هاءِ هاءِ ۔	ہائے ہائے
افسوس۔	افسوس	گهوڙاڙي۔	افسوس کے لیے
اوهه۔	اوہ	آهه۔	آہ

نحو:(Syntax) نحو کے حوالے سے شرف الدین اصلاحی لکھتے ہیں:

"جس طرح مختلف قسم کے الفاظ (اسم، فعل، حرف) بنانے میں ہر زبان کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے، اِسی طرح الفاظ جوڑ کر فقرے یا جملے بنانے میں ہر زبان ایک لسانی دستور کی پابند ہوتی ہے۔ اِسی دستور کو اصطلاح میں نحو کہا جاتا ہے۔" (۱۸)

سندھی زبان کی نحو اور ترتیب اردو کی نحوی ترتیب جیسی ہے۔ جیسے مبتدا پہلے ہے اور بعد میں خبر، یعنی پہلے فاعل آتا ہے اور پھر فعل اگر فعل متعدی ہے تو ترتیب اس طرح ہو گی۔

فاعل مفعول فعل

اسم حالیہ، اسم استقبال، ماضی معطوفی:

اسم حالیہ، اسم استقبال اور ماضی معطوفی، فعل سے پہلے آتے ہیں اور اس کے قریب ہی رہتے ہیں۔

اسم حالیہ = ہو رستے تاں کتاب پڑھندو پے ویو۔

اسم استقبال = موں کھے اج باہر وڃڻو آہے۔

ماضی معطوفی = کتو مانی کھائی، ٹکر وات میں جھلے بھڄی ویو۔

ضمیر استفہام: ضمیر استفہام جملے میں فاعل واقع ہو یا مفعول، بالعموم شروع میں آتی ہے:

کیر تھو چوے تہ اھو کم موں کیو آہے؟

ضمیر موصول اور جواب موصول: پہلے موصول آئے گا، پھر اس کا جواب موصول۔

جو کتاب موں تو کھے ڈنو آھے، سو ہی آہے۔

متعلقات و توابع:

متعلقات و توابع کے حوالے سے ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی لکھتے ہیں:

"مبتدا، خبر، فعل، فاعل اور مفعول کے بعد جملے کی ترکیب میں جو اجزاء کچھ اہمیت رکھتے ہیں وہ متعلقات و توابع ہیں۔ اُن میں تمیز، حرفِ جار، مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب عطفی، مرکب اشاری، مرکب ندائی شامل ہیں۔"(19)

ذیل میں مثالوں کے ساتھ ان کی کیفیت درج کی جاتی ہے۔

تمیز: جملے میں اپنے ممیز سے پہلے آتی ہے۔

ہو آہستے ہلیو ویو۔
تمام چگو ماٹھوں۔

حرفِ جار: سندھی میں اسم (مجرور) کے پیچھے آتا ہے۔

کتاب میں موں کاں

مرکب اضافی: سندھی میں مضاف الیہ پہلے مضاف بعد میں اور حرفِ اضافت ان کے درمیان آتا ہے۔

زید جو کتاب

مرکب توصیفی: سندھی میں صفت پہلے اور موصوف بعد میں:

اچھو گھوڑو

لیکن اگر موصوف جملے میں مبتدا اور صفت خبر واقع ہو رہی ہو تو ترتیب الٹ جاتی ہے:
ہو گھوڑو تکھو آہے۔

مرکب عطفی: سندھی میں معطوف علیہ پہلے اور معطوف بعد میں آتا ہے۔

علی ایس انور
آیو ایس ویو

مرکب اشاری: ''ہی'' اور ''ہو'' سندھی میں حروف اشارہ قریب و بعید ہیں۔ یہ ہمیشہ مشار الیہ کے ساتھ اس سے پہلے آتے ہیں۔

ہی کتاب
ہو ماٹھو

مرکب ندائی: سندھ میں حرف ندا منادیٰ سے پہلے آتا ہے

اے یار اڑے چھوکرا

مرکب جملے: مرکب جملے کو مرزا قلیچ بیگ نے اپنی تصنیف ''سندھی ویاکرن'' میں یوں بیان کیا ہے:

''دو یا دو سے زیادہ جملے مل کر کسی ایک مفہوم یا خیال کو ادا کریں تو اس کو مرکب جملے کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ مرکب اور مرتب۔''(۲۰)

ذیل میں مثالوں کے ساتھ ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مرکب: ایسے جملے جو نحوی لحاظ سے جداگانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں۔ ان کی چار قسمیں ہیں۔ عطفیہ، اختیاریہ، ضدیہ اور سببیہ

عطفیہ: دو ہم رتبہ جملوں کو بذریعہ حرف عطف ملا کر بنایا جاتا ہے۔

اسلم پاڻي پيتو ۽ سليم ماني کاڌي۔

اختیاریہ: اس میں دو جملوں کو حرفِ تردید کے ذریعے صورتاً جوڑا اور معنیً علیحدہ کیا جاتا ہے۔ جیسے

سپاهين کي يا جنگ کتڻ گهرجي يا مرڻ گهرجي.

ضدیہ: اس میں دو ہم رتبہ جملوں کو حرفِ استدراک کی مدد سے جوڑا جاتا ہے۔ جیسے

هن هين کي نصيحت ڪئي پر پاڻ انهيءَ تي نه هليو.

سببیہ: اس میں ایک جملہ دوسرے جملے کا سبب ظاہر کرتا ہے۔

ڇوڪرو هوشيار آهي ان ڪري پاس ٿيو آهي.

مرتب جملے: ایسا جملہ جو دوسرے جملے کے مقابلے میں برابر کی حیثیت نہ رکھتا ہو، بلکہ دوسرے کے ماتحت ہو۔ یہ تین قسم کے ہوتے ہیں اسمیہ، صفتیہ اور ظرفیہ

اسمیہ: اسمیہ جملوں کی ابتدا عموماً حرف "تہ" سے ہوتی ہے

هن چيو ته تون غلط آهين.

صفتیہ: صفتیہ جملہ وہ ہے جو صفت کا کام دے اور اصل جملے کے کسی لفظ کی تعریف کرے۔ صفتیہ جملوں کے ساتھ عموماً ضمیر موصول آتا ہے اور اس کے جواب میں دوسرے جملے میں دوسری ضمیر آتا ہے۔

جو پنهنجي ڪاوڙ ماري ٿو سو عقلمند ماڻهو آهي.

ظرفیہ: ظرفیہ جملہ در حقیقت ظرف کی طوالانی صورت ہے یہ اصل جملے کی خبر کی بلحاظ وقت و مقام، طور طریقہ، کے تعریف کرتا ہے یا کسی دوسرے ظرف کی۔

جڏهن ماڻهو بيمار هجي تڏهن محنت ڪرڻ نقصان ٿي رسائي.

جملہ شرطیہ: ان جملوں میں شرط پہلے اور اس کی جزا بعد میں آتی ہے۔

جيڪڏهن پڙهندين تہ پاس ٿيندين۔

ضرب الامثال

ضرب الامثال جو ہر زبان میں مشترک ہیں اجتماعی دانش کا مخزن اور عوامی تجربات کا عطر ہیں اور یہ قوموں کے اجتماعی طرزِ فکر و احساس اور عوامی حافظہ و تخیل سے نمو پاتا چلا آرہا ہے۔ ضرب المثال کسی قوم کے ادب کا بہترین اور قدیم ترین سرمایہ ہیں۔ دنیا کی تمام زبانوں میں ضرب الامثال موجود ہیں۔ ان مختصر حکمت آمیز جملوں میں مفاہیم کا ایک سمندر پوشیدہ ہے۔ ان امثال سے کسی قوم کے ذوق، خصوصیات، افکار، جذبات اور آداب و رسوم کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ ان جملوں کی بناوٹ اختصار کے باوجود سادہ اور نہایت دل نشین ہے۔ گویہ جملے بظاہر مختصر نظر آتے ہیں لیکن ان کے پیچھے ایک بہت طویل تجربہ کار فرما ہے۔

ضرب الامثال کبھی تو پند و نصیحت، کبھی لطیفوں اور کبھی انتقادی جملوں اور کبھی داستانوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور ان میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ دنیا کی ہر زبان میں ضرب الامثال پائی جاتی ہیں۔ سندھی زبان کا دامن بھی ان گوہروں سے مالا مال ہے۔ ذیل میں چند سندھی ضرب الامثال اردو ترجمے کے ساتھ دی جاتی ہیں۔

سندھی ضرب الامثال	ترجمہ
آئون چي گھوہاتو	کہو کھیت کی سنے کھلیان کی
اپٽي گھوٽ تہ نشا ٿيو ٿي	تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو
اج جو ڪم سياڻي تي نہ ڇڏ	آج کا کام کل پر نہ چھوڑو
اڻ گھريو ماءُ بہ پٽ کي نہ ڏارائي	بے مانگے خدا بھی نہیں ملتا
اهڙو سون ٿي گھوريو جو ڪن ڇني	بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان
انڌير نگري چرپٽ راجا	اندھیر نگری چوپٹ راجا

نکي سير پاڄي نکي سير کاڄا — ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

انڌو هاٿي لشڪر جو زيان — اندھا ہاتھی لشکر کا نقصان

آيا مير پڳا پير — آئے میر بھاگے پیر

اکرين متو وجهجي مهرين پر جو ڊڄجي؟ اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں سے کیا ڈر

ٻه گدرا هڪ مٺ ۾ ڪين ماپندا — دو تلواریں ایک میان میں نہیں آسکتیں

ٻه شينهن ٻيلي ۾ نه ماپن — ایک جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے

ٻه تلوارون هڪ مياڻ ۾ ڪين ماپنديون ایک میان میں دو تلواریں نہیں آسکتیں

ٻلي ءَ جي خواب ۾ ڇيڇڙا — بلی کے خواب میں چھیچھڑے

ڀڄي ءَ ڀيڙي ءَ جون هريڙون به ڀليون — بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی

ڀلي ڀلي ڀاڻ آئي، سا به نه ڀلي — صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے اسے بھولا نہیں کہتے

تکڙ ڪم شيطان جو — جلدی کام شیطان کا

پنج ئي آڱريون برابر نه آهن — پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں

جهڙي ڪرڻي تهڙي پرڻي — جیسی کرنی ویسی بھرنی

جهڙو پوکيندين تهڙو لُڻندين — جو بوئے گا سو کاٹے گا

جهڙا ڪاتو تهڙا ٻچا — جیسا بیج ویسا پھل

چور جي ڏاڙهي ءَ ۾ ڪک — چور کی داڑھی میں تنکا

چورن جي مٿان مور — چوروں کے اوپر مور

ڌوبي ءَ جو ڪتو نه گهر جو نه گهاٽ جو دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

سوناري جا سئو ڌڪ لوهار جو هڪڙو سُونار کی ایک لوہار کی

کير جو ڪاٺو ڇاهي به ڦوڪي پيئي — دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کر پیتا ہے

نادان دوست کان داناءُ دشمن چڱو — نادان دوست سے عقلمند دشمن بہتر

ويهي درياءَ جي ڪپ تي ءَ وجهي واڳن سان وير — دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر

هٿ جي ڪنگڻ کي آرسيءَ جو ڪهڙو ضرور	ہاتھ کے کنگن کو آرسی کیا ہے
هاٿيءَ جا ڏند کائڻ جا ڪهڙا ڏيکارڻ جا ٻيا	ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور
هجي ئي ناڻو ته گهُمر لاڙڪاڻو	پیسا پھینک تماشا دیکھ
انو چي گهوٻاٽو	سوال گندم جواب چنا
سچ ته بيٺو نچ	سانچ کو آنچ نہیں
ٻه پائر ٽيون ليکو	لین دین میں کیا رشتہ داری
ڦڙي ڦڙي تلاءُ	قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے
گهٽ خرچ وڏو نٽ	کم خرچ بالا نشین

اصطلاحات

آئي ويل ڪم اچڻ	آۓ ویل کم اچن	بوقتِ ضرورت کام آنا
اک ڏيکارڻ	اکھ ڈیکھارن	ڈرانا، ڈانٹنا
اکين تي ويهارڻ	اکھین تے ویھارن	عزت دینا، خوش آمدید کرنا
باهه لڳڻ	باہ لگن	غصہ کرنا
ٻاڦ نه ڪڍڻ	باپھ نہ کڈھن	راز ظاہر نہ کرنا
تارا ڳڻڻ	تارا گنن	انتظار کرنا
ٽيڙ ٻڌڻ	ٹیڑ بدھن	بوریا بستر باندھنا
ٽوٽا چٻائڻ	ٹوٹا چبائن	مشکل میں ڈالنا
پٿر سان مٿو هڻڻ	پتھر سان منھن ھنن	سخت مقابلہ کرنا
پٺيان لڳڻ	پٹھیاں لگن	پیچھے پڑنا
پيٽ ڀرجڻ	پیٹ بھر جن	مغرور ہونا، اکڑ جانا
ڦٽن تي لوڻ ٻرڪڻ	پھٹن تے لون برکن	زخموں پر نمک چھڑکنا
دل ڀڄڻ	دل بھجن	دل ٹوٹ جانا

دل جهلڻ	دل جھلن	ہمت کرنا
ڏند ڪڍڻ	ڈند کڈھن	خواہ مخواہ ہنسنا
رت ڪرڻ	رت کرن	بیزار کرنا، تنگ کرنا
ڪن کولڻ	کن کھولن	خبردار ہونا
لت هڻڻ	لت ھنن	نفرت کرنا
نالو ٻوڙڻ	نالو بوڑن	بدنام کرنا
هٿ ٽنگڻ	ہتھ ٹنگن	ہاتھ تنگ ہونا، بھیک مانگنا

تشبیہات

تشبیہات کے اصطلاحی معنی ہیں ایک چیز کو کسی خاص صفت کے اعتبار سے کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینا۔ مولوی نجم الغنی کے حوالے سے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی یوں بیان کرتے ہیں :

> ''تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں ایک معنی میں شریک ہونے پر اِس طرح کہ بطور استعارے کے نہ ہو اور نہ بطور تجدید کے ہو۔''(۲۱)

ذیل میں چند سندھی تشبیہات اردو ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

سندھی تشبیہات	اُردو
اهڙو اڇو جهڙو کير	ایسا سفید جیسا دودھ
اهڙو اٽل جهڙو موت	ایسا اٹل جیسی موت
اهڙو اوچو جهڙو آڀ	ایسا اُونچا جیسا آسمان
اهڙو تيز جهڙو پارو	ایسا ٹھنڈا جیسا پارا

اهڙو ڏاهو جهڙو ڪانُ	ایسا چالاک جیسا کوّا
اهڙو دلير جهڙو دودو	ایسا دلیر جیسا دودا
اهڙو چٽو جهڙو ڏينهن	ایسا روشن جیسا دن
اهڙو سخت جهڙو پٿر	ایسا سخت جیسا پتھر
اهڙو سخي جهڙو حاتم	ایسا سخی جیسا حاتم
اهڙو سنهو جهڙو وار	ایسا باریک جیسا بال
اهڙو سهڻو جهڙو چنڊ	ایسا حسین جیسا چاند
اهڙو شفاف جهڙو شيشو	ایسا شفاف جیسا شیشہ
اهڙو ڪڙو جهڙو وِهُ	ایسا کڑوا جیسا زہر
اهڙو ڪُجي جهڙي ڀتِ	ایسے خاموش جیسے دیوار
اهڙو ڏاڍو جهڙو ڙُڪ	ایسا مضبوط جیسے فولاد
اهڙو ڪونئرو جهڙو ميڻ	ایسا نرم جیسے موم
اهڙو خطرناڪ جهڙو چيتو	ایسا خطرناک جیسا چیتا
اهڙو گول جهڙي ڌرتي	ایسا گول جیسی زمین
اهڙو مٺو جهڙو ماکي	ایسا میٹھا جیسا شہد
اهڙو نازڪ جهڙو گل	ایسا نازک جیسا پھول
اهڙو عادل جهڙو نوشيروان	ایسا عادل جیسا نوشیرواں
مارئي جهڙو سَتُ	ایسی حیادار جیسی ماروی
نوريءَ جهڙو نياز	نوری جیسا نیاز

سندھی لغت نویسی

عربی میں لغت کے معنی لفظ بھی ہیں اور ڈکشنری بھی۔ موخر الذکر مفہوم میں لغت کی جمع لغات کو زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو کی عام بول چال میں لغت اور لغات

دونوں کو ڈکشنری کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ ان میں بھی سہولت اور اختصار کی خاطر، 'لغت' بولنے کا زیادہ رواج ہے۔ یونانی زبان میں "Lexis" لفظ کو کہتے ہیں۔ اس سے "Lexican" بنا جس کے معنی لغات کی کتاب یا ذخیرہ الفاظ قرار پائے۔ لاطینی میں dicere کے معنی کہنا ہیں جس سے dictionaries بنا اور جو انگریزی میں ڈکشنری ہوگیا۔ اس لفظ کے معنی لغات کی کتاب ہیں۔

لسانیات نے یونانی اصطلاح کو ترجیح دی ہے۔ لغت سے متعلق دو علوم ہیں یا ایک ہی علم کے دو پہلو ہیں پہلے کو Lexico logy کہتے ہیں۔ اردو میں اس کا ترجمہ علم اللغات یا لغاتیات ہو سکتا ہے۔ یہ نظریاتی شاخ ہے جس میں لغت تیار کرنے کے مسائل پر غور کیا جاتا ہے۔ اس کی عملی شاخ کو لغت نگاری (Lexicography) کہتے ہیں۔ یہ اطلاقی لسانیات کا عمل ہے۔

امریکہ اور یورپ میں علم اللغات کو کیا حیثیت حاصل ہے اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> "امریکہ اور مغربی یورپ میں علم اللغات کو لسانیات کی باقاعدہ آزاد شاخ کی حیثیت نہیں دی جاتی۔ لسانیات کی کتابوں میں لغاتیات پر ابواب نہیں ہوتے۔ ان کے مقابلے میں روس میں علم اللغات اور لغت نگاری دونوں کو مطالعہ زبان کے اہم شعبے مانا جاتا ہے چنانچہ ان کی لسانیات کی کتابوں میں علم اللغات پر مفصل غور کیا جاتا ہے۔ روسیوں میں علم اللغات کا مشہور عالم شیر (Scherba) ہے جس نے اس علم پر نظریاتی حیثیت سے بھی لکھا اور عملی لغت نگاری بھی کی۔ مغرب میں لغت نگاری کا کام بڑے پیمانے پر ہوا ہے۔ اس کے اُصولوں پر بھی لکھا گیا ہے۔ لیکن باقاعدہ مستقل سائنس کے طور پر نہیں۔" (۲۲)

سب سے پہلے لغت نویسی کا آغاز کب ہوا۔ اس ضمن میں پروفیسر صفدر علی اپنی

تصنیف ''اردو لسانیات'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''لغت نویسی کی قدیم ترین روایت کا تعلق قدیم ہند سے ہے۔ پہلی دستیاب لغت نگھنٹو (Nighantu) ہے۔ جو کئی نسلوں کے مینوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اِن مینوں نے ''وید'' کی تقسیم میں سہولت پیدا کرنے کے لیے اس کے مشکل الفاظ کی تشریح کی تھی اور قواعدی ہستیوں اور محاوروں کی تفسیر کے ساتھ ساتھ ایک ہی لفظ کے محل استعمال کے اعتبار سے مختلف معانی بتائے تھے۔ یاسک منی نے اس لغت کی شرح مرتب کی اور اس پر اضافے بھی کیے۔ یہ شرح ''نرکت (Nrukta) '' کے نام سے موسوم ہے اور ویدک زبان کی مشہور ترین اور مستند لغت سمجھی جاتی ہے۔ اسے ''ویڈنگ'' معنی وید کے اعضا بھی کہا جاتا ہے۔ اردو میں لغت مذکر ہے۔''(۲۴)

لغت نویسی کا سلسلہ ہر زمانے اور تقریباً ہر لکھی جانے والی زبان میں کسی نہ کسی صورت میں رائج رہا ہے اور ہر زبان کی وسعت اس کے علمِ لغت سے معلوم ہوتی ہے۔ سندھی زبان میں لغت کا ذخیرہ کافی ہے جو کہ انگریزوں ہی کے زمانے میں تیار ہونا شروع ہوا اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

سندھ میں لغت نویسی کی ابتدا کب ہوئی اور ابتدا میں کن لوگوں نے اس کام کو سرانجام دیا اس سلسلے میں میمن عبدالمجید لکھتے ہیں:

> ''سب سے پہلے سندھی زبان کی لغت ٹالپوروں کے عہد میں ڈبلیو۔ ایچ واتھن نے ۱۸۳۶ء میں لکھی۔ اس کے ساتھ صرف و نحو بھی شامل ہے۔ اِی بی ایسٹوک نے بھی سندھی زبان کی لغت ۱۸۴۳ء میں چھپوائی۔ اسی سال آر لیچ نے سات زبانوں کی ایک لغت لکھی جس میں دریائے سندھ کے مغرب میں بولی جانے والی زبانوں کی لغت شامل ہے اور اس میں سندھی بھی آجاتی ہے۔ ۱۸۴۹ء میں کیپٹن جارج اسٹنگ نے انگریزی اور سندھی لغت تیار کی اور اس

نے ۱۸۵۵ء میں سندھی اور انگریزی لغت لکھی۔ انگریزی اور سندھی لغت لکشمن وشنو پراچپانے بھی ۱۸۶۸ء میں لکھی۔ آخوند عبدالرحیم نے ۱۸۷۱ء میں ''عبدالرحیم جواہر للغات'' نامی کتاب لکھی، جس میں الفاظ سندھی کے ہیں اور معنی فارسی میں۔ ۱۸۷۵ء میں شرٹ اور مرزا صادق علی بیگ دونوں نے مل کر سندھی انگریزی لغت تیار کی۔ جس میں الفاظ سندھی اور معنی انگریزی میں ہیں۔ امام بخش خادم شکارپوری نے ایک لغت لکھی ہے۔ جس کا نام ''دودایو'' ہے۔ اس میں الفاظ فارسی کے ہیں اور معنی سندھی میں۔''(۲۴)

۱۹ ویں صدی کی ابتدا میں پرمانند میوارام ملکانی کی ''سندھی۔انگریزی لغت'' ۱۹۱۰ء اور ''انگریزی۔سندھی لغت'' ۱۹۳۳ء شائع ہوئیں۔ جو سندھی لغت نویسی کی تاریخ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی ''سندھی۔انگریزی لغت'' میں ۲۵۰۰۰ کے قریب سندھی الفاظ کی انگریزی معنی دی ہوئی ہیں۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد بہت سی چھوٹی بڑی سندھی۔انگریزی اور انگریزی۔سندھی ڈکشنریاں تیار ہوتی رہی ہیں۔

انگریزی۔ سندھی لغات کے علاوہ اُردو۔انگریزی اور سندھی۔اردو لغات کے سلسلے میں ابنِ الیاس سومرو (۱۹۵۰۔۱۹۵۱ء)، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ اور ڈاکٹر غلام مصطفی خاں (۱۹۵۹۔۱۹۶۰ء) کی لغات اہم ہیں۔ عربی۔سندھی لغات میں حاجی محمود خادم (۱۹۷۵ء) اور غلام حسین جلبانی (۱۹۸۸۔۱۹۸۹ء) کی لغات کے علاوہ اور بھی بہت سی عربی۔سندھی اور فارسی۔سندھی قلمی لغات کے آثار بھی ملتے ہیں۔ علمِ طب کی سندھی لغات میں حکیم پربھداس (۱۹۳۵ء) حکیم محمد جعفر انصاری (۱۹۴۶ء) اور حکیم نیاز ہمایونی (۱۹۶۰ء) کی لغات اہمیت کی حامل ہیں۔

جہاں تک خالص سندھی۔سندھی لغات کا سوال ہے اس ضمن میں ''جامع سندھی لغات'' پانچ جلد انتہائی اہم ہے۔ جس کا سہرا ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کے سر ہے۔ یہ لغت سندھی ادبی بورڈ نے شائع کی ہے۔(۲۵)

پانچ ضخیم جلدوں پر اور بڑے سائز پر مشتمل اس لغت کے کل صفحات ۳۰۸۸ ہیں۔ جبکہ ۱۹۳۰۰۰ الفاظ واصطلاحات پر مشتمل ہے۔ (۲۶)

جامع سندھی لغات سستے انداز میں تین جلدوں پر محیط اب سندھی لینگو ئیج اتھارٹی نے بھی شایع کی ہے۔ ان تین جلدوں کو ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ نے بعد میں ایڈٹ کیا اور الفاظ کے ذخیرہ کو مزید بڑھایا۔

اس کے علاوہ اب تک شائع شدہ لغات میں جی شرٹ کی "اکھر دھاتو" (۱۸۶۶ء)، جھٹ مل نارومل کی وئیتی کوش (۱۸۸۶ء) بھیرومل مہرچند کی "غریب اللغات" (۱۹۰۷ء)، مرزا قلیچ بیگ کی "لغاتِ لطیفی" (۱۹۱۴ء) اور "لغاتِ قدیمی" (۱۹۲۴ئ)، عبدالکریم سندھیلو کی "تحقیق لغات سندھی" (۱۹۶۳ئ) "سچل لغت" (۱۹۸۴ء)، "سامی دھاتو کوش" (۱۹۷۸ء)، نجف علی شاہ کتر نقوی کی "باروچی بولی" (۱۹۴۸ء)، ڈاکٹر غلام قادر سومرو کی "ہٹن لفظن جی لغت" (۱۹۹۶ء)، اور "ہک جلدی مکمل سندھی لغت" (۱۹۹۸ء)، وغیرہ اہم لغات ہیں۔ (۲۷)

ان لغات کے علاوہ بھی حال ہی میں سندھی لنگو ئیج اتھارٹی، سندھیکا اکیڈمی اور دیگر اداروں نے بھی بہت سی لغات مختلف علوم پر شائع کی ہیں۔

سندھی بول چال

ذیل میں سندھی روزمرہ بول چال کے چند جملے دیئے جاتے ہیں تاکہ اردو اور دیگر زبانوں کے بولنے والے ان سے استفادہ کر سکیں۔

سندھی	اُردو
ڀلي ڪري آيا	خوش آمدید۔

خوش آهيو. چڱا ڀلا تازا متارا ڪير پٽ ٻيو مڙئي خير!

خوش ہو۔ تندرست تازے توانے دودھ بیٹے اور سب خیریت ہے۔

اچو سائين! ڪٽ تي ويهو.	آؤسائیں! چارپائی پر بیٹھو۔
چڱو! وڏي مهرباني!	اچھا! بڑی مہربانی!
اوهان ڪٿي ويٺا آهيو؟	آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟
آءٌ لاڙڪاڻي جو ويٺل آهيان	میں لاڑکانہ کا رہنے والا ہوں۔
تنهنجو نالو ڇا آهي؟	تمہارا نام کیا ہے؟
منهنجو نالو علي گل آهي.	میرا نام علی گل ہے۔
تنهنجي پيءُ جو نالو ڇا آهي؟	تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟
منهنجي پيءُ جو نالو خير محمد آهي.	میرے باپ کا نام خیر محمد ہے۔
تهنجي ڀاءُ جو نالو ڇا آهي؟	تیرے بھائی کا کیا نام ہے؟
منهنجي ڀاءُ جو نالو عبدالهادي آهي.	میرے بھائی کا نام عبدالھادی ہے۔
توهان ڪهڙي پاڙي ۾ رهندا آهيو؟	تم کس محلہ میں رہتے ہو؟
اسان سوهو پاڙي ۾ رهندا آهيون.	ہم سوہو محلہ میں رہتے ہیں۔
تون ڪهڙو ڪم ڪندو آهين؟	تو کیا کام کرتا ہے؟
آءٌ اسڪول ۾ پڙهندو آهيان.	میں سکول میں پڑھتا ہوں۔
ڪهڙي اسڪول ۾ پڙهندو آهين؟	کون سے سکول میں پڑھتے ہو؟
گورنمنٽ هاءِ اسڪول ۾ پڙهندو آهيان.	گورنمنٹ ہائی سکول میں پڑھتا ہوں۔
ڇا تنهنجو ٻيو بہ ڪو ڀاءُ آهي؟	کیا تمہارا کوئی دوسرا بھائی بھی ہے؟
هائو! منهنجو ٻيو بہ ڀاءُ آهي.	ہاں میرا دوسرا بھائی بھی ہے۔
تنهنجي اُن ڀاءُ جو نالو ڇا آهي؟	تمہارے اس بھائی کا نام کیا ہے؟
اُن جو نالو شاهنواز علي آهي.	اُس کا نام شاہنواز علی ہے۔
چڱو اوهان اڄ منهنجا مهمان آهيو.	اچھا، آپ آج میرے مہمان ہیں۔
اِها اجائي تڪليف ڇوٿا ڪريو.	یہ بے جا تکلیف کیوں کرتے ہو؟

تڪليف وري ڇا جي آهي؟ مهمان جي خدمت ڪرڻ اسان جو فرض آهي.
تکلیف کس بات کی ہے۔ مہمان کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔

هينئر گهڻا وڳا هوندا؟ ابھی کتنے بجے ہوں گے؟

هينئر پوڻا ڏهه وڳا هوندا؟ ابھی پونے دس بجے ہوں گے۔

ويهو چانهه ته پيئو، ايڏي تڪڙ ڇا جي آهي؟
بیٹھو چائے تو پیو، اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟

سائين ڇا ڪريان گاڏي تي پهچڻو آهي. سائیں کیا کروں گاڑی پکڑنی ہے۔

چڱو پلا وري ڪڏهن ايندا؟ اچھا تو پھر کب آؤ گے؟

جيڪڏهن خدا گهريو ته ٽن چئن مهينن کانپوءِ وري موٽي ايندس.
اگر خدا نے چاہا تو تین چار مہینے کے بعد پھر لوٹ آؤں گا۔

چڱو! هاڻي موڪلايان ٿو. اچھا! اب اجازت چاہتا ہوں۔

چڱو ادا! الله حافظ! اچھا بھائی! خدا حافظ!

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی لنگنافون، حیدر آباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۱۹۹۹ء، ص۔ ٦
۲۔ ایضاً، ص۔ ۸
۳۔ اصلاحی، شرف الدین، ڈاکٹر، اردو سندھی کے لسانی روابط، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص۔ ۱۴۹
۴۔ ایضاً، ص۔ ۲۲۹
۵۔ ایضاً، ص۔ ۲۳٦
٦۔ ایضاً، ص۔ ۲٦۴
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً، ص۔ ۳۰۱
۹۔ ایضاً، ص۔ ۳۰۳
۱۰۔ ایضاً، ص۔ ۳۲٦
۱۱۔ ایضاً، ص۔ ۳۴۰
۱۲۔ ایضاً، ص۔ ۳۴۴
۱۳۔ ایضاً، ص۔ ۳۴۹
۱۴۔ الانا، غلام علی، سندھی معلم، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۴ء، ص۔ ۲۱
۱۵۔ ایضاً، ص۔ ۹۴
۱٦۔ ایضاً، ص۔ ۸۴
۱۷۔ شیخ واحد بخش، سندھی بولی جو صرف و نحو، حصہ دوم، (سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۹ء، ص۔ ۹۷
۱۸۔ اصلاحی، شرف الدین، ڈاکٹر، اردو سندھی کے لسانی روابط، ص۔ ۴۲۹

۱۹۔ ایضاً، ص۔۴۴۱۔۴۴۹

۲۰۔ مرزا قلیچ بیگ، سندھی ویاکرن،(سندھی) جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۲ء، ص۔۱۳۲

۲۱۔ صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ، مرتبہ، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان۱۹۸۵ء، ص۔۳٦

۲۲۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص۔۵۴۴

۲۳۔ صفدر علی، پروفیسر، اردو لسانیات، لاہور، فاروق سنز، ص۔۳۸٦

۲۴۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، مترجم: حافظ خیر محمد اوحدی، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص۔۵۷۹

۲۵۔ تاج جویو، مضمون، ''سندھی زبان میں لغت نویسی''، مشمولہ: یک جلدی سندھی لغت، مرتبہ: ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ۱۹۹۸ء، ص۔۷

۲٦۔ شیخ، محمد ارشد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ: ''شخصیت اور فن'' اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء، ص۔۱۲٦

۲۷۔ تاج جویو، مضمون، ''سندھی زبان میں لغت نویسی''، ایضاً، ص۔۸

❖......❖......❖

باب۔ ۷

سندھی زبان کی موجودہ صورتحال اور مستقبل

سندھی زبان کی موجودہ صورتحال

زبان ہر دور میں انسان ذات کے رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے اور روزمرہ زندگی کا سب سے اعلیٰ ریکارڈ (record) اور خزانہ رہی ہے۔ جیسے جیسے کسی قوم کے رہن سہن اور سماجی اقدار میں فرق آتا جاتا ہے اسی طرح اِس ترقی اور تبدیلی کا اس قوم کی زبان پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس میں بھی تبدیلی اور ترقی آتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ سندھی بھی ایک زندہ اور ترقی یافتہ زبان ہے جو زمانے کے ساتھ چلتے ہوئے آج ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں کھڑی ہے۔ سندھی زبان اپنی قدامت اور ماہیت کے اعتبار سے پاکستانی زبانوں میں ممتاز ترین مقام کی حیثیت رکھتی ہے اور اپنی متعدد خصوصیات کی بنا پر ابتدا ہی سے ماہرینِ لسانیات کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ بقول ڈاکٹر غلام علی الانا:

> ''علم اللسان کی روشنی میں سندھی زبان، سندھی صوتیات، سندھی لغت، سندھی گرامر، علم معانی، سندھی رسم الخط، علم صرف اور علم نحو پر اس وقت تک جو بھی تحقیق ہوئی ہے یا جو بھی کام ہوا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر اس پر کچھ لکھا جائے یا اس پر تبصرہ کیا جائے تو کم سے کم دو تین جلدوں پر مشتمل کتاب تیار ہو جائے۔ میری ناقص رائے کے مطابق پاکستانی زبانوں میں کسی بھی زبان پر ابھی تک اس قدر کام نہیں ہوا ہے جتنا سندھی زبان پر ہوا ہے۔''(۱)

سندھی زبان علمی اور ثقافتی دولت سے مالا مال ہے۔ اس گراں قدر دولت میں اِس کا اپنا لوک ورثہ اس کا اپنا ادبی خزانہ اور لغات شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں ضرب الامثال،

کہاوتوں، اصطلاحات وغیرہ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ سندھی زبان کا اپنا ایک معیاری رسم الخط ہے۔ جو عربی۔ سندھی رسم الخط کہلاتا ہے۔ یہ خالص عربی رسم الخط سے ماخوذ ہے جس میں لاکھوں کی تعداد میں کتب، رسائل اور اخبارات تحریر ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ سندھی زبان کا اپنا ایک معیاری گرامر ہے جو غیر متبدل اور کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی بنیادوں پر استوار ہے۔ سندھی زبان جتنی قدیم ہے اتنی ہی اس کی علمی، ادبی اور خانگی یا دفتری حیثیت قدیم ہے۔ اس ضمن میں میمن عبدالمجید لکھتے ہیں کہ :

> ''سرزمین سندھ کی قدامت اب عالمگیر حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ قدیم دور میں جبکہ علمی اور تہذیبی نقطۂ نگاہ سے تمام دنیا پر تاریکی کے بادل چھائے ہوئے تھے، اس وقت بھی یہ سرزمین تہذیب و تمدن کی مہک سے معطر تھی۔ اس شہد و شکر سے زیادہ مٹھاس بھرے خطے کے باشندے تمام فنون میں ماہر، پیارے، بااخلاق، سچے، سیدھے لیکن سمجھدار اور شہریت کے شعور سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ بڑے ہنر مند تھے اور مختلف ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ حرف شناس بھی تھے، ان کی اپنی تحریر تھی اور اس کی بنا پر اپنا کاروبار چلاتے تھے۔ ان قدیم سندھی حروف کے املا کے آثار ہمیں ''موئن جودڑو'' سے مہروں کی صورت میں ملے ہیں۔''(۲)

ماہرین آثارِ قدیمہ کو سندھ کے کھنڈرات سے آٹھ سو کے قریب ایسی مہریں، سکے، سلیٹیں، کتبے اور دیگر اشیاء ملی ہیں جو سندھی زبان کے مختلف رخوں کو نمایاں کرنے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر حیدر سندھی :

> ''ان اشیاء میں بڑی تعداد ان سلیٹوں کی ہے جو پکی مٹی کی بنی ہیں اور ان پر ایک بار لکھنے کے بعد وہ لکھائی مٹا کر دوسری لکھی جا سکتی ہیں۔ یہ سلیٹیں تدریسی عمل کو آگے بڑھانے کے لیے انتہائی اہمیت کے قابل اور نصابی

سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے ترقی یافتہ عمل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ یہ چیزیں یہاں اس لیے قابلِ ذکر ہیں کہ ان کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ اہل سندھ پانچ ہزار سال پہلے بھی وسیع پیمانے پر لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے۔ (۳)

عرب سیاحوں کے سفرناموں اور تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے عالم علمِ جوتش، علمِ نجوم، علمِ ریاضی اور دیگر علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ سندھ میں ان علوم کے ماہر بڑے بڑے ودوان اور پنڈت ہوتے تھے۔ سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد، اسلامی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوا۔ بہت سے مدرسے کھلے۔ یہاں عالم و فاضل لوگوں کی بہتات تھی جس میں سے چند ایک نے یہاں سے ہجرت کر کے عرب دنیا کو آباد کیا۔ اس طرح عرب دنیا سے بھی بہت سے عالم، فاضل اور درویش سندھ میں آکر آباد ہوئے۔ جن کی وجہ سے سندھی زبان اور علم و ادب میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ اس سلسلے میں مہتاب اکبر راشدی یوں رقمطراز ہے:

"... طلوعِ اسلام کے بعد جو روایات اس سرزمین پر قائم ہوئیں وہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قرآن پاک کا سب سے پہلا ترجمہ سندھی میں ہوا اور ایک اور دوسری روایت کے مطابق رسول اکرم ﷺ کے خطوط کا پہلا مجموعہ بھی سندھی میں مرتب ہوا۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ یہ سرزمین علم کا وہ گہوارہ رہی ہے جہاں جید عالم پیدا ہوئے ہیں جن کے قلم سے عالمانہ اور فاضلانہ تحریریں وجود میں آئیں جو سندھ کے کونے کونے میں قائم کتب خانوں کی زینت بنیں اور آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی سندھ کے شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں تہذیب و تمدن کے ایسے مراکز موجود ہیں جہاں سے ایسے قیمتی اور نایاب قلمی نسخے مل جاتے ہیں جو سندھ کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔" (۴)

سندھ میں اسلام کی آمد اور اسلامی تعلیمات کے فروغ نے سندھی علم وادب اور سندھی زبان کی ترقی و ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا اور یہ سلسلہ انگریزوں کی آمد تک جاری رہا۔ انگریزوں نے سندھ پر ۱۸۴۳ء میں اپنی حکومت قائم کی۔ انگریزوں نے حکومت سنبھالنے کے بعد سندھی زبان وادب کی یہ صورتحال دیکھی تو انھوں نے سندھی زبان کی حیثیت کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کو محکومیت سے نجات دلا کر حاکمیت کا درجہ دیا، اِس زبان کو سندھ صوبے کی سرکاری، تعلیمی، ادبی اور کورٹ کے کاروبار کے لیے استعمال کرنے کی حیثیت دی۔

جب سندھی زبان کو سرکاری اور دفتری زبان کا درجہ ملا، تو سندھی کے لیے ایک مقررہ رسم الخط کو ضروری سمجھا گیا کیونکہ اس وقت بہت سے رسم الخط سندھ میں مروج تھے۔ معیاری رسم الخط بنانے کے لیے ایک کمیٹی (جس میں مقامی ہندو اور مسلمان اہل علم نامزد کیے گئے تھے) بنائی گئی۔ بالآخر ۱۸۵۳ء میں ۵۲ حروف پر مشتمل عربی۔سندھی رسم الخط بنائی گئی جو اب تک مستعمل ہے۔ جس کا ذکر دوسرے باب میں تفصیل کے ساتھ آچکا ہے۔

سندھی رسم الخط کی ترمیم، اصلاح اور آخری تعین کے بعد سندھی زبان میں درسی کتابیں اور دیگر نثر و نظم کی کتابیں طبع ہونا شروع ہو گئیں۔ انگریز دور میں سندھ کے ادیبوں، شاعروں اور عالموں نے دنیا کی بہترین تصانیف اور اعلیٰ معیار کے لکھاریوں کو سندھی زبان میں ترجمہ کیا۔ جن زبانوں کے تراجم کیے گئے ان میں انگریزی، فرینچ، جرمن، روسی، عربی، فارسی ترکی، ہندی، بنگالی، گجراتی، اردو وغیرہ شامل ہیں جبکہ دنیا کے جن معروف مفکروں، شاعروں، ادیبوں کی تصانیف ترجمہ کی گئیں ان میں رومی، جامی، ٹالسٹائے، کالیداس، ٹیگور، گوئٹے، حافظ شیرازی، خلیل جبران، سعدی، عمر خیام، شیکسپیئر، ڈانٹے، ڈکسن، کارلائل، بیکن، میکالے، ٹی۔ ایس ایلیٹ، شبلی، حالی، علامہ اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ انگریز دور میں سندھی زبان وادب نے بہت ترقی کی۔ قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ سندھی ادب جمود کا شکار رہا مگر بعد میں بہت سے اشاعتی ادارے وجود میں آئے جنہوں نے سندھی

زبان وادب کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ آزادی کے بعد سندھی ادب کی ترقی کے سلسلے میں ڈاکٹر غلام علی الانایوں رقمطراز ہے:

''آزادی کے بعد تو سندھی زبان میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی اور موجودہ وقت کے ادب کو دیکھتے ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ سندھی زبان دنیا کی کسی بھی ترقی یافتہ زبان سے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہو سکتی ہے۔ اس زبان میں ہر قسم، ہر مضمون اور ہر موضوع پر مواد موجود ہے۔ زبان میں وسعت کی وجہ سے اس کے شعراء، ادباء، علماء اور فضلاء نے اسے موجودہ وقت ہر علم اور فن میں اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ موجودہ وقت دنیا کے بین الاقوامی مسائل کو بھی سندھی زبان میں پیش کیا ہے۔ سندھی شعراء کا کلام، سندھی ناول اور افسانے ایشیا، یورپ، آفریکا اور امریکا کی ترقی یافتہ زبانوں جیسے انگریزی، جرمن، اطالوی، روسی، چینی، ہندی اور اردو میں تراجم ہو چکے ہیں۔''(۵)

وہ مزید لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں شعراء اور ادباء نے مختلف موضوعات اور مضامین کے مطابق سندھی میں نئے نئے الفاظ، جوڑے اور بنائے ہیں، مختلف شعبوں میں ماہرین نے فنی اصطلاحات کو سندھی جامہ پہنایا ہے۔ زراعت، اقتصادیات، علم طبعی، علم کیمیا، علم ارضیات، علم الانسان خواہ ایسے دیگر مضامین کے فنی اصطلاحات سندھی زبان کا روپ لے چکے ہیں۔''(۶)

عصرِ حاضر کی سندھی اصنافِ ادب جن میں افسانہ، ناول، ڈرامہ، مضمون، سفر نامہ، تحقیق و تنقید، گیت خواہ نظم، دوہیڑے اور وائیاں، کافیاں اور غزل، ہائیکے اور ترائیلے سندھی زبان کے روشن مستقبل کی بشارت دے رہے ہیں۔ سندھی پاکستان کی قدیم اور ترقی یافتہ زبان ہے اور دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی طرح آگے پھل پھول رہی ہے۔ اس سلسلے میں

ذیل میں چند عنوانات دیے جاتے ہیں جس سے یہ بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ سندھی زبان نے کس حد تک ترقی کی منازل طے کیں ہیں۔

ادبی کتابوں کی اشاعت

سندھی زبان میں سندھی زبان وادب سے متعلق بہت سی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد سال بھر میں پاکستانی زبانوں پر شائع ہونے والی کتابوں کو کتابیات کی شکل میں مرتب کر کے شائع کرتی ہے۔ ان کو کتابیات کی شکل میں مرتب کر کے شائع کرتے ہیں۔ اس کے مطابق اردو کے بعد سب سے زیادہ کتابیں سندھی میں شائع ہوتی ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد سندھی زبان اور ادب کی ترقی اور ترویج کے لیے جو ادارے قائم کئے، ان میں سب سے پہلے وجود میں آنے والے نمایاں ادارے سندھی ادبی بورڈ جاشورو، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز بھٹ شاہ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی جام شورو اس کے بعد ادارہ ثقافت و سیاحت حکومتِ سندھ اور سندھی لینگویج اتھارٹی حیدر آباد شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جو خانگی ادارے ہیں ان میں روشنی پبلی کیشن کنڈیارو، نیو فیلڈس پبلی کیشن حیدرآباد، سندھیکا اکیڈمی کراچی، مہران اکیڈمی شکارپور، سچائی اشاعت گھر، دڑو وغیرہ نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ تمام ادارے ادب کی مختلف اصناف جن میں شاعری، ناول، ڈرامے، افسانے، تحقیق، تنقید، سفر نامے وغیرہ کے علاوہ سندھی زبان، سندھ کی تاریخ، مذہب، سیاست، فلسفہ، سائنس وغیرہ پر بھی سینکڑوں کتابیں شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

اخبارات و میگزین

سندھی میں روزانہ بہت سے اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ اُردو کے بعد سندھی واحد زبان ہے جس میں اتنی زیادہ اخبارات روزانہ شائع ہوتی ہیں۔ اِن میں کاوش، عبرت، خبروں، عوامی آواز، شام وغیرہ نمایاں ہیں اسی طرح بہت سے رسائل و میگزین بھی شائع ہوتے ہیں۔ یہ رسالے اور میگزین ہفتہ وار، ماہوار، سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ کی ترتیب سے

چھپتے رہتے ہیں۔ اِن میں نئیں زندگی، سوجھرو، سندھ رویو، عبرت مگزین، سماہی مہران سندھی بولی، سندھی بولی جو ادارو بااختیار حیدرآباد، ششماہی جرنلز میں، کلاچی، شاہ لطیف چیئر کراچی یونی ورسٹی، کارونجھر، شعبہ سندھی، وفاقی اردو یونی ورسٹی، کینجھر تحقیق جرنل، شعبہ سندھی سندھ یونی ورسٹی، آشکار، سچل چیئر، شاہ لطیف یونی ورسٹی خیرپور وغیرہ ماہوار پیغام، ماہوار بوند، ہفتہ وار سندھو، سندھ ساچار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ادبی جماعتیں / مشاعرے

سندھ کے ہر چھوٹے بڑے شہر، قصبے اور گاؤں میں کوئی نہ کوئی ادبی جماعت سرگرم عمل ہے۔ جو ہفتہ وار، ماہوار، سالانہ ادبی جلسے، محفلیں اور مشاعرے منعقد کر کے سندھی ادب کی ترقی اور فروغ میں اپنا کردار سرانجام دے رہی ہیں ان میں سب سے نمایاں اور اہم کردار سندھی ادبی سنگت کا ہے، جو نہ صرف سندھ کی سب سے بڑی ادبی جماعت ہے مگر یہ ایشیا کی سب سے بڑی ادبی جماعت ہے اور پچھلے پچاس سال سے اپنے کام میں سرگرم عمل ہے۔ اس ادبی جماعت کی کارکردگی، اہمیت اور افادیت کو دیکھ کر ڈاکٹر ادل سومرو نے اس پر ڈاکٹریٹ کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس ادبی جماعت کا بنیادی مقصد سندھی ادب اور ثقافت و تاریخ کا تحفظ، بقا اور ترقی ہے۔ اسے قائم کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ ادب کی مجموعی اصناف کو وقت گزارنے کا وسیلہ، تفریح طبع کا سامان مہیا کرنے اور فراریت تلاش کرنے یا عیاشی کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے بامقصد بنایا جائے۔ عالمی امن اور انسان ذات کی اجتماعی ترقی، بقا اور سلامتی کا ضامن بنایا جائے۔ اس طرح یہ ادبی تنظیم اپنا کردار ادا کرتی چلی آرہی ہے۔

الیکٹرانک میڈیا

الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے دیکھا جائے تو سندھی زبان کے پروگرام دونوں ذرائع یعنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہوتے ہیں۔ سندھ میں ریڈیو اسٹیشن کراچی، حیدرآباد، خیرپور، بھٹ شاہ اور مٹھی میں ہیں جہاں سے مختلف پروگرام جن میں گیت، نغمے، شعر

وشاعری، ادبی شخصیات کے انٹرویوز، ریڈیو ڈرامے وغیرہ نشر ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ اسلام آباد ریڈیو اسٹیشن سے بھی سندھی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن سینٹر کراچی سے سندھی میں مختلف نوعیت کے پروگرام نشر ہوتے ہیں جن میں سندھی نغمے، ڈرامے، خبریں وغیرہ شامل ہیں۔ موجودہ وقت سندھی زبان کے حوالے سے پی ٹی وی پر بہت کم وقت دیا جا رہا ہے اس کے برعکس سندھی خانگی چینلز بھی سامنے آئے ہیں جنہوں نے بہت ترقی کی ہے۔ ان خانگی چینلز میں کاوش ٹیلی وژن نیٹ ورک، سندھ ٹی وی، کشش ٹی وی، مہران ٹی وی وغیرہ شامل ہیں جن پر ہر موضوع ادب، سیاست، مذہب وغیرہ پر پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ چینلز سندھی زبان کی ترقی و ترویج میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور سندھی زبان کو نہ صرف سندھ بلکہ سندھ سے باہر بہت سے ممالک میں سندھی بولنے والوں کو تفریح مہیا کر رہے ہیں، سندھ کے حالات وواقعات اور سندھی ثقافت سے روشناس کروانے کا ذریعہ بھی یہی چینلز ہیں۔ علاوہ ازیں سندھی زبان سے محبت کا ذریعہ بھی بنے ہیں۔

کمپیوٹر کی جانب پیش رفت / کمپیوٹر سے آشنائی

دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی طرح سندھی نے بھی کمپیوٹر کی طرف پیش رفت کی ہے۔ کمپیوٹنگ سسٹم کی ترقی کے حوالے سے سندھی زبان اس جگہ کھڑی ہے جہاں دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانیں موجود ہیں۔ ماضی میں سندھی کمپیوٹنگ صرف کمپوزنگ اور اشاعتی اداروں تک محدود تھی مگر اس وقت سندھی کمپیوٹنگ کے ذریعے وہ تمام کام کیے جا سکتے ہیں جو دیگر زبانوں میں ممکن ہیں۔

سندھی زبان پر جدید تحقیق

سندھی زبان پر تحقیق کے سلسلے میں سب سے زیادہ کام انگریزوں کے دور میں ہوا، جبکہ آزادی کے بعد، خصوصاً ون یونٹ کے زمانے میں جدید لسانیات کے اُصولوں اور علم کے مطابق سندھ اور ہند میں سندھی زبان کی اصل، قدامت، سندھی صوتیات، سندھی لغت اور

سندھی گرامر پر جو بھی تحقیق ہوئی ہے۔اس میں ملکی وغیر ملکی ماہرین لسانیات کا کردار قابل ستائش ہے۔بقول ڈاکٹر الانا:

> ''آزادی کے بعد سندھی لسانیات پر برصغیر کے باہر امریکہ، یورپ اور جنوب مشرقی ایشیامیں خاص کام ہوا ہے۔ غیر ملکی ماہرین نے سندھی زبان کے مطالعہ اور اس پر تحقیق کے سلسلے میں کافی توجہ دی ہے۔ انگلستان، امریکہ، جرمنی، فرانس، اٹلی، جاپان اور یورپ کے دوسرے حصوں میں سندھی لسانیات، سندھی صوتیات، سندھی لغت، سندھی زبان کے لہجوں، سندھی زبان کی بنیاد، سندھی صرف ونحو اور علم معانی وغیرہ پر کتنے ہی مضامین مقالے اور کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں ماہرین نے نہ صرف سندھی زبان پر تحقیق کی ہے بلکہ سندھی زبان میں پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم اے کی ڈگریوں کے لیے ڈیزرٹیشن اور تھیس لکھوائے اور تحقیق کی بڑے پیمانے پر حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس قسم کی تحقیق پاکستان اور ہندوستان میں بھی ہورہی ہے۔'' (۷)

پاکستان میں صوبہ سندھ میں کراچی یونی ورسٹی، کراچی، وفاقی اردو یونی ورسٹی، کراچی، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو اور شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور میرس میں سندھی زبان کے شعبے قائم کیے گئے ہیں جہاں پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی سندھی زبان میں کی جا تی ہے۔ جبکہ اب علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری سندھی میں حاصل کی جاسکتی ہے۔ ساتھ ساتھ مذکورہ یونیورسٹیوں سے تحقیقی جرنلز بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن میں سندھی زبان، ادب، تاریخ اور ثقافت پر تحقیقی مقالات شامل ہوتے ہیں۔ ان تحقیقی جرنلز میں سندھ یونیورسٹی جام شورو کے شعبہ سندھی سے ششماہی تحقیقی جرنل ''کینجھر'' اور انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی سے شش ماہی '' سندھی ادب''، کراچی یونیورسٹی کی شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر سے شش ماہی تحقیقی جرنل ''کلاچی''، وفاقی اردو یونیورسٹی کے شعبہ

سندھی سے بھی شش ماہی تحقیقی جرنل "کارونجھر"، شاہ لطیف یونیورسٹی خیرپور میرس کے شعبہ سندھی سے تحقیقی جرنل "بھٹائی" وغیرہ شائع ہوتے آرہے ہیں۔ جبکہ صوبہ سندھ میں پرائمری سے لے کر ایم اے تک سندھی زبان میڈیم آف انسٹرکشن کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور بی اے تک سندھی لازمی سبجیکٹ کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مقابلے کے تمام امتحانوں میں سندھی بطور لازمی سبجیکٹ موجود ہے۔

الحاصل یہ کہ سندھی زبان موجودہ دور میں تعلیم اور تدریس علم وادب، نشر و اشاعت، اخبار، ریڈیو، ٹی۔ وی، فلم اور دیگر ذرائع کے لیے بھی بہترین خدمات سرانجام دے رہی ہے اور اس کے لیے بہترین صلاحیتیں رکھتی ہے۔ یہ زبان اس وقت وسیع مالدار لغوی خزانے سے بھرپور زبان ہے اور اس کا موثر ترین ذریعہ ہونے کے حوالے سے اپنی افادیت طشت از بام کر چکی ہے۔ اس میں ترقی یافتہ زبانوں کی طرح بہت سا خزانہ موجود ہے جو اس زبان کے شاندار مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔

❖......❖......❖

حوالہ جات

۱۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، مقالہ ''سندھی صوتیات ، لسانیات، گرائمر اور لغت پر ہونیوالی تحقیق'' مشمولہ آزادی کے بعد سندھی ادب، ترجمہ، ترتیب و تدوین، خالد اطہر کراچی، مہران پبلشرز بہ اشتراک اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء، ص۔۴۸

۲۔ میمن، عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، ایضاً، ص۔۱

۳۔ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان وادب کی تاریخ، ایضاً، ص۔۸۵

۴۔ راشدی، مہتاب اکبر، مضمون ''سندھی ادب و ثقافت کے ارتقا میں علمی وادبی اداروں کا حصہ''، مشمولہ ادبی تناظر، مرتبہ: خالداقبال یاسر، اسلام آباد اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۴ء، ص۔۷۵

۵۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جو ابھیاس، (سندھی) جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالاجی، سندھ یونی ورسٹی، طبع دوم، ۲۰۰۰ء، ص۔۲۸۷

۶۔ ایضاً، ص۔۲۸۸

۷۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، مقالہ، ''سندھی صوتیات، لسانیات، گرامر اور لغت پر ہونے والی تحقیق''، ایضاً، ص۔۸۸

❖……❖……❖

ضمیمہ

سندھی زبان پر پی ایچ ڈی کرنے والے اسکالر

1. Lachhman Molchand Khobchandani "Acculturaction of Indian Sindhi to Hindi: A Study Language in Contact" Pansalwaniay University, America, 1962

۲۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، "اردو سندھی کے لسانی روابط" سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، ۱۹۶۵ء

۳۔ ڈاکٹر مرلی دھر جیٹلی، "سندھی بولی میں لفظن جی بناوٹ"، (Morphology of Sindhi) (سندھی زبان میں الفاظ کی بناوٹ) دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۵ء۔

۴۔ ڈاکٹر الہداد بوہیو، سندھی بولی جو سماجی کارج (سندھی زبان کا معاشرتی کردار) سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۷۸ء۔

۵۔ ڈاکٹر خالد خان خٹک، سندھی، پشتو اور اردو کے لسانی روابط، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۷۸ء۔

۶۔ ڈاکٹر حیدر سندھی، پاکستان جی صوبائی ایں علاقائی زبانن میں سندھی زبان جی علمی، ادبی ایں لسانی حیثیت، (پاکستان کی صوبائی اور علاقائی زبانوں میں سندھی زبان کی علمی، ادبی اور لسانی حیثیت)، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۸۰ء

۷۔ ڈاکٹر داد محمد خادم بروہی، سبی خطے میں سندھی زبان جی محاورن جو لسانی جائزو (سبی خطے میں سندھی زبان کے لہجوں کا لسانی جائزہ) سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۹۰ء

8. Dr. Muhammad Qasim Bughio "Study of Language Variation and Change in Sindhi Spoken in Sindh" University of Essex, U.K. 1994.

۹۔ ڈاکٹر آخوند ہدایت پریم، "سندھی بولی جو تاریخی پس منظر"، (سندھی زبان کا تاریخی پس منظر) سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۹۵ء

۱۰۔ ڈاکٹر آفتاب ابڑو، "سندھو لکھت تے تھیل تحقیق جو جائزو"، (سندھ لکھت پر ہونے والی تحقیق کا جائزہ) شعبہ سندھی، کراچی یونی ورسٹی، ۲۰۱۵ء

11. Dr. Nazeer Ahmed Khokhar, Social Linguistic Analysis of Name and Phrases Used for Animals in Sindhi, Department of Sindhi, University of Sindh, 2015

12. Altaf Jokhio, Proferential Forms of Arabic- Sindhi Orthography An Analytical Study, Department of Sindhi, University of Sindh, 2015

❖......❖......❖

سندھی سیکھنے کے لئے کتب

English

1. A Manual of Sindhi by Dulamal Bulchand revised by Muhammad Ibrahim Joyo, Sindhi Language Authroity, Hyderabad, 2003
2. The Sindhi Instructor by Munshi Anand Ram revised by Mohammad Ibrahim M. Joyo, Sindhi Adabi Board, Jamshoro, 3rd Edition, 1983

❖......❖......❖

اردو کتب:

۱۔ سندھی معلم از ڈاکٹر غلام علی الانا، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، سندھ، ۱۹۸۴ء

۲۔ سندھی کتاب از حیدر علی لغاری، محمد نواز نوناری، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ۱۹۹۵ء

۳۔ سندھی لنگافون از ڈاکٹر غلام علی الانا، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، حیدرآباد، ۱۹۹۹ء

۴۔ آیئے سندھی سیکھیں از ڈاکٹر فہمیدہ حسین، سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدرآباد، ۲۰۱۱ء

۵۔ آسان سندھی اردو بول چال، مرتبہ: ولی محمد، رحمان بک ہاؤس، کراچی

۶۔ سندھی اردو گائیڈ از رشید احمد رشید، آر۔ایچ احمد اینڈ برادرس، حیدرآباد

❖......❖......❖

کتابیات

سندھی کتب:

☆ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، سندھی بولی جو ابھیاس، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۸۷ء

☆ ایضاً، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، ایضا، طبع سوم، ۱۹۹۵ء

☆ ایضاً، سندھی صور تخطی، حیدرآباد، سندھی زبان، پبلیکیشن، طبع سوم، ۱۹۶۹ء

☆ بگھیو، محمد قاسم، ڈاکٹر، بہ سالار پورٹ، حیدرآباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۲۰۰۳ء

☆ ایضاً، شخص ائیں عکس، کراچی، سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۱۲ء

☆ بلوچ، نبی بخش خان، سندھی بولی ائیں ادب جی تاریخ، جام شورو، پاکستان اسٹڈی سنٹر، سندھ یونی ورسٹی، طبع سوم، ۱۹۹۰ء

☆ بھٹو، حبیب اللہ مولا بخش، سندھی ساہت ائیں مشہور مستشرقین، شکارپور، مسکین پبلیکیشن، ۱۹۷۳ء

☆ بھیرومل، مہرچند آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع ششم، ۲۰۰۴ء

☆ جتوئی، علی نواز، پروفیسر، علم لسان ائیں سندھی زبان، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۶ء

☆ جونیجو، عبدالجبار، ڈاکٹر، ہدایت پریم، تھر جی بولی، حیدرآباد، سندھی بولی جو بااختیار ادارو سندھ، ۱۹۹۴ئ۔

☆ چنڈ، محمد عمر، سندھی بولی، لسانیاتی جاگرافی، آرادھایوں ائیں لفظی ترتیب، حیدرآباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۲۰۰۴ء

☆ سموں، الہہ بچایو یار محمد، لاڑ جو سیر، جام شورو، سندھی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۱ء

☆ شیخ، واحد بخش، سندھی بولی جو صرف و نحو، حصہ دوم، جام شورو، سندھ ادبی بورڈ، ۱۹۸۹ء
☆ قانع، میر علی شیر، تحفۃ الکرام، مترجم، مقدوم امیر الہ، مقدمہ و مرتبہ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۶۲ء
☆ گرامی، غلام محمد، مولانا گرامی جوں تحریروں، بھاگو پہریوں، مرتبہ: آزاد انور کاندھڑو، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء
☆ مرزا قلیچ بیگ، سندھی ویاکرن، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۱ء
☆ منگی، عبدالقادر، مرتبہ، تھر، کراچی، سندھیکا اکیڈمی، طبع دوم، ۱۹۹۶ء
☆ میمن، محمد صدیق، سندھ جی ادبی تاریخ (دو جلدیں) شکارپور، مہران اکیڈمی، طبع چہارم، ۲۰۰۵ء
☆ ہدایت پریم، ڈاکٹر، سندھی بولی جا محقق ایں انہن جی تحقیق، حیدر آباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۲۰۰۷ء

❖......❖......❖

اردو کتب:

☆ آغا محمد اشرف، دیس سے باہر، لاہور، کتاب منزل، ۱۹۴۶ء
☆ احتشام حسین، اردو لسانیات کا مختصر خاکہ، مرتبہ: آغا سہیل، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز
☆ اصلاحی، شرف الدین، اردو سندھی کے لسانی روابط، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء
☆ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، زبان اور ثقافت، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۱۹۸۷ء
☆ ایضاً، سندھی لنگافون، حیدر آباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۱۹۹۹ء
☆ ایضاً، سندھی معلم، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۴ء
☆ انعام الحق، جاوید، ڈاکٹر، مرتبہ، پنجابی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء
☆ براہوئی، عبدالرحمان، ڈاکٹر، انگریزی پر اردو کا اثر، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء

☆ بریلوی، سید مصطفیٰ علی، سندھ کے تعلیمی و لسانی مسائل (ماضی و حال ایک جائزہ)، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۳ء

☆ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیرہویں جلد، لاہور، پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۷۱ء

☆ حیدر سندھی، پروفیسر، ڈاکٹر، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۹ء

☆ ایضاً، ہمارا لسانی و ادبی ورثہ، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونی ورسٹی، ۱۹۹۵ء

☆ خالد اطہر، ترجمہ، ترتیب و تدوین، آزادی کے بعد سندھی ادب، کراچی، مہران پبلشرز بہ اشتراک اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

☆ خالد اقبال یاسر، ادبی تناظر، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان

☆ خٹک، خالد خان، سندھی پشتو اردو کے لسانی روابط، پشاور، پشتو اکیڈمی، پشاور یونی ورسٹی، ۲۰۰۷ء

☆ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، مستونگ، قلات پبلشرز، ۱۹۶۲ء

☆ زور، سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، لاہور، مکتبۂ معین الادب، طبع ثانی، ۱۹۵۰ء

☆ سجاد حیدر، پروفیسر، ڈاکٹر، سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۱ء

☆ سید غیور حسین، مرتبہ، پاکستان کی قومی اور علاقائی زبانوں پر فارسی کا اثر، پشاور، خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۲۰۰۵ء

☆ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، اردو کی تشکیل میں فارسی کا حصہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴ء

☆ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو لسانیات، کراچی، مکتبۂ تخلیق ادب، ۱۹۶۶ء

☆ شیخ محمد ارشد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ: شخصیت اور فن، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء

☆ شیما مجید، مرتبہ، اردو رسم الخط (انتخاب مقالات) اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۸۹ء

☆ صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۸۵ء
☆ صفدر علی، پروفیسر، اردو لسانیات، لاہور، فاروق سنز
☆ عبداللہ جان، عابد، پشتو زبان و ادب کی مختصر تاریخ، پشاور، یونی ورسٹی پبلشرز، ۲۰۰۶ء
☆ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو جدید تقاضے نئی جہتیں، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۶ء
☆ فرید کوٹی، عین الحق، اردو زبان کی قدیم تاریخ، طبع دوم، لاہور، اورینٹ ریسرچ سنٹر، ۱۹۷۹ء
☆ قدوسی، اعجاز الحق، تاریخ سندھ، حصہ اول، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء
☆ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء
☆ مظفر حسن، ملک، ڈاکٹر، تعلیمی عمرانیات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۰ء
☆ مظہر جمیل، سید، جدید سندھی ادب، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء
☆ میمن عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، مترجم، حافظ خیر محمد اوحدی، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۸۳ء
☆ ایضاً، لسانیات پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۲ء
☆ ایضاً، نگارشاتِ سندھ، لاڑکانہ، سندھی ادبی اکیڈمی، ۱۹۹۲ء
☆ ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شنا زبان، بہاولپور، اردو اکادمی، ۱۹۶۱ء
☆ ندوی، رشید اختر، پاکستان کا قدیم رسم الخط اور زبان، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائدِ اعظم یونی ورسٹی، ۱۹۹۵ء
☆ ندوی، سید سلیمان مولانا، عرب و ہند کے تعلقات، کراچی، کریم سنز، پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

❖......❖......❖

پنجابی کتاب:

☆ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی لسانیات، لاہور، عزیز بک ڈپو، طبع سوم، ۱۹۹۶ء۔

❖......❖......❖

انگریزی کتب:

1. Beams John, Comparative Grammer of Modern Aryan Languages of India, Vol-1, London, 1872
2. Grierson G.A. Linguistic Survey of Pakistan, Vol-I, Lahore, Accurate Printers.
3. Ibid-Vol-IV
4. Trumpp, Ernest, Sindhi Grammer, London, 1872

❖......❖......❖

لغات:

☆ اردو۔ ترکی لغت، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴ء

☆ اعجاز اللغات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء

☆ فیروز اللغات۔ لاہور، فیروز سنز پبلشرز

☆ قومی انگریزی۔ اردو لغت، طبع پنجم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۴ء

☆ یک جلدی سندھی لغت (سندھی) حیدر آباد، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، ۱۹۹۸ء

☆ New Little Oxford English Dictionary, Eighth Edition, Oxford University Press

❖......❖......❖

رسائل و جرائد

سندھی

☆ سہ ماہی سندھی بولی، حیدر آباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ۱۹۹۴ء

☆ ایضاً، جنوری ۱۹۹۵۔۱۹۹۶ء

☆ سالانہ سندھی بولی، جلد۔۲، شمارہ نمبر ا۔۲، جنوری۔دسمبر ۲۰۰۰ء

☆ سندھی بولی، جلد۔اول، شمارہ اول، حیدر آباد، سندھی لینگویج اتھارٹی، ستمبر ۲۰۰۸ء

☆ سہ ماہی مہران، جلد۔4، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۴ء

☆ شش ماہی سندھی ادب، جام شورو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی، جلد۔۱۳، شمارہ نمبر ا۔۲، ۱۹۹۵ء

☆ کینجھر، تحقیقی جرنل۔۴، شعبہ سندھی، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، ۱۹۹۰ء

اردو

☆ سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد، شمارہ نمبر۔۲۳، جلد۔۲، ۱۹۹۳ء

☆ تحقیقی جرنل الماس، شعبہ اردو، جامعہ شاہ عبداللطیف، خیر پور میرس، ۲۰۰۱ء

☆ اخبارِ اردو خاص شمارہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، جلد۔۹، شمارہ نمبر۳۔۴، مارچ۔اپریل ۲۰۰۳ء

☆ اخبارِ اردو، جلد۔۲۸، شمارہ۔۸، اسلام آباد، اگست ۲۰۱۱ء

☆ اخبار جہاں، کراچی، فروری ۱۹۸۶ء

❖......❖......❖

ISBN 978-9-6962514-9-1